مثنوی

ینجھ راجھا

مثنوی

پنچھی باچھا

سنہ ۱۱۴۶ھ

از

وجدی

مرتبہ

سید محمد ام - اے
ریڈر شعبہ اردو
جامعہ عثمانیہ

سالار جنگ دکنی پبلشنگ کمیٹی
کی سرپرستی میں شائع ہوئی۔

طبع اول

قیمت

مطبوعہ

اعجاز پرنٹنگ پریس

حیدرآباد

پیش لفظ

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ مرحوم کا مشرقی کتب خانہ اپنے نوادرات کے لحاظ سے دنیا کے قیمتی کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں دکھنی اُردو کے اکثر ایسے مخطوطات بھی محفوظ ہیں جو دنیا کے کسی اور کتب خانہ میں موجود نہیں ہیں انکی اشاعت سے بارہویں صدی عیسوی سے لیکر سولہویں صدی عیسوی تک ہندوستان کی لسانی تحریکوں اور تہذیبی مضمرات پر گہری روشنی پڑ سکتی ہے۔

سنہ ۱۹۳۵ء میں جبکہ ولی دکھنی کا دو صد سالہ یادگاری جشن منایا گیا تھا نواب سالار جنگ مرحوم نے محسوس فرمایا کہ دکھنی اُردو کے اِن نوادرات کو شائع کیا جائے، اس غرض کے لئے اپنی سرپرستی میں ایک کمیٹی "مجلسِ اشاعتِ دکھنی مخطوطات" قایم فرماکر اس اہم کام کے جملہ اخراجات کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی۔ اس مجلس کے زیر اہتمام نواب صاحب کے انتقال تک حسب ذیل کتب شائع کی گئیں:۔

(۱) کلیات محمد قلی قطب شاہ

(۲) کلیات شاہ سراج اورنگ آبادی

(۳) مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال (ملا غواصی)

(۴) طوطی نامہ (ملا غواصی)

(۵) کلام الملوک (شاہان بہمنی، قطب شاہی و عادل شاہی کا کلام)

(۶) پھول بن (ابن نشاطی)

(۷) نصرتی کا انتخاب (مثنوی پرن)

ان کتابوں کی اشاعت سے اردو کے متعلمین اور علماء کی دسترس میں بہت سا نیا مواد پہنچ گیا جس کا عام طور پر اعتراف بھی کیا گیا اور ان میں سے اکثر کتابیں ہندوستانی جامعات کے اردو کے نصاب میں شریک کی گئیں۔

نواب سالار جنگ کے انتقال کے بعد مجلس اشاعت دکھنی مخطوطات کا کام ملتوی ہو گیا اور جو کتابیں زیر طبع تھیں ان کی تکمیل بھی نہ ہو سکی۔

سنہ ۱۹۵۰ء میں سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی نے محسوس کیا کہ دکھنی مخطوطات کی اشاعت کا کام جاری رہنا ضروری ہے تاکہ جو کام نامکمل رہ گیا تھا اس کی تکمیل ہو جائے اور اور مزید کتب طبع ہو کر عوام کے استفادہ کے لئے منظر عام پر آجائیں۔ علاوہ ازیں عوام کو ان کتابوں سے وسیع تر استفادہ کے مواقع بہم پہنچانے کی خاطر کمیٹی نے یہ طے کیا کہ

ان کتابوں کو دیوناگری رسم خط میں بھی شائع کیا جائے اور حکومت ہند سے خواہش کی جائے کہ اس کام کی تکمیل کے لئے مناسب عطیہ منظور فرمائے، چنانچہ حسبہٗ حکومت ہند کے ملاحظہ کے لئے ایک تحریک روانہ کی گئی۔ اس اثنا میں ڈاکٹر بی ۔ ایم کرشنا راؤ صاحب سابق چیف منسٹر حیدرآباد نے خواہش ظاہر فرمائی کہ اس خصوص میں دکھنی پرکاشن سمیتی کے تعاون سے ایک جائنٹ بورڈ قایم کیا جائے جو ان کتابوں کی دونوں رسم خط میں طباعت سے متعلق مناسب طریقہ پر نگرانی کرے۔

بنابریں راقم کی صدارت میں ایک جائنٹ بورڈ قایم کیا گیا جس میں نواب اعظم جنگ بہادر اور پروفیسر حسین علی خاں مرحوم بھی شریک تھے اور ڈاکٹر ویما راگھو سے دشنہ سمیتی ویملا مدن معتمد تھیں۔ بحالت موجودہ جائنٹ بورڈ کے اراکین کے نام درج ذیل ہیں:-

۱۔ مسٹر ایل ۔ این گپتا

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

۳۔ پروفیسر عبدالقادر سروری

۴۔ پروفیسر عبدالمجید صدیقی

۵۔ پنڈت ونشی دھر ودیا لنکار

۶۔ مسٹر سید محمد

۷۔ پروفیسر ہارون خاں شیروانی

۸۔ مسٹر میر سعادت علی
۹۔ ڈاکٹر راج کشور پانڈے
۱۰۔ مسٹر گوپال راؤ اپسنگی کر
۱۱۔ مسٹر خواجہ حمید الدین شاہد
۱۲۔ مسٹر محمد عبد الوہاب معتمد و خازن اعزازی
۱۳۔ مسٹر سریتواس لاہوٹی شریک معتمد

حکومت ہند سے پانچہزار روپیہ کا عطیہ منظور فرمایا اور حکومت حیدرآباد کیجانب سے دو ہزار پانچسو روپیہ بتوسط دکنی پرکاشن سمیتی وصول ہوئے اور دو ہزار پانچسو روپیہ سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی نے منظور کئے۔ اس طرح دس ہزار روپیہ کے سرمایہ سے طباعت کا کام آغاز ہوا ہے اور زیر بحث کتاب بھی اسی سرمایہ سے طبع ہوئی ہے۔ توقع ہے کہ ارکان جائنٹ بورڈ کے تعاون سے اس مہتم بالشان کام کی تکمیل ہوگی اور آئندہ مزید رقوم کی منظوری کے بعد زیادہ سے زیادہ کتابیں طبع ہوتی جائیں گی فقط

مہدی نواز جنگ

مُقَدَّمہ

قدیم دکنی مثنویوں میں وجدی کی "پنچھی باچھا" جس قدر زیادہ مشہور اور مقبول ہے اسی قدر اس کے مولف کے حالات زندگی گوشۂ گمنامی میں ہیں۔ اُردو شاعروں کے قدیم و جدید تذکرے وجدی کے حالات سے خالی ہیں۔ خود وجدی نے بھی اپنی تصانیف میں اپنے حالات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ اُردوے قدیم میں ان کا نام شیخ وجیہہ الدین تخلص وجدی اور وطن کرنول بتایا گیا ہے۔ وجدی نے اپنی مثنوی "مخزن عشق" کے آخر میں اپنے محسن اور مربی نواب اسماعیل خاں پنّی اور اس کے بیٹوں اور خاص کر اسد خاں کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

خدا نے جیوں دیا اُن کی طلب کوں　　دلانا یونچ مقصد جیو کے سب کوں

کیا جیوں شاد اُن کے جان و تن کوں　　کرو نت دوستاں کے یونچ من کوں

خوش حالی جیوں ہوئی ان عاشقاں کوں　　خوشی دینا نت اسماعیل خاں کوں

پھر چند اور شعروں کے بعد یوں دعا کی ہے۔

بس امنگ عمر کوں اصلی درازی　　مسلّم ہے جسے مسکیں نوازی

بڑاں اولاد کو اُس کی دعا کر　　جو ہیں او پانچ بھائی نیک اختر

خصوصاً او سعادت کا ستارا　　کہ جس کا ہے اسد خاں نانوں پیارا

دیے یو رب غم کا نے اُس کوں مایا　　سدا ماں باپ کا رکھ سر پو سایا

اسی مثنوی میں ایک اور مقام پر اسماعیل خاں کے خاندان اور قبیلے کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

زہے خانِ عظیم القدر والشاں　　جسے سب جگ ہمیشہ ہے ثنا خواں

پنی کی قوم کا سردار و سرور　　جھمکتا آفتابِ ذرہ پرور

جواں دولت جواں طالع خردمند　　نظرِ عالی، طبیعت مہر پیوند

نبی خاں کا سپانا می خلف او　　دھرے نسبت بہادر خاں طرف او

خداوندا عجب ہے یو گھرانا　　کہ جس نے دھاک دھرتا ہے زمانا

اسماعیل خاں پنّی، کرنول کے مشہور رئیس اور سلیمان زئی قبیلے کے سردار تھے، وہ بارہ ہزار سواروں کے جمعدار کی حیثیت سے نواب صلابت جنگ کی

ملازمت میں داخل ہوے اور پھر برار کی نظامت کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوے انکے اور ان کے خاندان کے حالات تفصیل کے ساتھ ماثر الامرا جلد اول ودوم میں درج ہیں۔

وجدی "مخزن عشق" کی تمہید میں اس کی تالیف کا سبب یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ کرنول سے چل کر دھارور میں اپنے دوست عبدالقدوس کے ہاں پہنچے، وہاں ایک بزرگ شاہ صادق سے جو اُن کے دوست کے مرشد تھے ملے۔ شاہ صاحب نے وجدی کی شاعری اور صوفیانہ مذاق کا علم ہوا تو ایک روز ایک قصہ فارسی زبان کا سُنایا اور فرمایا کہ اس کو دکنی زبان میں نظم کردو۔ کچھ دن کے بعد شاہ صاحب اورنگ آباد چلے گئے اور وہاں سے وہ قصہ نثر میں قلمبند کرکے وجدی کے ہاں بھیجا۔ وجدی کے مربی اسماعیل خاں نے بھی اس قصے کو نظم کرنے کی تائید کی تو وجدی نے اس کو مخزن عشق کے نام سے مرتب کیا۔

چلیا کرنول سوں منزل یہ منزل — شرف حاصل کیا مرشد سوں مل
ہوا خدمت میں جب فیض اندوز — لگیا رہنے حضوری میں شب و روز
قضا را ایک دن جیوں جی میں آیا — او قصہ فارسی پڑھ کر سنایا
کہے تب خان عالی فہم منج کوں — کہ اے وجدی کر اس دکنی زباں سوں

دنیا میں کردکھا یک بارگی نام | کہیں تا یاد تیغ کوں خاص ہور عام

تو میں فرماں دمعنی کا سر پوسٹ کر | کیا ہر حال یو تیستہ سراسر

اسی مثنوی میں ایک جگہ اپنے مرشد فخر الدین کا بھی ذکر کیا ہے۔

کہوں اب مدح مرشد کی زباں کھول | مبارک تانوں پڑھ کر سٹوں ڈول

جہاں فقر کا فخر گرامی | جسے تھا ناؤں فخر الدین شامی

نسب کا او شرف دار سیادت | حسب کا سو طرف دار نجابت

وجدی کے حالات کے بارے میں اس سے زیادہ علم نہیں البتہ تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ (۳۶۴) پر ان کے ایک پوتے حکیم صادق حسین خاں عرف حکیم منان صاحب کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے وطن ترنگر کرنول سے حیدرآباد آکر اولاً نواب شمس الامرا تیغ جنگ کے ہاں ملازم ہوئے، اور نواب مذکور کے انتقال کے بعد سرکار عالی میں میں بہ زمرہ اطبا مامور ہوے۔ یہ حیدرآباد کے محلہ چوہری گلی میں سکونت پذیر تھے، اور یہیں فوت ہوے، اور حضرت شاہ موسیٰ قادریؒ کے احاطے میں دفن ہوے ان کی اولاد حیدرآباد میں ہی بس گئی اور خاندانی پیشہ طبابت میں بڑی ناموری حاصل کی۔

وجدی کی تصانیف میں صرف تین مثنویاں ملتی ہیں۔ (۱) پنچھی باچھا (۲) مثنوی

تحفۂ عاشقاں (۳) مثنوی باغ جاں فزا یا مخزن عشق۔ پنچھی باچھا، حضرت شیخ فریدالدین عطار کی مشہور و مقبول مثنوی منطق الطیر کا منظوم مگر آزاد ترجمہ ہے وجدی نے فارسی مثنوی کے مطالب و مقامات کو اپنے انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہیں ایجاز و اختصار سے کام لیا ہے اور کہیں موقع کی مناسبت سے مضمون کو طویل کر دیا ہے۔ عطار کی اصل مثنوی منطق الطیر کو فارسی دنیا میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہے۔ وجدی کی پنچھی باچھا کو بھی کم و بیش ایسی ہی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ نہ صرف یہ کہ یورپ اور ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں اس کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں بلکہ یورپ اور ہندوستان میں کئی بار یہ مثنوی طبع ہوئی۔ اس کی غیر معمولی مقبولیت کی وجہ سے جب بار بار اس کی طباعت کی ضرورت پیش آئی تو اہل مطابع نے اس کے الفاظ میں اس قدر رد و بدل کر دیا کہ متاخر ایڈیشنوں کا متن دکنی کی بجائے اب سے سو پون سو برس پہلے کی مروجہ زبان کا معلوم ہوتا ہے۔ اب یہ دوبارہ اپنے ابتدائی اور اصلی رنگ شایع کی جا رہی ہے۔ مثنوی کے آخر میں "خاتمۂ کتاب" کے عنوان سے وجدی نے اس کے ترجمہ کرنے کی وجہ اور تاریخ تالیف اس طرح بیان کی ہے۔

اصل میں یو تھا کلام فارسی　　اہل معنی کو مثال آرسی

دنیا میں کر دکھا ایک بارگی نام ۔۔۔ کریں تا یاد تجھ کوں خاص ہور عام

تو میں فرماں دمنی کا سر پوٹ کر ۔۔۔ کیا ہر حال یو قصہ سراسر

اسی مثنوی میں ایک جگہ اپنے مرشد فخرالدین کا بھی ذکر کیا ہے ۔

کہاں اب مج مرشد کی زباں کھول ۔۔۔ مبارک ناؤں پڑھ کرستوں ڈول

جہاں فقر کا فخر گرامی ۔۔۔ جسے تھا ناؤں فخرالدین شامی

نسب کا او شرف دار سیادت ۔۔۔ حسب کا سو طرف دار نجابت

وجدی کے حالات کے بارے میں اس سے زیادہ علم نہیں البتہ تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ (۳۴۶) میں ان کے ایک پوتے حکیم صادق حسین خاں عرف حکیم منان صاحب کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے وطن تمنگر کرنول سے حیدرآباد آکر اولاً نواب شمس الامرا تیغ جنگ کے ہاں ملازم ہوے ۔ اور نواب مذکور کے انتقال کے بعد سرکار عالی میں میں بہ زمرہ اطبا مامور ہوے ۔ یہ حیدرآباد کے محلہ جوہری گلی میں سکونت پذیر تھے ، او ریہیں فوت ہوے ، اور حضرت شاہ موسیٰ قادری کے احاطے میں دفن ہوے ان کی اولاد حیدرآباد میں ہی بس گئی اور خاندانی پیشہ طبابت میں بڑی ناموری حاصل کی ۔

وجدی کی تصانیف میں صرف تین مثنویاں ملتی ہیں ۔ (۱) پنچھی باچھا (۲) مثنوی

تحفۂ عاشقاں (۳) مثنوی باغ جاں فزا یا مخزن عشق۔ پنچھی باچھا، حضرت شیخ فریدالدین عطار کی مشہور و مقبول مثنوی منطق الطیر کا منظوم مگر آزاد ترجمہ ہے وجدی نے فارسی مثنوی کے مطالب و مقامات کو اپنے انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہیں ایجاز و اختصار سے کام لیا ہے اور کہیں موقع کی مناسبت سے مضمون کو طویل کر دیا ہے۔ عطار کی اصل مثنوی منطق الطیر کو فارسی دنیا میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہے۔ وجدی کی پنچھی باچھا کو بھی کم وبیش ایسی ہی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ نہ صرف یہ کہ یورپ اور ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں اس کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں بلکہ یورپ اور ہندوستان میں کئی بار یہ مثنوی طبع ہوئی۔ اس کی غیر معمولی مقبولیت کی وجہ سے جب بار بار اس کی طباعت کی ضرورت پیش آئی تو اہل مطابع نے اس کے الفاظ میں اس قدر رد و بدل کر دیا کہ متاخر اڈیشنوں کا متن دکنی کی بجائے اب سے سو پون سو برس پہلے کی مروجہ زبان کا معلوم ہوتا ہے۔ اب یہ دوبارہ اپنے ابتدائی اور اصلی رنگ شایع کی جا رہی ہے۔ مثنوی کے آخر میں "خاتمۂ کتاب" کے عنوان سے وجدی نے اس کے ترجمہ کرنے کی وجہ اور تاریخ تالیف اس طرح بیان کی ہے۔

اصل میں یو تھا کلام فارسی　　اہل معنی کو مثال آرسی

خوش ترتیب تصنیف شیخ نامدار — پیشوائے عارفان روزگار

شیخ صاحب دل فرید نامور — خاص جن کا ہے لقب عطّار کر

او زمانے ہیں یو عطّاری سخن — عمر پروردہ کیے ہیں نو کہن

ہر سخن یک نافۂ اسرار ہے — مغز جاں کو طبلۂ عطّار ہے

فکر سوں جو کوئی کرے اس میں نظر — مقصد دینی سوں ہووے بہرہ ور

تھا وے جو فارسی میں یو کلام — کم سمجھ سکتے تھے اس کو خلق عام

بلکہ بعضے فارسی خواں بھی کہیں — حرف مشکل کو سمجھ سکتے نہیں

گرچہ میں بھی کچھ نہیں معانی شناس — کاں مجھے اس کے سمجھنے کا قیاس

لیکن اس کا دیکھ کر دچسپ بول — یک بہ یک یوں دل منے آیا کلول

جو موافق فہم اپنے کے ضعیف — اس کتاب خاص کا نظم شریف

قصد کر دکنی زباں میں لے کے آؤں — تا رہے دنیا منے میرا بھی ناؤں

پس مدد منگ شیخ کی ارواح سوں — التجا کر عجز اور الحاح سوں

میں قلم جاری کیا اوراق پر — جب ہوا پورا یو نظم مختصر

ناؤں اس کا میں پنچی باچا رکھا — یادگاری خلق عالم کو دیا

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب — تب ہوا میزان میں کیا خاصا کتاب

"کیا خاصا کتاب" سے سنہ ۱۱۴۶ھ (م ۱۷۳۳ء) برآمد ہوتا ہے اور اکثر معتبر نسخوں میں مصرعۂ تاریخ اسی طرح درج ہے۔

وجدی کی دوسری مثنوی تحفۂ عاشقان بھی حضرت شیخ فریدالدین عطار کی ایک مثنوی "گل و ہرمز" پر مبنی ہے۔ اصل فارسی مثنوی مختصر سی ہے۔ وجدی نے اس میں اپنی طرف سے کافی مضامین کا اضافہ کیا ہے اور اصل مثنوی کے متن کی مناسبت سے قصے کو تقریباً چار ہزار اشعار تک پھیلا دیا ہے۔ اس کی تالیف کا سنہ ۱۱۵۲ھ (م ۱۷۴۰ء) ہے جو مثنوی کے آخری شعر سے برآمد ہوتا ہے۔

دے اس کی تاریخ مج کو عیاں   پچھا نو اسے تحفۂ عاشقاں

یہ ایک طویل عشقیہ مثنوی ہے جس میں وجدی نے اپنے عہد کی معاشرت اور رسم و رواج کا بیان بڑی خوبی اور برجستگی سے کیا ہے۔

وجدی کی تیسری مثنوی جس کی وجہ تصنیف اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ مخزن عشق یا باغ جانفزا ہے۔ باغ جانفزا اس کا تاریخی نام ہے۔ جس سے سنہ ۱۱۴۵ھ (م ۱۷۳۲ء) برآمد ہوتا ہے۔ مثنوی کے آخر میں بھی سن تصنیف اس طرح بیان کیا ہے،

اگر تاریخ کا ہے دل منے عشق   کر ابجد سوں حساب مخزن عشق

نکال اُس تے عدد وجدی تیوئیس[۲۳]   رہیں گے تب اگیارا سو چوالیس

ہوسکتا ہے کہ یہ مثنوی ۱۱۴۴ھ میں شروع کی گئی اور ۱۱۴۵ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

وجدی نے اپنے پیشرو شعرا میں ایک جگہ غواصی کا اور ایک جگہ نصرتی اور ولی کا ذکر کیا ہے جس سے ان کے ساتھ خاص عقیدت کا اظہار ہوتا ہے کہتے ہیں۔

دیکھتا یوں صبح دم کا ظلم بیداد — غواصی کا سخن آیا مجھے یاد

کہ گرچہ رین سوں روشن اچھے صبح — ولے عشاق کی دشمن اچھے صبح

مخزن عشق کے آخری حصے میں اپنے حاسدوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

حسد کا جس کی انکھاں کو ہے آزار — گل و لالہ ہے اس کوں نشتر خار

عجب کیا جو ہنساویں مج کو جہل سوں — ہنساتے ہیں ولی ہور نصرتی کوں

وجدی نہایت خوش خط تھے۔ آغا حیدر حسن صاحب کے ہاں نصرتی بیجاپوری کی مثنوی گلشن عشق کا ایک نفیس مخطوطہ وجدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کے آخر میں وجدی اپنا تصنیف کیا ہوا ایک قطعہ بھی لکھا ہے۔ اس قطعے میں مثنوی گلشن عشق کی تعریف کرتے ہوئے اس کو اپنے ممدوح نواب اسماعیل خاں پنی کے لیے نقل کرنے کا ذکر کیا ہے اور کتابت کی تاریخ ۱۱۲۸ھ آخری مصرعے سے برآمد کی ہے۔

شکر للہ کہ پھر کے گلشن عشق — کہنگی سے نوا لیا اوتار

اے عزیزاں عجب ہے گلشن یو | بے خزاں دل کشا ہمیشہ بہار
اس پہ جب میں کیا نگاہ خیال | پھول پایا ہر اک چمن میں ڈھگار
تب لیا ہاتھ میں قلم کی سوئی | خط مسطر کے تار کر ہموار
جیو لگا آپنا مشقت سوں | خوش گوندیا یو ہنر تے نو سر ہار
پیشکش خاں کے ترنج کا لیا یا | آرزو کی طبق میں خوب سنوار
خان جو او ہے سمی اسماعیل | نیک خو نیک نام نیکو کار
خلق جس کا کلی کوں دل کی نسیم | لطف اُس کا چمن کوں جیو کی بہار
ہے مسلم اُسے قدر دانی | آپ جو تے ہے تازہ تر گلزار
او کیا جیوں مجے اشارت خاص | لکھ دیا شکستہ بیتہ نگار

سال تاریخ بس ہے اے وجدی
سیر گلشن دسے زمین کو بہار
۱۱۳۸ھ

وجدی کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عربی اور فارسی کی استعداد رکھتے تھے۔ موئف اردوے قدیم نے ان کا پیشہ طبابت بتایا ہے۔ اُن کے پوتے حکیم منان خاں اور ان کی اولاد کا پیشہ طبابت تھا جس سے موئف اردوے قدیم کے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ وجدی صوفی منش شاعر تھے اور اخلاق و تصوف کے

خشک مضامین کو دل چسپ انداز اور سلیس زبان میں پیش کرنے کی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے کلام میں بڑی سلاست اور روانی ہے اور طرز بیان کی یہی خصوصیت ان کے کلام کی مقبولیت کا باعث ہے۔

سید محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے پنچھی پیارے سخن آغاز کر
حمد سوں حق کی بلند آواز کر

شوق سوں ایسا اوچا یک چہچہا
جو رہے ترلوک کا عالم لوبھا

گلشنِ وحدت ہے تیرا آشیاں
احدیت کا راز تجھ پر ہے عیاں

احدیت کا ہے تجھے اسرار یار
تو ہنچ ہے وحدانیت کا راز دار

تو ہنچ جامِ عشق کا ہے مے پرست
تو لیا ہے لذتِ جامِ الست

کیا کہوں اے صاحبِ سیرِ سلوک
جانے تیری بات سنتے پیاس بھوک

تازہ کر اب ٹک زباں توحید سوں
دور ترہر شرک ہور تقلید سوں

پاک دل سوں یاد کر اُس پاک کوں
جن دیا جیو اس مٹھی بھر خاک کوں

نیستی سوں ہست کینا یو جہاں
سات طبقاں زمین ہور نو آسماں

خالقِ جاں صانعِ ہر جزو و کل
جس کی پیدائش ہے یو سب خار و گل

خار کو لینگے تو بے علت نہیں　　گل کو دیکھینگے تو بے حکمت نہیں

دوزخ و جنت نہیں بے مصلحت　　خوب ہے معلوم اسکو اُن کی گت

کھول انکھیاں دیکھ سب یہ کائنات　　کیا یہ حیوان کیا جمادی کیا نبات

کیا زمین کیا آسماں کیا چاند و سور　　کیا زمن کیا روز کیا ظلمات و نور

کر فکر دیکھو تو کچھ بیکار نیں　　نین ہے ویسی شے جو کچھ درکار میں

نہ ملے کوئی بات اسکے حکم باج　　کچھ نہیں لیکن کسی سے احتیاج

نہ زن و فرزند نہ اس کو مثال　　ملک اسکا بیشریک و بیزوال

ہے منزہ سب سے وہ پروردگار　　نہ وسے قدرت کو اسکے انت پار

رین کو دن کا کبھی کرتا ہے کیس　　روز کو شب کا کبھی کرتا ہے بھیس

گرچہ ضد ہیں آگ و آب و خاک و باؤ　　اسکی قدرت سے ہی چاروں میں بناؤ

وہ کیا مٹی سے آدم کا وجود　　پس کرایا وو فرشتوں کو سجود

جو ہوا نمرود مغروری سے مست　　نیمجان مچھر نے کیتا اس کو پست

نیں عجب تیری سکت سے اے دھنی　　جو جنی سنگ سیاہ سے اونٹنی

تو دیا دو بھاگ کر دریائے نیل　　موسیٰ و موسیٰؑ کے لشکر کو سبیل

جب ابابیلوں کو تو فرماں دیا　　فوج ابرہ کے تئیں غارت کیا

توکیا جب لطف اپنے پر نظر ہوئی اگن گلشن خلیل اللہ پر

قدرت اپنی جب تو دکھلانے پر آئے گل گئے جو ہار پھر کر جیو پائے

اُمّیِ مطلق کو تو گویا کیا درس جس سے سب فصیحاں نے لیا

چار پنکھی کا کر یک ٹھار کوٹ جیو دیا چاروں کو تو نیں بات جھوٹ

اے خدا تجھکو خدائی سازوار جو ہین تیری قدرتاں یوں بیشمار

کس کو اندازہ جو تجھ قدرت کو پائے آدمی یہاں ہوش اپنا سب گنوائے

کیا ہماری فکر کیا وہم و قیاس کیا گماں جو ہو سکے قدرت شناس

فکر سوں اسکی جو ہیں حیران و دنگ عقل اس رستے مینے لے گما لنگ

کاں یہ ذرّہ کاں وہ خورشید منیر کاں یہ قطرہ کاں وہ دریائے گھنبیر

کاں مچھر بیچارہ اور سیمرغ کاں کاں زمین پامال اور کاں آسمان

کاں یہ چیونٹی اور کیا اسکی نظر کیوں سکے ملک سلیمان دیکھکر

کیا یہ قدرت ہے نہیں جس انت پار کس طرح کیوں کر سکے اس کا شمار

کیا زبان میری کہاں تیری ثنا آسماں بڑا سو کیونکر ما نپنا

عجز بس ہے مجکو اس وادی منے وادی پر حیرت ہے آدمی نے

عاقبت نیں بندگی کی راہ ستے جی بندھا ہون لا و الا اللہ سے

لا و الا اللہ سوں یہ نی زباں ۔۔۔ کر کشادہ جب گھڑی ہو نزع جاں

لا و الا اللہ کی برکت سوں مجھ ۔۔۔ بہرہ ور رکھ دیں کی دولت سوں مجھ

لا و الا اللہ کا دے مجھ چراغ ۔۔۔ گور میں یہ یک ہے جیوں پرِ زاغ

کیا بڑا کلمہ محمد کا ہے یو ۔۔۔ دست غیب گنج سرمد کا ہے یو

دے مجھے اس دست سوں تو دنگا ۔۔۔ نہ مجھے دنیا و دولت پر نگاہ

لطف سوں اے دین و دنیا کے دھنی ۔۔۔ کر مجھے گنج قناعت سوں غنی

شوق میں اپنے مجھے سرگرم رکھ ۔۔۔ دین ہور دنیا میں میری شرم رکھ

بخشنا میرے گناہاں کو تمام ۔۔۔ بخشنا تیرے نزک ادنیٰ ہے کام

گرچہ نیں میرے گناہاں کو شمار ۔۔۔ بس ہے تیرا فضل یک اے کردگار

کر نکو میرے گناہاں پر نظر ۔۔۔ کر نظر یارب اپس کے فضل پر

. . . . .

کیا ہوں میں سوں رزق پروردہ ترا ۔۔۔ سر سوں پگ لگ پر کنہ پردہ ترا

جو مجھے پالیا ہے تو مت دے غذا ۔۔۔ نہ ڈوبا دے سر وضع لکڑی کو آن

حکایت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عطار آشنائے سوز و ساز ۔۔۔ کیا کیے ہیں طرفہ نقل جاں گداز

کس مسافر کوں ملیا کہیں راہزن　　لوٹ لے کر اُس کوں لیایا گھر کدن

بعد ازاں دوڑ اگیا لانے کوں تیغ　　تا ہتے یہ کاٹ اس کا بے دریغ

از قضا بھوکا تھا نے چارہ یو　　لا دیا روٹی اُسے رہزن کی جو

ہاتھ لے کھاتا تھا روٹی جوں بلکوں　　لے کے آیا تیغ رہزن توں بلکوں

دیکھ کر پوچھن لگیا رہزن کہ یو　　کن دیا روٹی کہا تیری جو

بعد ازاں وہ راہزن شمشیر سٹ　　پیش آیا عذر خواہی سوں پلٹ

اے مسافر جا توں اب آزاد ہے　　مارنا روٹی کھلا بے داد ہے

پس کہے ہیں عاجزی سوں شیخ یاں　　اے خداوند کریم و مہرباں

میں تو تیرا رزق کھایا سب عمر　　پس مجھے بھی فضل سوں آزاد کر

یوں دعا مانگے ہیں گرچہ شیخ ایس

بخشنے وجدی کوں آ فریاد رس

در نعت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اے مرے پیارے پنچھی جیو کے سجن　　بول میٹھے لب سوں کچھ میٹھے بچن

اے شکر گفتار راوی بات کر　　بات ہر یک جوں میٹھی نا بات کر

نعت اس احمد کی کھول اپنی زبان　　جو ہے وہ سیمرغ قاف امکان

شاہباز اوج مازاغ البصر ہدہد ایوان باغ ہشت در

بلبل گلزار فردوس بریں طوطی شیریں زبان طوبیٰ نشیں

وہ رسول ہاشمی محبوب رب سرور ملک عجم فخر عرب

صاحب معراج تاج اصفیا رہنمائے انبیا ہور اولیا

آفتاب شرع و شمع بزم دین نور عالم رحمۃ للعالمین

صدر عالم بادشاہ دو جہاں پیشوائے آشکارا و نہاں

جہتہ بیں سا و بہترین کائنات سایۂ حق ماہتاب نور ذات

جب پڑا اس نور کا روشن جھلک صورت ہستی لیا ملک و فلک

اصل موجودات اس کا نور ہے جس سے مخلوقات یہ معمور ہے

نور سوں اسکے ہیں یہ دونوں جہاں اک ذرہ ہے یہ جہاں اور وہ جہاں

تو نبوت دو جہاں کی اُن پہ ہوئی آگہی سر نہاں کی اُن پہ ہوئی

پس ہوا واجب ہمیشہ حشر لگ امتی کہلاویں انکے یہ دو جگ

آج لگ ایسا نبی کوئی نیں ہوا گرچہ ہر جا پر نبی ہر کیں ہوا

ہر نبی ہر ٹھار پر گئے تھے ولے کوئی ہوا نہ ایسا دو جگ کو جو فرما ہیلے

حشر تک ہوتا نہیں پھر کوئی نبی جسکی اُمت جزو و کل ہوویں سبھی

تو نبوت ختم حق اُن پر کیا ۔ کئی ہزاراں معجزے اُن کو دیا

جن کی انگلی کے اشارے سوں چند ۔ ہو گیا دو پھانک نیلے چرخ پر

سورج سا دونوں کبھوں کے درمیاں ۔ نقش تھا مہر نبوت کا نشان

دیکھ حرمت اُنکی جو امت منے ۔ غول ملعون نین ہوا ملت منے

کافروں کو بھی کیا نیں حق عتاب ۔ نین ٹھہرایا عہد میں ان کے عذاب

گرچہ عیسیٰ قم باذن اللہ کر ۔ گور سوں مُردے اُٹھائے ہیں مگر

مصطفیٰ کے اُمتی بعضے فقیر ۔ قم باذنی کر اُٹھائے مُردہ پیر

حشر کے دن سب زباں اے فلاں ۔ کوئی رہیگی نین سوا اسکے زبان

قرب کو اُن کے ہے او ادنیٰ مقام ۔ کیا اچھے گا اس سے زیادہ والسلام

جہاں نہو گا کسکو کسکا آسرا ۔ آسرا ادعاں خواہ ہر دوسرا

اے محمدؐ عاصیوں کے عذرخواہ ۔ مانگ لے حق سے ہماری بھی پناہ

ہو خلاصی ہمکو بھی روز جزا ۔ آسرا نین ہمکو ہے تیرے سوا

در مدح اصحاب کبار رضی اللہ عنہم

مصطفیٰ کے خاص چار اصحاب ہیں ۔ دین کے نسخے کے چاروں باب ہیں

اوّلا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یار غار ۔ دوسرے عادل عمر رضی اللہ عنہ صاحب وقار

ابن عفاں تیسرے ابن حیا ‏ — ‏ شیر حق چوتھے علیؓ مرتضیٰ

دین احمدؐ کے ہیں یو چاروں ستوں ‏ — ‏ صدق سوں رو دل منے چاروں کوں توں

کچھ نکو کہنے بیش و کم ان کی جناب ‏ — ‏ فضل میں چاروں برابر ہیں صحاب

ایک سو چاروں ہیں وو چاروں سو ایک ‏ — ‏ اعتقاد اپنا رکھان چاروں پو نیک

وہ جو کہتے ہیں کہ بوبکرؓ و عمرؓ ‏ — ‏ حیدر کرار سوں تھے سو کینہ ور

جھوٹ ہے یو بات کہتے ہیں جو وو ‏ — ‏ کوئی نہ تھے ہرگز اپس میں کینہ جو

کینہ ان میں ہووےگا سو کیا سبب ‏ — ‏ جو نہ تھی کچھ کس کوں دنیا کی طلب

یو خلافت دین کی تھی اے عزیز ‏ — ‏ جس منے حاصل نہ تھی کچھ ایک چیز

غیر جاں بازی نہ تھا کچھ کام واں ‏ — ‏ ایک دم کس کوں نہ تھا آرام واں

کافراں کے ساتھ نت یاں کوں جنگ تھا ‏ — ‏ کیا کہوں میں تج کوں ان کیا رنگ تھا

فقر و فاقہ سوں اتھا ہر کس کوں کام ‏ — ‏ نہ خلافت میں کسے امید دام

کچھ غنیمت ہاتھ لگتی تھی جدھاں ‏ — ‏ بانٹ لیتے تھے برابر سب تدھاں

وہ خلیفے کچھ نہ تھے اب کی مثال ‏ — ‏ جو ترک ان کوں اچھے ہور ملک و مال

وہ سو ملک و مال سوں بیزار تھے ‏ — ‏ خاص حق کے دوست ہور دلدار تھے

وہ سو دایم تھے طلب میں دین کے ‏ — ‏ نہ تھے دنیا کی رسم ہور آئین کے

در مدح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کیا تھا بوبکر کا وہ جہد کم — جے بھیتر موں پڑے تھے بہم
تا نہ بولے بات کچھ بے احتیاج — نہ زباں پر لیا بن حق کے ناج
جو نبی کے تھا سینے میں فیض رب — وہ سو تھا بوبکر کے سینے میں سب
جن کو ہوا گا فیض اس سینے منے — کب رکھینگے چپت کوں سینے منے
جن کو یو سوں نبی کے تھا ادب — بیٹھتے نا حق نبی کے ٹھار کب
ان کوں سب اچھتا خلافت پر اگر — تو خلیفہ کر کو بسلے تے پسر
کب عمرؓ ہوتے خلافت پر غنی — کاں سوں ہوتی دین کو یو روشنی
اس خلافت کا کہوں تج کوں بیاں — جے ہوا تی جانتے یہ فائدہ یہاں

در مدح حضرت عمر رضی اللہ عنہ

یو خلافت وہ جو بے عادل عمرؓ — مار کر دُرّیاں سوں ڈالے بیاں پہ
جب کہیں جانا تو جاتے پاؤں چل — کس کوں نیں لیتے تھے انگے سوں نکل
کب اپس کے ہاتھ سوں انٹیاں بھائے — کب جنگل سوں تے پولکڑیاں لے کو آئے
بیٹھتے صفرے پر جب کھانے طعام — سات لقمے کھاکے بس کرتے مدام
سالنے کا کچھ نہ تھا ان کوں اٹک — مرکہ بس تھا ان کو سالن یا نمک

سالن — اندازہ

جب انکھیاں میں نیند کا آنا خمار　　خواب کیتے اینٹ ٹیک رکھ کے تلے تلوار

رات کوں لشکر کے چوکیدار ہوئیں　　نیند بھر کر لب نہ اپنے ٹھار ہوئیں

رات کوں ٹھانڈے پولے کہ تشنگ آب　　نیر پیاسیاں کو پلاتے وقت خواب

پھاٹ جاتا جب کہیں جامہ نکل　　واں لگاتے ترف چمڑے کا تھگل

ہو ویگی جنگی خلافت اس وضع　　ظلم وہ کس پر کرینگے کس وضع

در مدح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

بعد ان کے ہیں خلافت کے دھنی　　ابن عفاں حضرت عثمان رض غنی

یہ خصائل سن سبھی عثمان رض میں تھے　　متقی اور جامع القرآں میں تھے

گر نہ کرتے جمع عثمان رض یہ قرآں　　دین کی دولت کہو رہتی کہاں

کیوں تو کرتا بغض ان سے بدنہاد　　بس نہیں قرآں سے تجکو اجتہاد

دو دیئے دختہ نبی جوں چاند سور　　ہور کہے ان کو مرے ذو النورین نور

حافظ قرآں حیائے چشم پور　　مرتبہ نور علیٰ نور ظہور

جامع قرآں لگا زیر و زبر　　دھر نظر اپنی لوح محفوظ پر

رات دن مصحف ستی مشغول تھے

کبر کینے سوں جہاں کی بھول تھے

در مدح حضرت علی رضی اللہ عنہٗ

بعد ان کے شاہ مرداں جانشیں — والیِ ہر دو جہاں دنیا و دیں

مرتضیٰ کو تو نہیں مظلوم بول — حق سے اپنے حکومت محروم بول

حضرت عثمانؓ اپنا حق تمام — نمازیاں کے حق میں کیتے صرف عام

حضرت عثمان اک داماد ہیں — دوسرے حضرت علی داماد ہیں

دین کے اوپرال نسدن جوش تھا — یعنے نہ کچھ طمع کا واں ہوش تھا

کفر کوں سب نور نے با اتفاق — کاں ہوا کاں ہے حرص کاں ہے نفاق

رات دن غمخواری اسلام پر — کفر پر یکدل ستی باندی کمر

خلق نے خوش دلاں پر دھر غبار — کبر کا کچھ استی یعنی بار بار؟

تن سے وو چار لیکن دل ہوں ایک — شاد ہیں صاحبدلو جان سے ان، ایک

مرتضیٰؓ تو تھے خدا کے شیر نر — ظلم کر سکتا ہے کیوں کوئی شیر پر

تو نہیں اپنے من اس کو سمجھ — جو پڑے تھوڑے سے یاروں اپے تجھ

جائے جب تجھ سے نکل کر صاحبی — دکھ پڑیگا دل منے تیرے سبھی

وہ تو نہ سمجھیں تھے ما اتفاق — دل منے کس کے نہ تھا کس کا نفاق

تو جو اپنے دل میں کچھ کرتا ہے جوش — مرتضیٰؓ تو یوں نہ تھے ہرگز خموش

تفرقہ ہوتے اگر تیرے مثال　　کون کہتا انکو شیر ذوالجلال

خوب تیرے ہیں سب وہ دلپذیر　　کیوں کیا کس لئے تو شور و شر

وہ ملک آیات سب خواتیں　　ان خیالوں سے ترے بیزار ہیں

کیا تو سمجھا ہے علی کو اے عزیز　　ہے نہیں کس بات کی تجھکو تمیز

کچھ فضولی دل میں اپنے گر نہیں　　کینہ کس کا اپنے دل میں دھر نہیں

بت پرستاں جو زمانے میں خلاص　　میں مگر تجھ سے نبیؐ کے یار خاص

خطاب با ہدہد

واہ واہ اے ہدہد ہادی راہ　　ہے تجھے معلوم ہر وادی کی راہ

ہے سبا کے شہر پر تیرا گذر　　لا سلیمانؑ کو دیا تو خوشی خبر

تو سلیمانؑ کا ہوا تو رازدار　　تب ہوا تو تاجدار و سازوار

کرا لیں نے دیو کو جلدی تو بند　　بعد ازاں کر تو سلیماں سے انس چند

بند کرتا نہیں تو جب لاف و نیر و　　کب سلیماں سے ملیگا جا کے تو

خطاب باصعوہ

واہ واہ اے بوزنہ بولے یقین　　اے مرے دل کے لگن جو گئے چمن

تو ایسا کا جب نند تب گلا　　ہوکے جاتا ہے مراجی مبتلا

فارسی میں ہے ترا موسیچ نام تو کرے موسیٰ نمن حق سے کلام

نفس کے فرعون کوتو مار چپ بعد ازاں میقات ہے ہو مرد طور

بس کلام بیزباں بے بچیر و شش کان سے آوے سمجھ آتا فہم و ہوش

خطاب با طوطی

واہ واہ اے بھائی راوی واہ وا اے مرے جی کے سجن تجھ واہ وا

واہ واہ اے طوطی طوبیٰ نشیں تن میں ہے جانا گل میں طوق آتشیں

کر اول نمرود کو اپنے ذلیل پس اگن میں بیٹھ جا مثل خلیل

جب تو اس نمرود سوں فارغ رہے کیوں نہ طوق آتشیں تجھ پر رہے

نفس کے نمرود کو مارے اگر نیں اگن سے ایک ذرہ تجکو ڈر

خطاب با کبک

واہ واہ اے مست کبک خوش خرم واہ واہ اے عشق کے سرمست جام

در اس پربت پہ ایسا قہقہہ جو پڑے ساتوں گگن پر چہچہا

آئے جب وہ اونٹنی تیہ سے مند ھبر کان سے پاویگا تو شہد و شیر

کالی یوں پربت ستی تنگوں دیے تا پتہ سا دل نہ اونٹنی جنے

پس خوشی سے اونٹنی اگے چلا تا کہ صالح آوے تیرے پیشوا

خطاب باشاہباز

واہ واہ اے شاہباز سیر چشم   تند کب لگ تو رہیگا با خشم

نامۂ عشق ازل کر باؤ بند   بعدازاں پروازکادے دل کو چھند

عشق مادر زاد کر دل سے بدل   تا ابد آوے نظر میں ہو۔ ازل

چار بانسے (بارش) تن کے اپنے توڑ ڈال   بعدازاں جا تار وحدت کو سنبھال

حب ترا دل نار میں پکڑے قرار   صدر عالم ہوویں تجھسے یار نمار

خطاب با درّاج

خوش خوش اے معراج درّاج الست   جام سے قالو بلیٰ کے مست مست

تو سنا ہے چونکہ آواز الست   مت بھلا کے نفس کا ہو زیردست

یہ بھلا ہے تجکو گرداب بلا   اس بلا سے خوب ہے کرنا گلا

نفس خر کو مثل عیسیٰ کر چلاک (چلتا)   پیشوا آوینگے روح اللہ پاک

خطاب با بلبل

واہ واہ اے بلبل گلزار عشق   واہ واہ اے پنچھی بیمار عشق

شوق سے دل لیجے ذرا مرغول اُٹھ   درد دل میٹھی زبان سے بول اُٹھ

ایک دم الحان داؤدی اُٹھا   جیو کے جگ کو کر اپس سے بتلا

زرہ داؤدی کی خواہش ہے گر
اس لوہے کو نفس کے جوں موم کر

جب لوہا یہ موم سا ہووے نرم
عشق میں تب آوے داؤدی نرم

خطاب با طاؤس

واہ واہ اے مور دربان بہشت
غم سے اکدم کو کُٹھانے خوش سرشت

سانپ کے سنگ نے کیا ہے تجکو خوار
تا پڑا ہے دور تو جنت سے یار

کردیا ہے نفس نے تجھ دل سیاہ
گم کیا ہے سدرہ طوبیٰ کی راہ

جب تلک مارا نہیں تو مار کو
پائیگا تو کس وجہ اسرار کو

مار ڈالیگا جبھی تو مار زشت
پائیگا آدم کی سنگت سے بہشت

خطاب با ٹیر

واہ واہ اے تیز رو پنچھی ٹیر
ہے ترا دل نور کے چشمے سے سیر

تو جو ظلمت کے کوئیں میں بند ہے
گرو اندھارا ہو رہا سرکند ہے

گر روحانی ہے اجالے کا خیال
دیں کوئیں سے جلدی آپس کو نکال

مصر میں عزت کے کرا پنا وطن
اس کوئیں سے باہر آ یوسف نمن

ہوے گا جب مصر میں تو بادشاہ
پائیگا مجلس میں یا تو یوسف کی راہ

خطاب با قمری

واہ وا اے قمری دمساز ہو — کچھ عجب تیرا ہے یہ آواز ہو

ہو نہ تو مغرور اس آواز پر — دم کراڑ رہیں پنے کو ترک کر

جب رہیگا دم بحرِ ماہی نمن — کر سکیگا قعر دریا میں وطن

قعر دریا کیا ہے دنیا بے دغا — دیکھتا ہے جس میں تو سو سو جفا

ہو ویگا جب اس کی موجوں سے خلاص — مونس یونس کریں گے تجکو خاص

خطاب با فاختہ

واہ وا اے فاختہ شیریں صدا — تو کرے جب اٹھکے نت حق سے صدا

ہے تری گردن میں جیوں طوق وفا — بیوفائی سے نہیں دکھلا جفا

گر خودی سے ہے تجھے اک مو خبر — بیوفا سمجھیں گے تجکو سر بسر

آ خودی سے باز بیخود ہو کے جا — بعد ازاں معنی طرف تو بھی لجا

ہوئیگا جب تجکو معنی میں ثبات — لا کے دیوینگے تجھے آبِ حیات

خطاب با باز سفید

واہ وا اے باز اچپل واہ وا — گر ترے دل میں ہے مولا کی ہوا

سرکشی سب چھوڑ دے ہو سرنگوں — درد سے کر دل کو اپنے غرقِ خوں

کر نہ دنیا پر نہ عقبیٰ پر نگاہ ۔ رکھ بزاں سر پر بزرگی کی کلاہ

جائیگا دونوں جہاں سوں جب گذر ۔ بیٹھ ذوالقرنین کے جا ہاتھ پر

خطاب بہ مرغ زریں

واہ وا اے مرغ زریں باصفا ۔ واہ وا اے آتشیں ساز و نوا

جو کچھ آگے آتے اسکو دے جلا ۔ سوچ کر جگ جیو کی جاتے کر گلا

جال ڈایگا تو کچھ لیوے جو سب ۔ حق کی مہمانی کے آگے آوے تب

جلا ڈالیگا

جب ہوا اول واقف اسرار حق ۔ وقف کر آپس کو تو در کار حق

جب ہوا تو کام میں حق کے تمام ۔ تو نہ رہوے حق رہیگا والسلام

آغاز کتاب پنچھی باچا

ایک دن سب جگ کے پنکھیرو جانور ۔ ملکے بیٹھے جمع ہو اک ٹھار پر

شوق سے دل کے لگے وہ بولنے ۔ راز دل ہر اک لگا واں کھولنے

ناگہاں باتوں سے نکلی بات یوں ۔ جو نہیں کوئی بادشاہ پنکھیوں میں کیوں

ہور ہر اک فرقہ کا ہے اک بادشاہ ۔ بادشاہ اپنا نہیں یہ کیا گناہ

بادشاہ ہم میں نہیں کس کے کہائیں ۔ کام گر کچھ ہووے تو کس پاس جائیں

یہ جہاں تو ہے بڑا خوف و خطر ۔ الحذر خوف و خطر سے الحذر

کوئی زبردستی کرے جاویں کہاں   داد اپنے رنج کی پاویں کہاں

کیوں نبیچے رکھوال بن بحریوں کے ڈھنڈ   یا جو مالی باغ میں پرتی دکھنڈ

(بیگانہ زمین) (تلنگی زمین)

اے دریغا بادشاہ بن کیا کریں   روز اپنی زندگی کے کیوں بھریں

آسرا میں کیوں کریں ہم زندگی   جگ منے ہے زندگی شرمندگی

جواب دادن ہُدہُد برائے رہنمائی

اس وضع پنکھیوں نے جب کیتا بچار   بول اٹھا ویسے میں ہُدہُد نامدار

اے عزیزاں بات یہ کرتے ہو کیا   دل میں یہ وسواس جیُپ دھرتے ہو کیا

کیوں پڑے ہو اس وضع غفلت منے   کفر ہے ہر مذہب و ملت منے

کفر سے توبہ کرو توبہ کرو   بادشاہ کی ذات میں شک نہ دھرو

بادشاہ کوئی نہیں کہنا کیا بات ہے   وہ تو دائم قائم اس کی ذات ہے

وہ تمھارے باج کچھ عاجز نہیں   بادشاہ کو نہ کہنا جائز نہیں

گر نہیں اس بات کی تم کو خبر   بات میری ٹک سنو تم کان دھر

میں پچھانا ہوں اپس کے شاہ کو   ڈھونڈھ لیا ہوں اُسکی میں درگاہ کو

کئی مدت تک میں سلیماں کے سنگات   صدق سے حاضر رہا ہوں دن و رات

نیں ہوا اک دن حضوری سے جدا   راز داں انکا ہوا ہوں میں سدا

وہ مجھے جیو کا ہی سمجھے تھے نام | میں ہوا ان کا سدا جیو سے غلام

وو رہے نہ باج میرے یک نفس | مجھ بکھی ہدہد کو آنا قدر بس

بولتے ہیں مجکو یہ سکھی نامدار | میں گیا شہر سبا کو جاں گذار

میں سلیماں کا لیجا کر خط شتاب | لا دیا بلقیس کا پھر دیں جواب

وہ دیا مجکو نشاں اُس شاہ کا | شاہ یعنے سایۂ اللہ کا

تو بوجھا ہوں شاہ کو تحقیق کر | بات میری تم سنو تصدیق کر

کیا کہوں کوئی مجھے ہمراہ نیں | شوق سے کوئی مرے آگاہ نیں

جو تمیں منگتے ہو چلنے میرے سنگ | میں بھی آیا حاضر کھڑا ہوں بیدرنگ

بیگ تو جلدی کرو چلنے بدل | آ گھڑی جب لگ نہیں سر پر اجل

بادشاہ کو بد نہیں بولو تمیں | کفر ہے یوں نہ زباں کھولو تمیں

پردۂ غفلت سے آنا باز اب | جیب زباں سے کرنا ہے وہ اقرار رب

بادشاہ ہے تو ہمارا بے خلاف | سات دریا پار یعنے کوہ قاف

ہے پچھے سیمرغ اُس کا نام پاک | عاشقوں کے ہیں گریباں اُس سے چاک

کئی کروڑوں ہیں پردے درمیاں | نہ اندیشہ جا سکے نہ فکر وہاں

نور اور ظلمت کے اسکے کئی حجاب | یہ عجب جیو ہے اُنیں وو بے نقاب

اس کو دیکھے کوئی نیں جز جان پاک — عقل اس وادی منے ہے بت ہلاک

عشق بن اس شہر کو جا نہ سکے — بے نشاں کا کوئی نشاں نہ پا سکے

نہ کسے معلوم ہے اس کا کمال — فکر عاجز وہم کو تو کیا مجال

فہم اسکے بوجھ تیں حیران ہے — عقل اس وادی میں سرگردان ہے

عشق کے چینڈو میں پہلے یوں بھریں — کئی ہزاروں کیس جیوں چینڈو گریں

بس کہ مارگ (راستہ) بحر و بر کا ہے دراز — بوالہوس اس بات میں آتا ہے باز

سخت اس مارگ میں ہونا تیز رو — جکو سوچا جائے اتنا رنج و درد

نہ رکھے کچھ دل میں پروا جان کا — وہ سچا ہے مرد اس میدان کا

جیو تو جیاں باج کیا آتا ہے کام — بات کیا زیادہ ہے اس سے والسلام

سوال کردن مرغان از ہدہد

بعد ازاں سگلے پنکھی خیریں مثال — ہدہد ہادی سے یوں کیتا سوال

ہے اگر سیمرغ شاہ بے نشان — بے نشاں کا کیوں نشاں پاتا جہاں

مرغ زیرک نے دیا پھر یوں جواب — ایک دن کہیں وہ شہ عالیجناب

خوش اڑا جاتا تھا وہ اسمان پر — جھڑ پڑا ابازو سوں اسکے ایک پر

دیکھکر اس پر کو سگلے خاص و عام — فکر سے تصویر کھینچے باتمام

نیں تفاوت صورت سیمرغ سب — جگ منے پیدا کیئے نقش عجب

ایک پرکا یہ سبھی بستار ہے — نقش کا سیمرغ کے آثار ہے

دیکھ اُس عالم ہوا ہے مبتلا — ہے ابھو اُس کا جہاں میں غلغلا

تو نبیؐ کا قول ہے اس دین میں — علم سیکھنا اگرچہ ہووے چین میں

یہاں تو دستا ہے معما اے عزیز — ایک ذرہ تجکو کرنا ہے تمیز

علم ظاہر تو نہ تھا اسوقت پر — صرف و نحو و فقہ تفسیر و خبر

کونسا ہے وہ علم اے ذی شعور — ڈھونڈھنے جاتا ہے جسکو آتا نادور

چھوڑ دے وجدی یہ اس قول کو — اب اِس کے مدعا کو بول تو

حکایت عزم نمودن جانوران بہ سیمرغ

جو قصہ ہدہد نے یوں ظاہر کیا — بات کو اس بات پر ماہر کیا

اے عزیزاں گر نصیب ہو مرد راہ — بات کہتا ہے اگر کچھ عشق شاہ

آؤ تم ہمراہ میرے ہو رفیق — ٹک دیکھو بھی روی شاہ تحقیق

بعد ازاں طائر سبھی اس بات سوں — صبر و ہوش اپنا گنوائے ہات سوں

ہر یکس کے دل منے بے اختیار — عشق نے سیمرغ کے پکڑا اقرار

متفق ہو عزم کیتے راہ کا — شوق پکڑے شاہ کی درگاہ کا

لیکن آخر دیکھکر رسنا کٹھن — نیں سمجھا حیلہ کسے کچھ عذر بن

ہر جناور عذر ہر اک بات کا — درمیاں لانے لگا ہر دھات کا

عذر آوردنِ بلبل

سب پنکھیوں کے پہلے بلبل نے نکل — ہے مجھے نیں بھول بھری ہوں بوئے گل

مغز میرے میں بھری ہے بوئے گل — بلکہ بالوں بال ہے سب تن میں گل

عشق گل سے بند ہے نت جیو مرا — نیں کسی کے ساتھ ہرگز چیت دل مرا

جگ میں غوغا ہے مرے اِس شوق کا — کچھ عجب سودا ہے میرے شوق کا

عشق نے مشہور کر دی ملک میں — ہوئی میں رسوا اسلئے سب خلق میں

کس کو ہے میرے منے سودائے عشق — کون ہے مجھ سار کا شیدائے عشق

ہے ہر اک گل میرے ہی پر خروش — عاشقوں کے دل منے میرا ہے جوش

جب عشق دل میں میرے لاتا ہے دور — جیو مرا دریا منے کرتا ہے شور

کاں ہے کوئی داؤد جیسا مبتلا — جا سناؤں میں جسے اپنا گلا

نغمۂ داؤد سے پانچوں زبور — کر سٹوں دل عاشقوں کے چور چور

ہے مرے ہر ایک سخن میں تازہ راز — ہو رہی ہیں سب رنگاں جیوں تار ساز

حیف کوئی اس راز کا واقف نہیں — ساز اور آواز کا واقف نہیں

کان وھر آواز میرا جو سنے — مست و بیخود ہو وا پس کا سر دھنے

کھولتا ہے جب میرا معشوق لب — جیو مرا سینے منے گھٹتا ہے تب

پاس اس معشوق کے پاؤں جہاں — شوق سے پرواز کر جاؤں وہاں

جس گھڑی گلشن منے کھلتا ہے پھول — جیو مرا مستی منے جاتا ہے بھول

جب نکل کر جاوں میں گلشن سے بجا — جیو مرا تب ہو وے غم سے خار خار

خوش نہیں آتا مجھے تب بولنا — زہر دستا ہے مجھے لب کھولنا

بولنا لب کھول کر مجھکو نہ بھائے — راز بلبل کا بتاؤں کیونکہ پائے

چھوڑ کر میں پھول کو جاؤں کہاں — ڈھونڈ ھنے سیمرغ کو پاؤں کہاں

میں کہاں سیمرغ کی درگہ کہاں — مجکو اسکی بارگاہ لگ رہ کہاں

عشق گل مجھ ناتوان بلبل کو بس — کیا مجھے سیمرغ کے لائق ہوس

طے کروں میں کس طرح راہ دراز — کہاں سے لاؤں راہ کا میں برگ و ساز

برگ میری باٹ کا صد برگ بس — دیکھتے جسکو بڑھے جیو کا ہوس

بس ہے مجکو ماحصل از روئے گل — مغز کو کافی مرے ہے بوئے گل

جوابِ دادنِ ہُدہُد

بعد ہدہد کا سنو تم یہ جواب — عشق نے گل کے کیا تجکو خراب

جانتا ہے تو کہ گل ہے بے وفا　　بے وفا سے دل لگانا کیا نفع

خوبتر ہر چند ہے گل کا جمال　　لیک اُس کو آئے ہنستے میں زوال

حسن پر آ دے نہ گل جب کے شتاب　　کاملوں کو عشق اُس کا نئیں صواب

چھوڑ دے اب نام گل تو ہر سحر　　تجھ پہ خوشتر ہے بنا ہے مورکھ جانور

تو نہیں گل دیکھو دکھا دیگا تجھے　　یہ ہنسا گل کا رلا دے گا تجھے

حکایت درویشے کہ بر دختر بادشاہ عاشق شدہ بود

نقل کرتے ہیں کوئی تھا بادشاہ　　ایک لڑکی تھی اُسے جوں رشک ماہ

خوش حسن نازک نپٹ تھا جب جمال　　زلف دل کا دام اور دانہ تھا خال

فتنہ و غمزہ تے تک رہزن ادا　　عاشقاں مارے پڑیں جب یہ سدا

لب میں امرت منہ میں تھا آب حیات　　نار سے اُس کے گل شربت نبات

سور سے منہ کی پڑی جب روشنی　　ہور ہے تب خلق عالم در شنی

از قضا اک روز وہ بے اختیار　　سیر کو نکلی تھی کہیں ہو کر سوار

ناگہاں رستے میں تھا کوئی اک فقیر　　دیکھ اُس کو ہو گیا پل میں اسیر

چاند سے رو کی نظر جب آئی ہور　　ہور ہا درویش وہ اُس کا چکور

ہاتھ میں روٹی تھی آدمی سو وہیں　　گر پڑی اُس بیخودی کے وقت کہیں

یہ پری تب دیکھ اُس کو مبتلا — جلد تر آگے سے گئی گھوڑا چلا

اس ہنسی کو دیکھ کر وہ مبتلا — ڈلہ پہ و نبسل کا اثر سمجھا نوا

عشق کے بس میں پڑا آزاد مرد — ہو گیا یکبارگی سُدھ بُدھ سے فرد

نیم جاں تھا اور تھا وہ نیم قوت — نیں حیاتی تھی اُسے ہور لا یموت

پھاڑ کپڑے سٹ دیا تن لیجا — ڈھول اُس کے عشق کا جگ میں بجا

غم نے گھیرا تم سنو جب وہ فقیر — ہو گیا لاغر بدن جوں مرد پیر

نہ اسے تھا کھانے اور پینے کا ہوش — یاد میں تھا اُس پری کے پُر خروش

یوں ہیں گذرے دکھ میں سکو سات سال — سوکھ اُس کا تن ہوا لکڑی مثال

مُدعی اس راز کا سنکر خبر — بیس پہ درویش کے باندھی کمر

دھو لیا ہوں میں تو اس دنیا سے ہت — دیکھ تجکو میں ہوا جس روز مست

اب مری اک بات ہے سچ بول تو — کیوں ہنسی اُس روز میرا دیکھ مونہ

بعد ازاں بولی اے لب کھول کر — میں ہنسی تیرے خیال خام پر

اب کہاں میں شاہزادی تو کہار — کیوں گنوایا ہے تجھ سے تو قوت جان

اُٹھ بتاؤں بات جا ہوں سوں حل — نیں تو تیرے جیو پر آیا ہے خلل

مت تقیاں تا کہاں ہوا باتیاں — کاٹ منہ ترا تجے لہو میں نہلا میں

یہ سخن اُس سنگدل کا جونکہ تیر — آلگا یک پل میں جیو سونپا فقیر

عذر آوردنِ طوطی

بعد ازاں آیا واں طوطی مگر — تن پہ خلعہ سبز گل میں طوق زر

چونچ جوں مرجاں اُسکی لعل رنگ — دیکھکر جسکو اُڑے دل پر سے زنگ

شہد سے لب کیا شکر سے ڈھیر — لعل سے اپنے شا گوہر بکھیر

عذر خواہی سے اول درپیش آ — پس کہا ہُدہُد سے یوں اے پیشوا

کیا کہوں کچھ بھی کہا جاتا نہیں — چپ رہوں تو بھی رہا جاتا نہیں

بولتا ہوں تو رکھیں پنجرے میں ڈال — دم پکڑ رہتا تو ہوتا ہے محال

گرچہ مجھپر ہے خضرؑ کا یہ لباس — خضرؑ کے چشمے سے ہیگی مجکو آس

پائیگا جس روز وہ چشمہ مجھے — ہوئیں پر سے جیو کی اسدن بجھے

جوابِ دادنِ ہُدہُد

یوں کہا ہُدہُد نے کائے نامرد توں — دل اپس کا کیوں بندھا ہے جیو سوں

جیو تو جاناں باج کیا کام آئیگا — کیا نفع اس جیونے سے پائیگا

جاں فدا جاناں پہ کر مردوں نمن — تن منے کب لگ کریگا جیو جتن

وار جیو کو پاؤں پر تو یار کے — پچ نہیں کچھ جیو بن دلدار کے

حکایت سوال و جواب دیوانہ با خضر علیہ السلام

ایک مجنوں تھا کہیں واﻻمقام
خضرؑ اُس سے آ ہوے تھے ہمکلام

شوق ہے کچھ سنگ کا میرے تجھے
ہٹ کے بولا یہ تو نہ ہونا مجھے

تم پیئے ہو نیر امرت کا اچھل (خالص)
آس کرتے ہو بہت جینے بدل (واسطے)

میں تو اپنے جیو یہ کرتا ہوں دعا
جیو کروں کب پیو پر میرے نثار

تم منگے کرنے اپس کا جیو جتن
میں منگوں ہونے شہیدی بےکفن

پس مجھے تم سے تو اب دوری بھلی
بلکہ یہ دوری نپٹ پوری بھلی

عذر آوردن طاؤس

مور آیا بعد آپس کو سنوار
جسکے ہر اک پر میں کئی نقش و نگار

پاؤں اپنے ناز سے دھرنے لگا
جلوہ عماروسانہ (مردسانہ) وہ کرنے لگا

مور نزد ہُد کے ہوا جب آ قریب
یاد کر فردوس رویا وہ غریب

بعد ازاں بولا کہ مجھ سے اک گناہ
بہشت میں صادر ہوا صد آہ آہ

گرچہ میں جبریلؑ ہوں پریوں گرا
شرمندہ ہے اس سوا تبک جیو مرا

یاد جب فردوس کا آتا ہے باغ
جان و تن ہوتا ہے سارا داغ داغ

کان سے میں یاری لگایا مار سوں
جو پڑا ہوں دور حق کے پیار سوں

جب سے چھوٹا ہاتھ سے میرا وطن
رات دن روتا ہوں میں ادم من

بسکہ تھی یہ آرزو میری تدھاں | جو مجھے لیجائے کوئی میرے مکاں
نیں اپنا نسیم باغ کی پروا مجھے | بس ہے جنت بیچ یک گھر جا مجھے

جواب دادن ہدہد

بس کہا ہدہد کہ سن تو اے گنوار | بادشاہ کے گھر میں تو سکتا ہے تھا
کیوں ملیگا گھر تجھے جب شاہ کا | ہوئیگا کیوں محرم اس کی راہ کا
جا تو اول بادشہ کا ہو نفر | بعد ازاں جا دیکھ اس کا دار گھر
گھر دھنی کے بعد گھر کیا کام آئے | کونی خالی گھر میں کیا آرام پائے
کیا ہے جنت ایک گھر خالی پڑا | گرچہ دکھتا ہے تجھے خالی پڑا
کیا پڑا گھر کیا مکاں کیا جزو کل | ہیں دھنی کے بعد یہ سب بے اصل
گھر جو چاہے ڈھونڈھ لے اول دھنی | پاک مطلق نام جس کا ہے غنی
بہشت اس کا ہے اک ادنیٰ مقام | گر نہیں ہے کوئی مکاں اسکے قیام
ہے عبث تو ڈھونڈھتا جنت میں گھر | گر نہیں اعلیٰ و ادنیٰ پر نظر

حکایت شاگردے کہ با استاد سوال کرد

ایک تھا شاگرد کہیں صاحب جمال | اُن کیا اُستاد اپنے سے سوال
حضرت آدم تھے حق کے خاص جیو | حق نکالے انکے تیں جنت سے کیوں

پس کہا استاد اُس تلمیذ سات   نیک تھی اوّل میں آدم کی سو ذات

جو رکھے فردوس پر ٹک سی نظر   غیب سے ہاتف نے دی تھی یوں خبر

غیر کو جو کوئی پوجے مجکو چھوڑ   مکھ اپس کا لوں میں جلدی اُس سوں موڑ

جیمن لوں میں جو کہ ہووے بیہ ننگ   ہے مرے حضرت میں ناموس و ننگ

جو سوا میرے کسی کا ہو عبید   کر رکھوں گر ہووے آدم اسکو قید

ہو نہ گر جنت میں یہ ابراز وار   سر پہ سکے لا رکھوں غم کے پہاڑ

جان با جاناں ملالے اے سجان   ملکہ دے جاناں پہ اپنی جان وار

عذر آوردن بط

آئی جب بط آب سے مشغول ہو (غسل کرکے)   پہن کپڑے پاک جوں پھول ہو

بات کرنے یوں لگی ہے اب کہاں   میرے جی سے پاک دامن پاک جان

سب نکھیوں سے پاک ہوں میں زیر تن   پاک جامہ پاک جاگہ پاک من

میں چلوں جوں ولیا پانی پہ اب   کر کرامت کوئی کرے مجھسے طلب

نسکہ یوں پانی سے ہے میرا جنم   نہ رہوں جز آب کے بن ایکدم

اور کچھ غم بھی دل اوپر آئے جب   دیکھتے پانی کو دھویا جائے سب

تازگی پانی سے مجکو ہے مدام   میں چلوں خشکی پہ کیوں اپنے لگا نام

آلگا ہے کام میرا آب سے
آب بن یہ جیو رہے کب تاب سے

تم سنو ہے آب سے عالم حیات
کیسے بیٹھوں آب سے اب دھو کے ہات

نیں ہے طاقت مجکو جو میں کر کے طے
جا کے دیکھوں ملک جہاں سیمرغ ہے

جس کا ایسا ابتدا سے حال ہو
کب ملاقی شاہ سے ہوئے کہو

جواب دادن ہدہد

پس کہا ہدہد نے اے پانی مثیت
کیوں بندھی ہے اس وضع پانی سی نیت

کیوں اکڑتی ہے تو زا پانی چڑا
نیں رہا منھ پر ترے پانی ذرا

گند اپنا ہر کوئی پانی سے دھوئے
آب سے تجکو زیادہ گند ہوئے

گھٹ پڑی بندھتی ہی پانی ساتھ دل
گھٹ بڑی تو ہی تو جا پانی سے مل

پاک پانی کی مثل تو جب لگوں
گھٹ ہر پانی کا کب لگن دیکھ گا ہوں

گر نہیں باور تو کرنا ٹک قیاس
کیا گندی پھلی مثل تیری ہے باس

حکایت شخص دیوانہ

اک دیوانہ تھا کوئی سیانے کے گت
کوئی پوچھا اس سی کیا ہے یہ جگت

بولا اس کو یہ زمیں اور یہ فلک
عرش و کرسی آدمی جن و ملک

ایک قطرے کا ہے یہ نقش و نگار
ایک قطرے سے ہوا سب آشکار

ایک بوند پانی سے ہے سب کا جماؤ
ایک بوند پانی سے ہیں ساتوں دریاؤ

کیا زمیں کو آب کے اوپر نگار
نقش کو پانی کے نیں کچھ اعتبار

ہو ویگا یہ نقش اک پل میں خراب
سخت بے بنیاد ہے یہ نقش آب

تو نہیں دل باندھ اپنا آب سوں
کر حذر اس راہ کو اس باب سوں

عذر آوردن کبک

کبک خوش رفتار آیا بعد ازاں
دل سے خرم منھ سے خنداں شادماں

لعل جیسے چونچ جلگ کے نمن
بات کرتے جھڑ پڑیں مکھ سے رتن

ناگہاں پربت سے خوش آیا اُتر
یوں کہا ہدہد سے اے عالی گہر

ہے مری ذرا اصل گوہر سے لگن
عشق میں اس لعل کے ہوں اندن

رات دن مجکو ہے گوہر کی تلاش
راز میرا ہو گیا ہے جگ میں فاش

لعل کی آتش پڑی ہے دل منے
سنگ گل جاتا ہے جس سے پل منے

کیا ہے میری بھوک سو اک دو پتھر
بس ہے میری پیاس کو آب گہر

جب سے گوہر کا پڑا ہے دل میں تاب
رات کو دکھتا مجھے ہے آفتاب

تب سے گوہر ڈھونڈتا ہوں رات دن
کرنا لگتا ہے صبر مجکو کٹھن

اس دنیا میں جسکو ایسا قوت ہو
کیوں نہ موج خون زنا یا قوت ہو

بھاگ گئی ہے بھوک ہور اڑ گئی ہے خواب | دل پڑا ہے کشمکش میں جوں طناب
عشق گوہر کا نہیں ہے جس کسے | وہ مجھے تو چشم بے جوہر دسے
عشق بے جوہر کہو کیا آئے کام | زندگی ناچیز ہے اس کی تمام
میں تو ہوں عاشق گہر کا مست مست | جانتے ہیں مجکو سب گوہر پرست
نیں گہر کے بعد مجکو جستجو | جیب پر میری کا ہے نت یہ گفتگو
غم سوں گوہر کے ہوا ہے مبتلا | جیو نا دل کو روز و شب ہے تلملا
بس ہے مجکو لعل و گوہر کا بیان | ہر گہر اکو بادشاہ لک رہ کہاں
میں کہاں کیا شاہ کا پاؤں وصال | کاں ملے مجھ سیمرغ صاحب جمال

جواب دادن ہدہد

بعد ازاں ہدہد نے بولا بیدرنگ | کس سبب کرتا ہے اتنا خدرلنگ
کس سبب کھاتا ہے تو خون جگر | رنگ جوہر دیکھکر اے بدگہر
کیا ہے گوہر اصل میں سنگیں کہاں | رنگ پر بھولو نہ انکے اے سجان
گر کبھی جاوے نکل کر اس سے رنگ | سنگ سا آخر دسیگا تجکو سنگ

طالبوں کو رنگ پر نیں ہے نظر
جوہری نیں سنگ کو ڈھونڈے مگر

حکایت حضرت سلیمان علیہ السلام

اس جہاں میں ایک یہ جوہر نہ تھا — جو سلیماں کی انگوٹھی پر اتھا

چو طرف جس کا پڑا تھا جگ میں بانک — سو نگینہ اصل میں تھا یاوڈھانک

جب سلیماں پائے وہ انگشتری — آئے سب فرمان میں جن و پری

تخت کئی فرسنگ آ حاضر ہوا — حکم سے انکے چلے نت بر ہوا

بعد ازاں وہ بادشاہ نامدار — دیکھ اُس عظمت کوں یوں کرتے بچار

سب کرامت اس کنکر سے ہے مجھے — جو کہ مانگوں ہوئے حاضر تسے مجھے

گر نہ ہوتا پاس میرے یہ کنکر — کاں سے ہوتا مجکو اتنا کرّ و فر

کیا کروں میں اس کنکر کا اعتبار — نہ دسے مجکو سو ہرگز پائدار

یہ کنکر مجکو تو بے سیوٹ نہ بھائے — نیں جسے سیوٹ سو وو کیا کام آئے

جس کنکر سے اک گھڑی آرام نیں — ملک و لشکر میں بھی اسکے کام نیں

کام میں آوے کسے یہ ملک و مال — دے مجھے یا رب تو ملک لا یزال

پس دنیا کا مال ہور نعمت لٹائیں — آپ اک زنبیل بنکر بیچ کھائیں

باوجود اس خوف کے اس شاہ کو — دولت دنیا نے ماری راہ کو

سب نبیوں سے بہشت میں بن داؤد کے — بعد پانصد سال کے جاویں گے وے

یکنکر اُس شاہ کو ایسا کرے | پس کہو تجکو کبک کیسا کرے

یہ گہر جوں سنگ ہے یوں سنگ نہ ہو | جان جاناں باج کچھ بھی منگ نہ تو

کیا کریگا تو گہر کو بے محب | جوہری کی دل ہیں دھر دایم طلب

عذر آوردن ہُما

بعد ازاں آیا ہما باکر و فر | سایہ جس کا بادشاہوں کا چھتر

بولنے لاگا کہ گو پنچھی ہوں میں | الیچی بھی کس پنچھی کے سار نیں

اصل میں رکھتا ہوں میں ہمت بلند | گوشۂ عزلت میں کرتا ہوں انند

نفس کو اپنے رکھا ہوں خوار کر | تو دیا عزت مجھے حق پیار کر

جانتے ہیں جو ہما میرا ہے ناؤں | پس ہما یوں کیوں نہ ہوئے میری چھاؤں

مثل اسکو سمجھتا ہوں ذلیل | بس ہے مجکو یوں بزرگی کی دلیل

گر فریدوں ہے وگر جمشید شاہ | چھاؤں سے میری ہوئے ہیں بادشاہ

سایہ پرورد ہیں میرے سب ملوک | کب گدا طبعاں سوں ہوئے میرا سلوک

بادشاہاں خوش ہیں میرے نام سے | بادشاہی پائی میری چھاؤں سے

ہے یہ کب سیمرغ کا پیدا مجھے
کس سبب اس کے ہوئے سروا مجھے

جواب دادنِ ہدہد

پس کہا ہدہد نے اے نفسِ غرور
چھاؤں اپنی کر جہاں سے دور دور

کون کہتا صاحب دولت جلال
ہے گتے کے شل تو ہڈ پر خوشحال

نہ پڑو یہ چھاؤں تیری کس پہ آج
کا نکلے ہوتا تجھے اُس ہڈ سے لاج

فرض کیتا میں کہ جگ کے بادشاہ
ہووے تیری چھاؤں سے عالم پناہ

لیکن آخر بادشاہی کے سبب
جا پڑینگے دُکھ منے محشر کے سب

گر نہ ہوتی چھاؤں تیری آہ آہ
کیوں بلا میں جا کے پڑتے بادشاہ

حکایت سلطان محمود

از قضا محمود سلطان کو کنے (محتی نے)
ایک دن دیکھا اگر سپنے منے

پس پوچھا محمود سے رازِ نہاں
کیا ہے اے سلطان تیرا حال یہاں

اُسکو بولا مجکو تو دُکھ دے نہیں
نام سلطان کر کے میرا لے نہیں

بولتے ہیں یوں عبث لوگاں غلط
مجکو ناحق بولتے سلطاں غلط

بولنا سلطاں اسے ہے سازوار
سلطنت ہے جسکی دایم برقرار

میں تو اک بندہ پریشاں ہوں آج
نام سلطان سے مجھے ہے بہت لاج

پھوٹ پڑو یو سلطنت جس کا حساب
جو کہ اب دینے لگا ہے مجھ عذاب

کاشکے دنیا میں ہوتا میں گدا | تا رہتا آرام سے میں یہاں سدا
خاکروبی سب سے بہتر تھی مجھے | نہ چھتر اور تخت یہ افسر مجھے
جا یو جل کر اس ہما کے بال و پر | جن سٹا ہے سایہ میرے سر اُپر

عذر آوردن باز

بعد اُس کے باز آیا سرفراز | پس لگا کہنے کو اپنے دل کے راز
سرزرگی سے ایس کے لاف ما | سروری کی بات کا رکھی کُمہ نے بہار
ہے مجھے تو شاہ کے ہاتھوں سے پیت | مونڈ بیٹھا ہوں آنکھوں کو ہو نصیحت
آج میرا ہے کلاہ داری سو نام | ہاتھ پر شاہوں کے رکھتا ہوں مقام
بسکہ میں محنت کیا ہوں روز و شب | نفس کو اپنے سکھایا ہوں ادب
تا اگر کوئی مجکو اُس شہ سے ملائے | شاہ خدمت کا مجھے شایستہ پائے
میں کدھر سیمرغ کو ڈھونڈتا پھروں | جب بھٹکتا راہ میں کھوں مروں
بس طمع ہے مجکو شہ کے ہات سوں | کیا مجھے درکار ہے اس بات سوں
لاڑ لا سلطان کا جو کوئی ہوے | ہے دیوانہ وہ جو ڈھونڈے اور کوئے

آرزو میری یہ ہے اے ذو وقر
میں رکھوں نت شہ کی خدمت کا ثمر

جوابِ دادنِ ہُد ہُد

پس کہا ہُدہُد نے کا ے دیوانہ باز | کیوں ہوا ہے تو گرفتار مجاز
بادشاہ وہ نیں کہ ایسا اور کوئی | اس خراب آباد میں دنیا کے ہوئی
بلکہ شہ وہ ہے جو ہووے بے مثال | بادشاہی کو نہ اُس کی ہو زوال
بادشاہ وہ نیں جو کوئی گنجھتر نیں | کیوں سو کہنا شاہ اس جب دھیر نیں
بادشاہ تو ہے سچا سیمرغ آج | اور کوئی نیں بادشاہ ہے اسکے باج
نیں ہے اس دنیا کے شاہوں کو وفا | کام اُن کا ہے سدا جور و جفا
ہے جو کوئی اُن کے نیٹ نزدیک تر | ہر دم اس کے جی بہ ہے خوف و خطر
صحبت ان شاہوں کی ہے آتش مثال | الحذر آتش سے اے صاحب کمال
جب اُٹھے آتش وہ ناگہ جیت کر | جل بھسم ہوجاویں پل میں دار و گھر
تو کہیں پوشش پوشش چوبدار | یعنے آگے سے نکل اے ہوشیار

حکایت بادشاہ و غلام

ایک تھا کوئی بادشاہ والا گہر | ہور ہا عاشق غلام اپنے اوپر
سب غلاموں سے اُسے کرتا پیار | جو نہ دیکھے اُسکو تو ہوے بیقرار
لیکن اپنے جیو کے ڈر سے وہ غلام | ہور ہا تھا زرد رنگ اور جان تمام

ایک دن پوچھا اُسے کوئی نیک مرد — کس سبب تو ہوا ہے ایسا زرد

بادشاہ کا تجھ پہ اتنا ہے پیار — اس وضع تو کیوں ہوا ہے زار زار

پس کہا افسوس کھا کر وہ غلام — ہے مجھے یک بات کی دہشت تمام

شاہ میرا چڑھ حویلی پر کہیں — دور سے مجکو کھڑا کر کر کہیں

سُر پہ میرے سیب رکھ تدبیر سے — پس اُڑا دیتا ہے اس کو تیر سے

ہے مجھے اس تیر کا سو جیو میں ڈر — جو مبادا جائے سینے سے گذر

سیب کو لاگے تسلی شہ کو ہوئے — اور مجھے لگ جائے تو بولے کوئے

جیو مرا اس غم سے بیچا پیچ ہے — شاہ کے نزدیک سب تو ہیچ ہے

عذر آوردن بوتیمار

بعد ازیں مسکین نخلہ آئیسا — عذر مسکینی ایس دکھلا گیا

اے عزیزاں ہی مجھے یوں نیز تن — نیں صبر ہے اور نہ گمنا جان و تن

ٹھار ہے خوشتر مجھے دریا کنار — نہ نکالوں مُنہ سے کچھ آواز بھار

بیٹھکر دریا کنارے دردمند — جھک رہتا ہوں جو نکہ غمگین مستمند

آرزو سے نیر کی گھٹتا ہے دل — اے دریغا کیا کروں پھٹتا ہے دل

میں جو دریائی نہیں ہوں جانور — خشک رہتا ہوں لب دریا اپر

گرچہ ہے دریا کو سو سو بھانت جوش
میں نہ کر سکتا ہوں اُس سی قطرہ نوش

عشق اِک دریاؤ کا ہے مجکو بس
اور کسی کے عشق کا نیں مجکو ہوس

ہے یہی غم سم دل منے میرے نہاں
تاب اُس سیمرغ کا مجکو کہاں

جواب دادنِ ہُدہُد

پس کہا ہُدہُد نے سُن اے بیخبر
ہے تو دریا پر نہنگ اِک جانور

آب اُس کا کب ہے شیریں کب ہے تو
جوش اُس کا ٹھیر ہے اور کب ہے زور

حال اُس کا ہر گھڑی ہر طور ہے
دور اُس کا پل منے کچھ اور ہے

چھوڑ اپنا ٹھار آگے آئے کب
پھر جو دیکھو تو پیچھے ہٹجائے کب

کئی عزیزاں کے ڈبایا ہے جہاز
جیو دے ہیں کئی غریباں بانیاز

جائے گر غواص دریا کے بھتر
غم سے ڈر کے دم کو کڑے کھینچکر

جو کبھی دم چھوڑ دے تو آہیں بس
مردہ ہو پانی پہ آوے جوں کہ خس

اُس سے کس کو کچھ وفاداری نہیں
کام اُس کا جز جفا کاری نہیں

جب تلک دریا سے تو نہ بھار آئے
خوف ہے ہوئے جو مبادا ڈوب جائے

وہ تو کب کس یار سے کرتا ہے جوش
ہے کبھی مستی اُسے ہور کب خروش

وہ تو اپنا ڈھونڈھتا ہے کام دل
پائیگا تو اس سے کب آرام دل

حکایت شخصے کہ با دریا سوال کرد

جا کے پوچھا بحر کو کوئی حق شناس ‏ ‏ کیوں ترا نیلا ہے اے دریا لباس

پس دیا اُس مرد کو دریا جواب ‏ ‏ ہے فراق رب سے مجکو اضطراب

چونکہ نامردی سے ہوں میں مرد راہ ‏ ‏ نیل سے کپڑے رنگا ہوں میں سیاہ

خشک لب بیٹھا ہوں تو مدہوش میں ‏ ‏ عشق کی آتش سے ہوں پُرجوش میں

اس کی امرت کا بھرا پاؤں اگر ‏ ‏ ایک بوند پانی سے ہوتا ہے امر

ورنہ مجھ سے کئی ہزاراں خشک لب ‏ ‏ راہ میں مرتے ہیں اسکی خشک لب

عذر آوردن چغد

چلا آیا چغد پیش مجنوں کے زمن ‏ ‏ پس کہا جو مجھ ہے ویرانہ وطن

گرچہ میں دیکھا کہیں آباد گاؤں ‏ ‏ میں جمعیت کو نہیں پایا ہوں وو ٹھاؤں

جو کہ مانگے جمعیت اُس دور میں ‏ ‏ ہے اسے حاصل خرابی طور میں

تب خرابے کو کیا ہوں اختیار ‏ ‏ اس خراب آباد میں پڑا ہوں ٹھار

ہے ازل سے دل میں میرے عشق گنج ‏ ‏ عشق کی خاطر ہوا ہوں رنج سنج

گنج کی آتی ہے ویرانے میں باس ‏ ‏ تو پکڑ بیٹھا ہوں میں اس ٹھار آس

عشق سیمرغ تو افسانہ ہے ‏ ‏ کون اُس کے عشق میں مردانہ ہے

میں نہیں ہوں مرد اُس کے عشق کا — عشقِ گنج ہیگا مجھے آخر بجا

جوابِ دادنِ ہُدہُد

پس کہا ہُدہُد نے اے سودائے گنج — فرض تجکو کر دیا میں پائے گنج

کر و فن کا چپ نکو کر یو سخن — میں سمجھتا ہوں ترا سب کر و فن

چھوڑ تج اپنی ہوس لے ہو رانگے چل — گر چلیں گے جانور تو توں بھی چل

عمر کی تو عشق میں اس کے تمام — عمر گئی پھر وہ تجھے کیا آئے کام

کفر ہیگا عشقِ گنج و عشقِ زر — گر نہیں آذر تو زر کو بت نہ کر

ہے عبادت زر کی آخر کافری — ہو نہ تو زر کے بدل جیوں سامری

جسکے دل میں عشقِ زر کرتا ہے دخل — صورت اُسکی ہووے محشر میں بدل

حکایت مردے کہ سبوئے زر زیر زمین دفن کردہ

اک سبوئے زر کا رکھا تھا کسی نے گاڑ — پس چھپا اک روز وہ دنیا کی آڑ

سال کے بعد از مگر اُس کا پسر — خواب میں دیکھا کہ روتا ہے پدر

گھُس کی صورت ہو کے پھرتا ہے وہاں — گاڑ کر زر کو رکھا تھا وہ جہاں

پس کیا فرزند نے اُس کو سوال — کیوں تو پھرتا ہے یہاں بے حال

پھر کہا یہ گھُس کی صورت ہے تو کیوں — اس کہا جس زر کی الفت ہوئے جیوں

صورت اسکی کر تو میری سی شناس　　　پند سن لے اے پسر مجھ باپ پاس

عذر آوردن صعوہ

بعد ازاں آیا ممجن زار و نزار　　　سر سے پا لگ مثل آتش بیقرار

راز دل اپنے لگا ہدہد سے یوں　　　میں چلوں سیمرغ تک تجھ ساتھ کیوں

میں تو ایسے ٹھاڑ کا ہوں جانور　　　نہ پڑے بازو کو ملنا زور پر

بسکہ ہوں جیونٹی سا سست و ناتواں　　　کس طرح سے چل کے میں جاؤں وہاں

تجھ سوں عالم اک جہاں فائق ہووے　　　وصل اُس کا کب مجھے لایق ہووے

میں جو چاہوں اُس طرف جاؤں گر　　　موت آوے رہ میں یا جل جائیں پر

بس ہے پانی کے کوئیں میں مجکو ڈھاو　　　تا میں اپنے یوسف معنی کو پاؤں

میں کوئیں میں گم کیا ہوں اے عزیز　　　یوسف اپنا صاحب عالی تمیز

گر سیٹر تا ہے مرا یوسف مجھے　　　دل خوشی کی بات کیا کہوں میں تجھے

آسماں سے جا لگے میرا دماغ　　　آرزو کا دل سے دھو یا جاے داغ

جواب دادن ہدہد

پس کہا ہدہد کہ یہ تیری خوشی　　　پھر دکھاتی ہے تجھے صد سرکشی

مکر و فن سے چپ نہ کر تو یہ سخن　　　میں سمجھتا ہوں ترے سب مکر و فن

چونچ اپنی موندھ لے ہو راہ کے چل ۔۔۔ گر چلینگے جانور تو تو بھی چل

گر ہو ویگا فی المثل یعقوبؑ تو ں ۔۔۔ تا ملے گا تجکو یوسف اے زبوں

آگ غیرت کی ہے جلنی یاں مدام ۔۔۔ عشق یوسف کا ہے عالم کو حرام

حکایت حضرت یعقوب علیہ السلام

جب پڑے یعقوبؑ یوسفؑ سے دور ۔۔۔ سب گنوائے چشم کا رُو رُو کے نور

مارتا تھا موج چک سے بحر خوں ۔۔۔ ہو رہا تھا دور یوسفؑ سے زبوں

بعد ازاں جبریلؑ آکر یوں سُنائے ۔۔۔ گر زباں پر نام یوسفؑ پھر کے لائے

نام تیرا انبیا سوں جائے گا ۔۔۔ مرسلوں میں تو مکاں نیں پائیگا

جبکہ آیا امر حق کا اس وضع ۔۔۔ صبر کر آگے چلا بر رہ رضا

نام یوسفؑ جو زباں پر تھا مقیم ۔۔۔ سو محبت سے ہوا دل کا ندیم

ایک شب یوسفؑ کو سپنے میں دیکھا ۔۔۔ جو مانگے اپنے آگے لینے بلا

یاد آیا یونہی پھر امر آلہ ۔۔۔ بعد ازاں چپ رہ کے ماری ایک آہ

جب اُٹھے وہ خواب سے ہو کر جدا ۔۔۔ آئے پھر جبریلؑ کہتا ہے خدا

نام یوسف نیں لئے تو کیا ہوا ۔۔۔ آہ کا تو یک الم پیدا ہوا

جانتا ہوں میں تمھاری آہ کو ۔۔۔ آہ سوں توڑے ہے اشتباہ کو

عذر آوردن جملہ جانوراں

بعد ازاں سب جانور آتے چلے
عذر کئی کئی بھانت کے لاتے چلے

ہر کسی کو عذر ہر اک دھات کا
سر نہ سیوت پائے کوئی جس بات کا

گر کہوں میں تجکو ہر اک بات باز
داستاں معنی کی ہوتی ہے دراز

ہر کسیں کو جب ہوا یہ عذر لنگ
مل سکے کیونکر کہ وہ عنقا کے سنگ

جس میں ہمت کا نہ ہو ذرہ نشاں
وہ کہو سیمرغ لگ جاوے کہاں

مرد ہونا سخت اس رستے منے
درد چاہے عشق کا ہر اک منے

جب نہیں ہے دل کو تیر نے زور تاب
کیوں سکیگا دیکھ تو وہ آفتاب

ایک قطرہ آب میں جب ڈوب جائے
تھاک دریا کا کہو تو کیونکہ پائے

لائق درگاہ مرد خام نیں
وہاں کسی ناپاک رو کا کام نیں

سوال کردن جملہ مرغاں

سب طیوروں نے سنی یہ قیل و قال
تب کیئے ہدہد سے مل کر یوں سوال

ہیں ہمیں تو سب ضعیف و ناتواں
بے پر و بال اور بے جسم و جاں

کس طرح ہم جا سکیں سیمرغ لگ
کوئی گیا تو اس سے حیرت پایا جگ

کیا ہمیں ہے اس سے نسبت اے فلاں
ہم کہاں اور پاک ذات اسکی کہاں

کچھ بھی نسبت ہم کو ہوتی اُس طرف — گر زیادہ کم بھی رغبت اس طرف

وہ سلیماں ہم سو جیوں چیونٹی ضعیف — وہ لطیف و پاک ہو رہم سب کثیف

ہم پڑے ہیں چاہ میں چیونٹی مثن — ہے مکان سیمرغ کا مثل گگن

بادشاہی کیوں کرے گا وہ گدا — پیٹ بھر کھایا نہیں جس نے سدا

کاہی مبارک تجکوں تاج سروری — پیشوائے راہِ ملکِ رہبری

جواب دادن ہُد ہُد

پس کہا ہُد ہُد کہ اے بے حاصلاں — عشق کے لایق نہیں تم کا ہلاں

کیوں لئے ہو اس وضع بے ہمتی — بولتے ہیں لاج تم کو یک رتی

مرد ہونا عاشقی کے فن منے — عشق نامردی سے کہو کیونکر بنے

جسکو ہے کچھ بھی پچھانت عشق کی — غیر سے رکھتا ہے غیرت عشق کی

عشق جسے ایک دل ایک راز ہے — خوش ہوس اس راہ میں جانباز ہے

جب اُٹھاتا ہے وہ سیمرغ نقاب — تب چمکتا منھ ہے مثل آفتاب

ڈالتا ہے سایہ اپنا خاک پر — پھر کے اس سایہ پہ کرتا ہے نظر

بس جناور اس جہاں کے سر بسر — سایۂ سیمرغ ہیں سن بے خبر

جب معما تجھسے سمجھا جائے گا — نسبت اُس حضرت سے اپنی پائیگا

جب تو یوں سمجھا ہے کہہ تا ملاش — پس نہ ہرگز کر تو اپنا راز فاش

جو ہوا یوں اُسکو مستغرق سمجھ — کفر ہے گر تو کرے گا حق سمجھ

وہ حقیقت مذہب گمراہ ہے — بولتے ہیں وہ کسے دیوا و تارہے

گر تو سمجھا ہے اپس کو سایہ گر — نیں ملامت ہے تجھے اے بہرہ ور

گر نہ ہوتا جگ میں سیمرغ اے فلاں — تو نہ ہوتا سایہ اور نام و نشاں

گر تجھے دیدہ نہیں سیمرغ بیں — دل ترا جیوں آرسی روشن نہیں

جو کہ اس عالم منے پیدا یہ ہے — اوّل اُس کا اس جہاں میں سایہ ہے

جب کوئی نیں دیکھ سکتا وہ جمال — آرسی پیدا کیا ہے ذو الجلال

کیا ہے وہ آئینہ میں تجکو کہوں — دل ترا ہے دیکھ اس میں اپنا موں

حکایت بادشاہ صاحب جمال

ایک تھا کوئی بادشا صاحب جمال — حُسن کے عالم میں وہ تھا بیمثال

مصحف اسرار محبوبی اتھا — حُسن اس کا آئینہ خوبی اتھا

کس کو طاقت ہے کہاں کس کی مجال — جو کہ دیکھے آنکھ بھر اُس کا جمال

حُسن کا اُس کے جہاں میں غل پڑا — عقل کے دامن سے مایہ کھُل پڑا

جب نکلتا تھا کہیں ہو کر سوار — مُنھ پر اپنے ڈالتا برقع سنوار

پس وہ برقع پر جو کوئی کرتا نگاہ — سر کو اپنے کاٹتا وہ بے گناہ

نام اُس کا گر زباں سے کوئی لے — کاٹکر وہ جیب اپنی پھینکدے

کوئی رکھتا گر خیال وصل یار — پھاڑ دیتا کر گریباں تار تار

ناگہاں جو اس کو دیکھے کوئی گر — کاٹ ڈالے اُس گھڑی وہ اپنا سر

ہے عجب جو دیکھکر مرنا اُسے — زندگی سوں بہتر و خوشتر اُسے

کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ جس میں — جو نہ مرتے تھے ہزاروں پاک دیں

ناصبوری کس کو اُس کے باج آئے — نہ کسی کو دیکھنے کا تاب لائے

یونہی مرتے تھے طلب اسکی سبب — در حضوری بے حضوری صد عجب

دیکھنے کا تاب گر ہوتا کسے — منہ اپنا آ دکھاتا شہ اُسے

لیکن اُس کے دیکھنے کا کس کو تاب — تُنکے اسکو خلق ہوتا بہرہ یاب

جب نہ تھا کوئی مرد اس دیدار کا — تب کہا یوں شہ کرشمہ یکبار کا

روبرو اپنے حویلی کے سنوار — بیٹھ سے آئینہ کیتا استوار

جب کسے دکھلائے اپنا شہ جمال — عکس اپنا آئینہ میں باکمال

خلق و عالم آئینہ وہ دیکھکر — شاہ کی صورت سیتے ہووے بہرہ ور

کیا ہے وہ آئینہ اے فکرت شعار — دل ہے تیرا دیکھ دل میں روئے یار

دل کو روشن کو جمال یار دیکھ جیو جلا دل کو جلاے یار دیکھ

بادشاہ میرا ہے جھاڑی پر بلند جس سے روشن ہے حویلی سربلند

بادشاہ اپنے کو دل میں دیکھ تو عرش کو ذرہ میں پنہاں دیکھ تو

ہے جیسے اس جگ میں ہستی کا لباس سایۂ سیمرغ ہے اے حق شناس

سایہ میں سیمرغ سے ہرگز جدا گر کہیگا تو جدا تو نیں روا

ایک ہیں دونوں و لے تو ایکبار چھوڑ دے سایہ کو ڈھونڈ لے اصل یار

گم نہ تو سایہ میں ہوا ے بو العجب گر تجھے سیمرغ کی کچھ ہے طلب

ہو ویگا جب دل کو تیرے فتحباب پائیگا سایہ منے کئی آفتاب

سایہ جب خورشید میں گم پائیگا تو آپ ہی خورشید ہو کر آئیگا

حکایت سلطان سکندر کہ بلباس قاصد نزدیک بادشاہی میرفت

جیوں کہ او تھا سکندر شہ قبول بھیجنے چاہے اگر او کیں رسول

تو رسولوں کی مثل شاہ جہاں کر لباس آپ ہی اس کا جاتا وہاں

بعد ازاں کرتا پس مطلب کو پیش سن کہا ہے شہ سکندر اس روش

کوئی نہ سمجھے اس کو ہر گز ہے کہ یو ہے سکندر بادشاہ راز جو

آشنا بھی نیں اُسے تھا جانتا بے پہچانت اسکو کیوں پہچانتا

اِس طرح ہر دل میں رہ اُس شاہ کو ۔۔۔ لیک نیں ہے راہ دل گمراہ کو

حکایت مرض ایاز و عیادت سُلطان محمود

ناگہانی جب ہوا رنجور ایاز ۔۔۔ پس پڑا خدمت سے شہ کی دور ایاز

یہ خبر سنکر وہیں محمود شاہ ۔۔۔ ایک خادم کی طرف کر کر نگاہ

جا تو کہہ نزدیک تر حالِ ایاز ۔۔۔ بول اُس کو یوں کہ اے شہ نواز

بسکہ میں تجھ قرب سوں گر دور ہوں ۔۔۔ غم سوں تیرے رنج کے رنجور ہوں

جب سے تو رنجور ہے اور میں بھی ہیں ۔۔۔ جا نتا نیں تو کہ میں ہوں پاک ہیں

گرچہ تن میرا ہے دور اے ہمنفس ۔۔۔ جیو مرا مشتاق تیرے پاس بس

کاں لگی کس بد نظر کی تجھ نظر ۔۔۔ جو کیے ہے تجکو بیماری اثر

بولا یوں کر بس کہا خادم کو جا ۔۔۔ جلد جا جیوں برق اور باراں ہوا

گر نہ کیں تو راہ میں یکدم درنگ ۔۔۔ نیں تو ہو گی زندگی تیری بتنگ

یونہیں خادم اُٹھ چلا مانند باز ۔۔۔ زود آیا پل میں نزدیک ایاز

دیکھتا کیا ہے کہ سُلطان اُس کنے ۔۔۔ ذوق سے بیٹھا ہے خوش تن تاں منے

ہور ہا خادم ایس کے دل میں دنگ ۔۔۔ میں تو آیا دوڑتا تھا بیدرنگ

شاہ تو کس باٹ سے آیا یہاں ۔۔۔ وا دریغا موت آئی ناگہاں

پس کہا جیو سے نرا سا ہو کے وہ   کاے شہنشاہ کر تو باور یا نکو

میں تو آیا راہ میں کہیں نہ اٹک   شہ ابھی کس واسطے آئے جھٹک

پس کہا شہ نے کہ اے خادم کہاں   جانتا ہے تو سری راہ نہاں

ہے مجھے اسکی طرف اک چور باٹ   جس سیتی میں آتا ہوں پل میں اوکاٹ

ہر گھڑی آتا ہوں میں چوری سے یہاں   تا خبر کس کو نہ ہووے در جہاں

چور رستے کی طرف سے رہ مجھے   سو نہیں معلوم کس کو یا تجھے

حق تعالیٰ کی یہی ہے چور باٹ   سو وہ دل کے ہے بہت نزدیک گھاٹ

گر طلب کرتا ہوں باہر سے خبر   بیخبر ہیں اس سے باہر اور بھیتر

جب تلک باہر سے میں بیگانہ ہوں   گھر میں جب میں جاؤں تب ہمخانہ ہوں

سخن گفتن مرغان بہ ہدہد

جب سنے پنکھیوں نے ہدہد کے سخن   فہم کیتے رمز اسرار کہن

سب کو ہوئی سیمرغ کی محبت درست   سب کو جانے کی ہوئی ہمت درست

سب یہ باتیں سنکے آئے راہ پر   سب ہوئے ہمدرد ایس میں سراسر

بعد ازاں پوچھے کہ اپنے درمیں ہیں   کس طرح یہ جاویں چل وادی ہیں

شاہ کا تو ہے سچا عالی مقام   جا کے یہ پہنچیں ہم ضعیفاں کیوں تمام

جواب دادن ہُدہُد

ہُدہُد رہبر نے بولا بعد ازاں — عاشقاں رکھتے نہیں پروائے جاں

جو کریگا ترکِ جاں عاشق ہے وہ — خواہ زاہد ہے ویا فاسق اچھو

دل ترا دشمن ہے جی کا جی سے ٹھاٹ — آن جیکی چھوڑ دے آساں ہے باٹ

جیو تو رہیگا ہے اٹک جیو کر نثار — کھول دیدہ دیکھ لے دیدار یار

گر تجھے بولیں کہ ایماں چھوڑ دے — گر کہیں تجکو کہ تو جاں چھوڑ دے

تو وہیں یکبارگی دونوں کو چھوڑ — جان ہور ایمان سے مُکھ کو موڑ

عاشقوں کے ہیں یہ برتر دو مقام — عشق کو نیں کفر اور ایمان سے کام

آگ سے عاشق کے سب عالم جلے — دم نہ مارے سر پہ گر آرا چلے

دردِ خونِ دل ہے لازم عشق کا — قصۂ مشکل ہے لازم عشق کا

عشق تو بے پردہ ہونا پردہ سوز — پردہ جان ہو جان کھونا پردہ سوز

عشق کا ذرّہ دو جگ سے خوبتر — ذرّۂ عشاق کا محبوب تر

عشق مغز کائنات آیا ہے جَم — نیک نیں ہے عشق بے درد و الم

قدسیوں کو عشق ہے اور درد نیں — درد کے بن آدمی کوئی مرد نیں

عشق میں جس کا قدم ثابت ہے وہ — کفر اور اسلام سے گذرا ہے وہ

عشق لا کر کفر میں ڈالے مجھے — کفر راہ فقر دکھلاوے مجھے

کافری سے عشق کو خویشی سنو — کافری سے مغز درویشی گنو

جب تجھے نہ کفر نہ ایماں رہے — نہ ترا یہ تن رہے نیں جاں رہے

ہووئیگا تب مرد تو اس کام کا — مرد اس اسرار کے پیغام کا

رکھ قدم مردوں مثل ہو ر ڈر نہ تو — کفر و ایماں کی تو پروا دھر نہ تو

یوں ڈریگا کب تلک طفلوں نمن — ہو انگے جوں تیر مرداں جان من

ناگہاں گر تجھ پہ کچھ او کل کھڑے — ڈر نہ تو مردوں اوپر مشکل پڑے

حکایت شیخ صنعاں رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صنعاں تھے عجب صاحب قدم — وصف انکے جو کروں سو ہوے کم

تھے مکہ میں گھر پکڑ پرساں پچاس — چار سو انکے مریداں عام و خاص

جو مریدان کا اتھا سو روز و شب — بے ریاضت ہو گئیں آسودہ کب

صاحب علم و ادب تقوی شعار — شیخ وقت و مقتدائے روزگار

حج بجالائے تھے وہ دو بیس دس — عمرہ عمرہ میں کئے تھے صرف بس

حد سے گذرا تھا نماز و روزہ وہیں — کوئی سنت رہ گئی تھی سو نہیں

دین کے اسو فتنہ جو کوئی تھے امام — دیکھ ان کو رہتے بیخود مدام

کسب اور کشف و کرامت میں توی — صاحب اسرار مرد معنوی

زہد میں تھا صرف ان کا روزگار — رات کو وہ جاگتے دن روزہ دار

گرچہ اُن کے پاس کوئی بیمار آئے — دم سے ان کے تندرستی پل میں پائے

خلق کو غم ہور شادی میں مدام — معتقد اس حال میں تھے والسّلام

ناگہاں سمجھے ایسی اصحاب جوں — یونہی دیکھے رات کے تیں خواب کوں

وہ امیں ہیں روم میں ہور بت کو یک دیکھ — سجدہ کرتے ہیں سمجھکر کام نیک

جو یوں دیکھے خواب بیدار جہاں — حیف کیا دل میں کہے اے دوستاں

سخت مشکل مجکو اب پیش آئی ہے — جیو مرے پر یہ بلا کیا آئی ہے

نیں سمجھ اس غم سے تو کیوں جان بچے — سہل تر ہے جان اگر ایمان بچے

اس وضع ہے کس کو مشکل در جہاں — جو پڑی ہے دل میں میرے ناگہاں

گر یہ مشکل یہاں جو ہووے مجھ پہ حل — نیں تو میری جان پر ہے کچھ خلل

در نہیں کھلتی یہاں کچھ یہ گرہ — خوف ہے وہاں کا مجھے بیشک و شبہ

پس مجھے تو روم کو جانا بھلا — عاقبت کا غم مجھے کھانا بھلا

جا کے دیکھوں اس خواب کی تعبیر کو — خواب کی تعبیر سے تقدیر کو

بعد ازاں پھر وہیں کیئے عزم سفر — چار سو لے سنگ مریداں معتبر

جب کہ پہونچے روم کو تو وہ ناگہاں یک حویلی پر جو دیکھیں تو وہاں

گلبدن اک پاک صورت رشک حور دلبری کے آسماں پہ جیوں ہے سورج

دخترِ ترسا و نورانی صفت دین روح اللہ سے ہے معرفت

رشک کھا کر سور اُس رخسار کا ہو رہا تھا زرد عاشق سار کا

گر جو دیکھے اسکو زاہد ہووے مست کیا عجب جو ہووے پل میں بت پرست

نین اُس کے فتنۂ عشاق تھے دو بھواں خوبی میں اُس کے طاق تھے

جس نے دیکھاں زلف کافر کا کیا جانوا اپنے گلے میں دو لیا

زلف مشکیں پیچ لیکن تابدار منہ سو آتش پارہ آب دار

بات کو تو اس دہن میں راہ نہیں جو دہن بولا سو وہ آگہ نہیں

تنگ سوزن کے ناکے سے وہ دہن لب منے اعجاز عیسیٰ کے من

آرزو وہ نوش لب کا جس کو آے پاؤں رکھتے راہ میں وہ جی گنوائے

بوالعجب سیمیں زنخداں کا کوا جا پڑا جو اس کوئیں میں سو موا

کئی ہزاراں جانِ عاشق دردمند مثلِ یوسف ہو رہے تھے پائے بند

بال سر کے برقعۂ خورشید تھے موئے گالوں کے مگر اک بھید تھے

رو منور تھا مثلِ خورشید و ماہ تس پہ برقع سایۂ زلفِ سیاہ

جب نکالے لکھوں برقع منہ سے ‏ ‏ ‏ باندھ ڈالے شیخ کو زنار سے

گر کسی کو اسکی لٹ شکیں کرے ‏ ‏ ‏ روم کو ایک بارگی پُر چیں کرے

جبکہ وہ برقع الٹ ڈالا نگار ‏ ‏ ‏ شیخ کے دل کو کیا اپنا شکار

گرچہ شیخ اپنی نظر کر دے تلے ‏ ‏ ‏ دل ہوا سینے میں لیکن خار خار

عشق کی آتش اٹھی دل سے بھڑک ‏ ‏ ‏ عقل کا مایہ گیا پل میں سرک

بود تھا وہ ہو گیا نابود سب ‏ ‏ ‏ خانۂ دل ہو رہا پُر درد سب

خود سے بیخود ہو گنوائی خود بشکل ‏ ‏ ‏ ہاتھ سے جا گر پڑے پاؤں نکل

عشق نے دیں سے لیا جاں توڑ کر ‏ ‏ ‏ زلف نے کافر کی ایمان لوٹ کر

عشق نے کی جان و دل پر گھات سو ‏ ‏ ‏ جان اور دل سے رہے بے آمن ہو

پس کہے جیو دیں گیا تو دل بھی جاؤ ‏ ‏ ‏ جان پر آفت جو کچھ آوے سو آؤ

جب مریداں انکو دیکھے اس وضع ‏ ‏ ‏ کوئی نہ سمجھے کیا ہے یہ سِرِّ قضا

سر بسر اس کام میں حیراں ہوئے ‏ ‏ ‏ فکر و غم سے جیو سرگرداں ہوئے

پند کرتے سو نہ تھا کچھ سودمند ‏ ‏ ‏ عشق کو کب سودمند آتا ہے پند

پند کوئی دیتا تو کر جاتے گلا ‏ ‏ ‏ جانتے اُس پند کو جیو کی بلا

پند کو دیوانہ کب خاطر میں لائے ‏ ‏ ‏ درد درماں ہو ز درماں کیونکہ پائے

یوں ہے تجھے درد و غم سے بیقرار
چک پچھے سے لا رہے تجھ منہ پیا

جب سیاہی رین از پردۂ سیاہ
بھار آتی جیونکہ ظلم دود و آہ

گھن پہ تاروں کے لگے روشن چراغ
شیخ کے دل کو ہوا ہے تازہ داغ

عشق اُن کا ایک جا کر سو ہوا
شوق سینے میں گرہ جو جو ہوا

دل کو اپنے ہور عالم سے اٹھائے
غم سے ہور ماتم سے سر پر خاک ڈھائے

ایکدم میں نیند تھی میں تھا قرار
دل تڑپتا تھا چشم روتی زار زار

بس کہے اُس دن کہ گویا روز میں
یا مگر شمع فلک کو سوز میں

میں کئی شب تھا ریاضت میں میاں
رنج دیکھا ولیکن یہ نہیں

شمع کی سوزش ہے مجکو خواب آج
نیں کلیجے میں رہا ہے خون آج

روز و شب ہوں آگ کے شبخون میں
پاؤں سے سر لگ ڈبا ہوں خون میں

نت جلن میں مجکو ڈالے جیوں شمع
دن کو مارے شب کو جالے جیوں شمع
(جلائے)

شب کو ہر دم مجھ پہ یہ شبخون ہے
جانتا نیں روز میں کس گون ہے

جنکو ایسی رات دن روزی رہے
کام اُن کو با جگر سوزی رہے
(طرح)

روز و شب دیکھا ہوں میں کئی کئی جلن
لیک دیکھا غم کو نیں اس شب منن

نیں ہے یہ شب آج کی ہے داد آہ
بلکہ روز غم ہے میرا دل سیاہ

کیا مجھے اول سے در روز ازل — لائے ہیں دنیا میں اس شب کے بدل

نیں سمجھ پڑتے مجھے اس شب کے راز — زلف سے ترسا کے جو ہوئی ہے دراز

کیا کہوں یہ کس علامت کی ہے رات — یا مگر روز قیامت کی ہے رات

اس شمع کب لگ رکھوں میں پیچ و تاب — صبر کاں ہے کیا کروں میں پیش آب

عقل کاں ہے تا رکھوں دل اپن سنبھال — علم کاں تو عقل کا پکڑے دنبال

بخت کاں ہے تا مددگاری کرے — مجکو میرے کام میں یاری کرے

ہاتھ کاں تا سر پہ اپنے خاک بھاؤں — پاؤں کاں تا یار لگ میں چل کے جاؤں

چشم کاں ہے تا کہ دیکھوں روئے یار — یار کاں ہے تا کہ ہووے سازوار

روز کاں ہے تا کہ او زاری کروں — ہوش کاں ہے تا خبرداری کروں

عقل گئی اور علم بھی اور صبر بھی — یک بیک یارب نکل کر گئے سبھی

نہ صبوری ہے مجھے نہ وصل یار — کچھ عجب ہے عشق کا یہ کاروبار

بعد ازاں سب یار دلداری کو آئے — شیخ کا غم دیکھ غمخواری کو آئے

ایک نے بولا کہ اے روشن گہر — چھوڑ دے وسواس اٹھکر غسل کر

شیخ نے بولا کہ اے صاحب نفس — غسل مجکو آج ہے خون دل بس

بھی کوئی بولا کہ اے تسبیح خواں — ہے تمہاری آج وہ تسبیح کہاں

شیخ بولے کام کیا تسبیح سے
میں نہ رکھتا ہوں گرہ زنّار سے

پھر کوئی بولا کہ اے پیر کہن
توبہ کر اس بات سے سن لے بچن

شیخ نے بولا کہ میں تو بارہا
ننگ اور ناموس سے توبہ کیا

پھر کوئی بولا کہ اے دانائے راز
چل شتابی یہاں سے اور اب کر نماز

شیخ بولے کہاں ہیں محراب بھواں
جو نماز اپنی گذاروں جا کے واں

پھر کنے بولا کہ کب لگ بات یو
اُٹھ خدا کو سجدہ کر اے نیک خو

شیخ بولے یوں کہ وہ بت ہے کہاں
جو اُسے سجدہ کروں جا کے وہاں

پھر کہا کس نے پشیمانی نہیں
یک ذرہ تجکو مسلمانی نہیں

شیخ بولے میں پشیماں ہوں سو ہوں
جو اول ہی تیں ہوا ناحق سو کیوں

پھر کوئی بولا کہ شیطاں راہزن
راہ کا تیرے ہوا ہے سن سخن

شیخ بولے راہزن شیطان ہے تو
جا کہو یک بارگی صد بار ہو

پھر کوئی بولا کہ میں یہ کچھ عجب
جو گئے گمراہ تم نے خلق سب

شیخ بولے کیا مجھے ناموس و ننگ
شیشۂ ناموس پر مارا ہوں سنگ

پھر کوئی بولا کہ یاران ناتمام
ہے مدعی تم سب سے اور بیدل تمام

شیخ بولے جانتا ہے سب جہاں
جو ہوا کافر اسے یاراں کہاں

پھر کے یوں بولے کہ او ترسا نگار
خوش اگر ہے تو کہو اس سات یار

پھر کنے بولا کہ سن اے نیک ذات
جائیں ہم کعبے کو مل سب آج رات

شیخ بولا کعبے میں تو دیر ہے
جان مرے لگ کا گذر وہاں سیر ہے

جب سخن کس کا ہوا نیں کارگر
سب رہے آخر عزیزاں ہار کر

دل منے کرنے لگے سب ہائے ہائے
جو نہ جانیں عاقبت کیا پیش آئے

جب یہ ترک روز لے تیغ و سپر
ہندوئی شب کا سٹا سر کاٹ کر

روشنائی کا ہوا جگ میں ظہور
جوش کھا کر ٹل گیا بارے سوں سور

شیخ نیں بیٹھے تھے وہاں اُٹھ چل گئے
آئے اپنے یار کی بھاڑی تلے

خاک کو چیکے اُٹھا کر سر پہ ڈال
کر سٹے تن کو اپس کے خاک ال

مُنہ کو اپنے جوں سناسی لا بھبوت
دل سے دیتا توڑ کر کپڑے سکوت

ایک مہینے لگ رہے اس ٹھار وہ
بیخور و بے خواب بے دلدار وہ

عاقبت بیمار ہو مرنے اڑے
تن سے طاقت جا کے بے طاقت پڑے

بعد ازاں انجان ہو کر وہ نگار
شیخ کے نزدیک آیا آپ بار

بات یوں کرنے لگی ہنسیں سہج
کیا سبب بیٹھا ہے یہاں آ کے بے سہج

کب کریں اے شیخ فانی خود پرست
زاہداں ترسا کے کوچہ میں نشست

شیخ بولے کچھ نہ مانو تم برا　　لے گئی ہے تو میرا دل چرا

اے بت ترسا نکر ترسا مجھے　　دل الیس کا دے نہ پھر ترسا مجھے

یا مرا دل مجکو دے یا مجھ سوں مل　　نئیں تو میں یاں ہو رہا ہوں پا بگل

اے جفا جو ناز میں ترشی نہ کر　　آ مرے سینہ سے لگ دوری نہ کر

دل دیا ہوں میں تجھے اے سنگدل　　بندہ اپنے لطف سے مجھ سنگدل

اے چمن آرائے سرو تو نہ سال　　آ مرے بر میں مجھے اب کر نہال

دور کب لگ آہ متی انکھوں میں بیٹھ　　دیکھ درد دل مرے سینے میں بیٹھ

نہ مرے دل کو ہے نہ سینے میں چین　　دل ہے پر غم دیدہ پرنم دن و رین

کیا کروں کاں جاؤں بولوں کس کنے　　نہ مرا دلبر ہے نہ دل مجھ منے

بسکہ تیرے غم سے اے دلبر نگار　　دل گنوا کر ہو رہا ہوں خاکسار

ہوئے گر سر فراز اس خاک کو　　خاک سے پہونچا مجھے افلاک کو

بعد ازاں جسکو کہی وہ مست ناز　　اے بوڑھے بیہوش اے پیر گنوار

سہو ہوا ہے اب ترا کافور سا　　فکر کر جا تو کفن ہور گور کا

گر ترا دم سرا جوں کافور ہے　　عشق کی گرمی سے تو معذور ہے

تو تو اپنی قوت کا محتاج ہے　　گر تجھے روٹی ملے تو راج ہے

کاں تو میرے وصل کی شاہی کو پائے — میں کہاں اور تو کہاں ای دو ادائے

شیخ بولے تو نہ ایسی بات کر — ہو رہا ہوں میں تو تجھ گل کا بھنور

عاشقی کو کیا بوڑھا اور کیا جواں — کیا گدا کیا بادشاہ کیا کامراں

عشق کا جب دل منے ہووے گزر — کر دکھاتا ہے اپس کا واں اثر

پس کہی وہ گر تجھے میری ہے چاہ — تو مسلمانی سے اپنی ہاتھ جھاڑ

جو نہیں ہم رنگ اپنے یار کا — راز داں نیں عشق کے اسرار کا

شیخ بولے جو کہے سو میں کروں — مر کہے تو ترت اس ساعت مروں

میں تو ہوں تیرے کہے میں اے نگار — خواہ مرا جیو بچالے خواہ مار

بعد ازاں بولی کہ اے مرد تمام — مرد گر ہے تو تو کر یہ چار کام

سجدہ کر بت کو جلا قرآن کو — پی شراب اور چھوڑ دے ایمان کو

شیخ نے بولا کہ پیتا ہوں شراب — جو یہ باتیں تین ہیں سو بیجاب

پس کہا اس حور نے منہ لال ہو — ہو ویگا آپس سے تیرا سب یہ خو

پس کہی آ چل شراب لعل پی — ہو ویگا آپس سے تیرا سب یہ جی

اٹھ چلے پس شیخ اس کے سنگ ہو — تا مغاں کے دیر تک چل آئے دو

دیکھتے کیا ہیں تو مجلس ہے عجب — دل سے اس کے مجلسی سرخوش ہیں سب

شیخ گئے سے سب معاش واں ہوئے — یہاں مریداں نڑا اور افغاں ہوئے

عشق کی آتش نے لیگئی آب شیخ — زلف ترسانے کیئے بیتاب شیخ

جبکہ دلبر لائی مے کا جام بھر — شیخ خوش وقتی سے ہو گئے بیخبر

سر بسر اپنا گنوائے عقل و ہوش — بیخود و بیہوش کر دیا جام نوش

جب ہوا ایک جا شراب عشق یار — شوق یک جا آ ہوا چندیں ہزار

دیکھ اُس کے نوش لب کا نوش خند — ہو گیا دل زلف کے پیچوں میں بند

بارِ دیگر بھی طلب کر جام نوش — نوش جاں کرتے سو آیا دل پہ جوش

جو کتابیں آپ کی تصنیف کیں — قابل توصیف اور تعریف کیں

حفظ قرآں جو کیئے تھے سر بسر — سب گیا کیا رگی دِل سے بسر

کچھ رہا نیں یاد غیر از عشق یار — یار تو سرتاب عاشق بیقرار

ہاتھ ڈال شیخ نے جب اُس کے اوپر — بولی تب یوں ناز سے وہ سیمبر

کا ئے ملا تے عشق کا دعوی نہ کر — جھوٹ ہے دعویٰ تیرا سر بسر

عاشقی کا جیب نہ کو تو لاف مار — عاشقی بن کفر کے کب سازوار

کفر مجھ زلفوں بدل اختیار کر — نیں تو اپنی راہ لے جا ہر کدھر

شیخ تو اُس کے پھنسے تھے دام میں — ہو رہے حیراں اُسی کے کام میں

جب نہ تھا کچھ اُنکو ہستی کا اثر　　گم کیے تھے اپنی ہستی کی خبر

اب تو مے پیکر ہوئے سرشار مست　　عشق زور آور پڑا یہ زبردست

پیر آکر عشق سے رسوا ہوئے　　ترس حق کا چھوڑکر ترسا ہوئے

پیر کہن کہنہ میں تازے لگن　　یار خاطر بس رہے کس طور من

عاقبت وہ شیخ مے سے مست ہو　　سنگدل سے بات بولے سن کہ تو

میں تو تجکو دل دیا اور دین بھی　　کیا رہا باقی ہے اب کچھ بولتی

ہوش میں گر میں ہوا ہوں بت پرست　　بت کو پوجوں جالوں قرآن کہے ہست

پس کہی لے ترس وہ ترسا بچی　　دیکھتی ہوں تیری محبت (جلاؤں) نیں سچی

ہے اگر تو عشق میں ثابت قدم　　مذہب ترسائی کا تو مار دم

اور مجھے تو عاشقی صادق بتا　　بے تفاوت وصل کے لائق جتا

جب سُنے یہ بات ترسایاں تمام　　سب ہوئے دل میں اُس کے شاد کام

یونہیں لیجا شیخ کو دیول منے　　جانو اڈالا گلے میں بت کنے

یونہیں گل میں شیخ کے زنار بھائے　　خرقہ (جنیو) و تسبیح کو اپنے اگ لگائے

دین و ایمان سب گنوایا ایک بار　　یار سے بولے کہ ترسائی نگار

تو جو کچھ مجھ سے کہی سو میں کیا　　چھوڑ دے شیخی کو رسوائی لیا

وصل تیرا مجھ کو کب دنیا سو بول — راستی سے اپنے دل کی کا نٹھ کھول

پس کہی وہ نازنیں کا ئے شیخ پیر — مہر میرا بہت ہے اور تو فقیر

جا کے اتنے مہر کی اب فکر کر — لا بہت سا مال و دھن اور سیم و زر

پس کہے یوں شیخ اس کو واہ وا — خوب اپنا عہد تو لائی بجا

پس تو تیری بات سب سر پر لیا — جو نہ کرنا کام تھا سو میں کیا

پیر میرے مجھ سے رو گرداں ہوئے — دشمن دنیا و دیں جاں ہوئے

تو سو اب ایسا سبب کوئی لائیو — جو کہ سینہ پھٹ پڑوں اور روئیو

پس تجھے اب چھوڑ کر جاؤں کہاں — جو مجھے جاگہ نہیں در دو جہاں

مجھ کو تیرے غیر اے نیکو سرشت — خوب تر دوزخ ہے نہ ساتوں بہشت

بعد ازاں اس نے سنی جب یہ سخن — لطف سے بولی کہ اے پیر سجن

گرچہ اتنی مہر کی نیں تجھ مجال — پس مرے خوکاں چرا جا ایک سال

شیخ نے لاچار ہو کر اختیار — خوک بانی کا کیا دل سے قرار

عاشقی کا کچھ عجب ہے رسم و راہ — نہ سمجھ میں آئے اجلا نہ سیاہ

یہاں تو نیں اس شیخ کی کچھ چوک ہے — ذات میں ہر اک کے سو سو خوک ہے

نفس کے خطرے ہیں کیا خوکوں سے کم — پرورش میں آ نکلے تو ہے دمبدم

وصل تیرا مجکو کب دینا سو بول | راستی سے اپنے دل کی گانٹھ کھول
پس کہی وہ نازنیں اے شیخ پیر | مہر میرا بہت ہے اور تو فقیر
جا کے اتنے مہر کی اب فکر کر | لا بہت سا مال و دھن اور سیم زر
پس کہے یوں شیخ اس کو واہ وا | خوب اپنا عہد تو لائی بجا
میں تو تیری بات سب سر پر لیا | جو نہ کرنا کام تھا سو میں کیا
یار میرے مجھسے رو گرداں ہوئے | دشمن دنیا و دین و جاں ہوئے
تو سو اب ایسا سبب کوئی لا ہو | جو کہ سینہ پھٹ پڑوں اور رو ہو
میں تجھے اب چھوڑ کر جاؤں کہاں | جو مجھے جا گہہ نہیں در دو جہاں
مجکو تیرے غیر اے نیکو سرشت | خوبتر دوزخ ہے نہ ساتوں بہشت
بعد ازاں اُس نے سنی جب یہ سخن | لطف سے بولی کہ اے میرے سجن
گرچہ اتنی مہر کی نیں تجھ مجال | پس مرے خوکاں چرا جا ایک سال
شیخ نے لاچار ہو کر اختیار | خوک بانی کا کیا دل سے قرار
عاشقی کی کچھ عجب ہے رسم و راہ | نہ سمجھ میں آنے اجلا نہ سیاہ
یہاں تو نیں اس شیخ کی کچھ چوک ہے | ذات میں ہر اک کے سو سو خوک ہے
نفس کے خطرے ہیں کیا خوک سی کم | پرورش میں اُن کے تو ہے دمبدم

جب تو حق کی راہ میں جانے منگے | کئی ہزاروں خوک و بت آویں اگے
جانا چاہے
دے جلایا یہ خوک و بت اے دیندار | یا کہ ہوا کر ایس کو شیخ سار
الغرض جب شیخ جی ترسا ہوے | روم کے لوگوں منے رسوا ہوے
یار اُن کے اس گرفتاری کو دیکھ | خاک ڈالے سر میں اس خواری کو دیکھ
بعد ازاں سب مل کئے عزم سفر | تا چھپاویں روم سے مکھ ہر کدھر
پس مرید اک شیخ کے نزدیک جا | یوں عرض کی کاے ہمارے پیشوا
ہے ہمارا قصد گر فرمان پائیں | جو نکل اس ٹھار سے کعبہ کو جائیں
یا ہمیں بھی ہوئیں ترسا جونکہ آپ | سر بسر یک دھر سوں ہوا جو نکہ آپ
یا کہ تم کو یہاں اکیلا دیکھ کر | جانو اڑائیں گلے میں سر بسر
شیخ بولے تم نہیں اب دیر لاؤ | جاں تمھیں جانا ہے واں جلدی سے جاؤ
میں تو یہاں آکر پڑا ہوں بند میں | ہوں دیوانہ عاشقی کے پھند میں
ہے یہ جب لگ جیو میرے بول میں ٹھار | بس ہے مجکو ہور یہ ترسا نگار
کیا کہوں میں تم کو کچھ معلوم نیں | تم پڑے نیں عشق کے پھندے میں کیں
گر چہ تم کو بھی کہیں ہوتی لگن | ہو کے رہتے بیدل و دیں مجھ نمن
اے رفیقاں جاؤ تم یہاں سوں اتال | نیں سمجھتا میں آگے کیا ہووے حال

گر مرا احوال پوچھے کوئی تو — یہ حقیقت سر بسر اُس کو کہو

جی بیچارے شیخ پر تو قہر ہے — چشم پرخوں اور منھ پر زہر ہے

کوئی کافر بھی کرے نیں اس ضیا وضع — جو نکا اوپیرِ طریقت از قضا

دیکھ یک رہزن کے جادوگر نین — عقل و دین و دل گنوایا بے سخن

زلفِ ترسا دیکھ کر ہو پُر بلا — مذہب ترسائی میں جب کر ملا

جب کہیں میری کرے بدگوئی کوئی — پس کہو تم عاشقوں پر یونہیں ہوئی

بعد ازاں رو رو کے یاراں مار آہ — شیخ کو وہاں چھوڑ لی کعبہ کی راہ

جبکہ یاراں آئے ہر اک اپنے ٹھاں — شرم سے چھپ چھپ رہے ہر گوشہ کنار

از قضا تھا شیخ کا کوئی اک مرید — سب سے صادق تھا ارادت میں مرید

جب مکہ سے شیخ گئے تھے روم کوں — تب سے وہ حاضر نہ تھا کئی روز سوں

جب سو آیا پھر کے اپنے گھر کو وہ — اُن سے ملنے کو گیا مشتاق ہو

پس اس کے شیخ کی پوچھا خبر — سب کہے یاراں حقیقت کھول کر

یونہی وہ دل میں اس کے حیف تھا — بولا یاروں سے تمھیں لازم نہ تھا

جو تمھیں وہاں شیخ کو یوں چھوڑ آئے — کیا کئے ہو تم برائی ہائے ہائے

دوستاں تو دکھ منے ہوتے شریک — سکھ منے تو ہوئے بیگانہ نزیک
نزدیک

یو تمھاری کس وضع یاری اتھی — کس روش کی یہ وفاداری اتھی

جب لیا اس شیخ نے زنار ہات — تم گلے میں ڈال لینا تھا سنگات

وہ گئے تھے جبکہ ترسائی قبول — پس تمھیں بھی اوہی کرنا تھا صول

وہ تو عاشق ہو کے بدنامی لیے — تم جدا ہو اُن سے کیوں خالی کیے

عاشقاں تو سربسر بدنام ہیں — جو ڈریں اس راہ میں سو خام ہیں

بعد ازاں یاراں کہے اے نیک خو — یہاں تو ہرگز نیں ہمارا کچھ گناہ

بار ہا ہم شیخ سے مانگے رضا — جو ہمیں بھی ہوویں کافر اس وضا

چھوڑ کر اسلام کافر ہو رہیں — روم میں یک دھرتے رسوا ہو رہیں

شیخ سو اس بات کو نیں مانکر — کس کو اپنے کام کا نیں جانکر

ایک باری سب کو فرمائے رضا — تب ہمیں ناچار لے آئے رضا

بعد بولا وہ مرید معتقد — گر تمھیں اس کام میں ہوتے بجد

شیخ سے جس وقت پائے تھے رضا — وہیں لیجانا تھا خدا سے التجا

کائے خدایا بخشدے اس پیر کو — درگذر کر پیر کی تقصیر کو

کون اس درگاہ میں آیا نہیں — جو اپس کا مدعا پایا نہیں

جب سُنے اس مرد سے یہ بات یار — ہو رہے آپس منے سب شرمسار

پس کہا ان یوں خجل ہو رہے تو کیا　　کیا ہوا آؤ بھی اب کچھ نہیں گیا

کیا عجب جو لطف سے وہ بے نیاز　　ہووے ہم بیچارگاں کا چارہ ساز

ہوویں شاغل ہم سبھی باذکر حق　　تا کہ اپنا مدعا بر لائے حق

بعد ازاں یہ بات سن سب مل کے یار　　روم کو پھر آئے ہو امیدوار

ہر کسی نے یک طرف لیکر مقام　　کر لیے اپنے پہ ان پانی حرام

رنج و غم سے ایک کم جا بیس روز　　عجز و زاری وہ کیے با صدق و سوز

جو فرشتوں کے گیا دل سے قرار　　قدسیاں رونے لگے سب زار زار

عالم بالا فغاں سن کھلبلا　　عرش والا حیف کھا کر تلملا

پس غضب چہلم کوں وہ صادق مرید　　کشف کے از غیب سوں پایا کلید

دیکھنا کیا ہے جو ٹک انکھیاں پسار　　صبح کا بارا چلا ہے مشکبار

آئے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ　　جلوہ گر کھڑے یہ نور با صفا

عنبریں گیسو سٹے ہیں کھول کر　　رخ مبارک شاد ہاں ہنستے ادھر

یوں ہیں وہ اٹھکر مرید پاک باز　　جا قدم بوسی کیا با صد نیاز

کہ ائے گنہگار امتوں کے عذر خواہ　　ہیں ہمیں تو غرق دریائے گناہ

دستگیری کر کے ہم کو بار لاؤ　　تیغ گمرہ کو ہمارے رد کھاؤ

بعد ازاں فرمائے حضرت مصطفےٰ | آفریں ہے اے مرید باوفا
جب کیا تو اس وضع ہمت بلند | پیر اپنے کا چھوڑا یا قید و بند
شیخ کے اور حق کے درمیانی غبار | آپڑا تھا کفر کے ڈونگرا کے سار (پہار)
عجز سے تیرے کیا میں اسکو دور | کر دکھایا ہوں شفاعت کا ظہور
شیخ کا گرچہ گنہ تھا بیقیاس | میں اسے بخشالیا ہوں حق کے پاس
جانتا تو نیں کہ لاکھوں سو گناہ | سب نکل جاتے ہیں اک آنے میں آہ
بحر کو احسان کے جب آتا ہے پور | سب گنہ جاتے ہیں بہکر بالضرور
یہ بشارت جبکہ پایا وہ مرید | اٹھکے یاراں پاس آیا وہ مرید
کشف کا احوال سب کیتا بیاں | پس ہوئے سارے عزیزاں شادماں
بعد ازاں سب مل کے آئے پیر پاس | دیکھتے کیا ہیں تو پیر حق شناس
ہے نپٹ سوز جگر سے بیقرار | سینہ بریاں چشم گریاں زار زار
جانوا ڈالے گلے سے شیخ توڑ | سٹ دیئے ہیں چور کر ناقوس پھوڑ
بھومیں پر پٹکے ہیں ترسائی کلاہ | پھاڑ کر ڈالے وہیں کرتا سیاہ
دیکھکر یاروں کو اپنے دور سوں | آشنائی تازہ پائی نور سوں
شرم سے تن پر کئے کپڑوں کو چاک | عجز و زاری سے لیے سر پر وہ خاک

کب نہ گیت رو رو کے لیوں چشم بھر | کب سو بیٹھا جیو سمجھیں تلخ کر

کب اگن سے آہ کے جالیں فلک | کب ابیس میں ہو رہیں حیران ورک

حکمت و توحید و قرآن و خبر | جو گیا تھا سر بسر دل سے بسر

یاد آیا پھر کے سب اکبار گی | گئی نکل کر جہل او ریچار گی

جب ابیس کے حال پر کیتا نظر | بیچ سجدہ جا کے روئے نین بھر

جب انجواں لا تے اپسکے سوس سوں | تر لہو سے کر زمین خشک کوں

جبکہ دیکھے شیخ کو یوں مقر آ | یار بھی رونے لگے سب زار زار

پس کہے اے شیخ اب مت ہو ملول | جو تجھے بخشائے ہیں حضرت رسول

دے مٹا دل سے ابھی افسوس و غم | جوش میں آیا ہے اب بحر کرم

شکر کر اے جام درد و غم کے مست | بت پرست روم ہے اب حق پرست

یہ خبر خوش سن کے وہ شیخ جہاں | صد ہزاراں شکر سوں کھولے زباں

پہن خرقہ غسل کر باندھے کمر | پس کیے کعبہ طرف سب مل سفر

از قضا وہ نار ترسا یک بیک | خواب میں دیکھی کہ خورشید فلک

ہاتھ میں آ کر گیا ہے گل نکل | کھل پڑے ایسے میں انکھیاں کے کنول

فکر میں تعبیر کے تھی جب تلک | شیخ گئے تک لوگ بولے تب تلک

یوںہیں تلملانے لگی با سوز و تاب (تلملانے لگی)
ہاتھ سے میرے گیا وہ آفتاب

چاک کر ڈالا گریباں گل نمن
غم سے نالاں ہو رہی بلبل نمن

لوٹنے لاگی اگن پر جیوں کباب
مست غمگیں ہو انسوؤں کا پی شراب

سنبلستاں کر سٹی بالوں کو نونچ
کر دکھائی گلستاں گالوں کو کھونچ

بسکہ کھینچی نرگس اپنے سے گلاب
کر سٹی اکبار نرگس واں خراب

جوں پپیہا پیو پیو کرنے لگی
یاد میں اس پیو کے مرنے لگی

غم سے رونے کو لگی طاؤس جیوں
سوز دل میں لے رہی ققنوس جیوں

عجز سے کہنے لگی اے بے نیاز
نیں ہے میرا تجھ سے کچھ پوشیدہ راز

راہزن ہونے میں اس دیندار کی
کون ہے یا پن کوئی مجھ سا رکی

مرد کو تجھ راہ کے گمراہ کیا
کی خطا میں ہائے کیا آگہ کیا

اس گنہ کا کس وضع میں دوں جواب
تو اتا مجکو دکھا راہ صواب

بسکہ کرتی اس وضع جوشش و خروش
تا دیا اس کو ندا غیبی سروش

اے بلا ماری دکھیاری پاپنی
کھول انکھیاں دیکھ تقصیر آپنی

جس وضع تو شیخ کو رسوا کری
دین چھوڑا اسکو تو ترسا کری

اس وضع اب کفر سے تو توڑ دل
دوڑ جلدی شیخ سے تو جا کے مل

پاک دل سے توبہ کر اے زن خراب — ڈھونڈھ جا کر شیخ ہو مومن شتاب

جوں اسے بے دیں کئی تھی توں اول — دین میں اس مرد کے اب باندھ دل

گرچہ تھا اس شیخ کا عشق مجاز — تو حقیقی عشق سوں ہو سرفراز

سن ندا وہ زن اٹھی ہشیار ہو — کفر سے یکبارگی بیزار ہو

سر کھلی ہو ایک ننگی ہوئی گھر بہار (باہر) — جستجو میں شیخ کے بے اختیار

نہ سمجھتی ٹھوکراں نہ رہ کے خار — سینہ بھاری چک سو لہو کی دھار

تا ملک وہاں شیخ کو ہوئی آگہی — راہ سے جاتے وہیں الٹے سبھی

بعد ازاں سب کو وہیں سمجھائے ہیں — سنگ (ساتھ) لیکر شیخ سب کو آئے ہیں

دیکھتے کیا ہیں کہ زن ہے زار و زرد — سینہ بریاں چشم گریاں آہ سرد

سر ننگی اور چاک تن کا پیرہن — لوٹتی ہے خاک میں مردہ من

جبکہ دیکھی شیخ کو بھر اک نظر — ہو گئی بیہوش تن کی سدھ بسر

شیخ اوسکو دیکھکر بے ہوش و تاب — اشک کے افسوس سے چھڑکے گلاب

جب وہ انکھیاں کھول کر دیکھی نگار — چشم سے آنسو چلے بے اختیار

اشک کی از بسکہ تھی اس ٹکٹکی — اٹھکے جلدی شیخ کے پاؤں لگی

بس کہی اے شیخ مجھ میں تاب نیں — زندگانی سے مجھے کچھ لاب (فائدہ) نیں

کر مجھے تلقین اپنا دین سب ۔ دین کا سب رسم اور آئین سب
بعد ازاں کلمہ پڑھائے اس کو شیخ ۔ دین کا رستہ بتائے اس کو شیخ
جونکہ لذت دین کی وہ پا گئی ۔ شوق کی گرمی سے تاب عشق آئی
شیخ سے درحال بولی بے نزاع ۔ الوداع اے شیخ عالم الوداع
بخش مجکو جو کری ہوں میں گناہ ۔ لطف سے ہو دین کا میرے گواہ
وہ تو اتنی بات کر خاموش ہوئی ۔ اس جہان فانی سے پردہ پوش ہوئی
ایک قطرہ تھا مجازی عشق وہ ۔ گئی حقیقت کے دریا سے ایک ہو
جو گئی وہ تو ہمیں بھی جائیں گے ۔ پھر نہ اس دنیا کے اندر آئیں گے
عشق کا تو اس وضع ہیگا دھندا ۔ شیر مردا اں کا بھی ہیگا پھندا
اس پھندے میں آ پڑے وہ شیر مرد ۔ جسکو ہووے عشق کا کچھ رنج و درد
جانتا ہے کیا بیچارا بے سمجھ ۔ جو پڑا نیں کیں پھندے میں الجھ

یکجہت شدن مرغان و رفتن بدرگاہ سیمرغ

جب سنے ہدہد سے یہ قصہ پنچھی ۔ شوق دل سے خب وہ تڑپے جیوں مچھلی
عشق سے سیمرغ کے سب ایکبار ۔ ہو رہے سب دل میں اپنے بیقرار
متفق ہو عزم کیتے راہ کا ۔ شوق پکڑے شاہ کی درگاہ کا

بعد ازاں کیتے آپس میں فکر سب — راہ کا سردار کرنا کس کو اب

کام بے سردار تو بنتا نہیں — یہاں تو کس کو کوئی بھی گنتا نہیں

مصلحت یہ ہے کہ سب کے نام سوں — قرعہ سٹنا دیکھکر اس کام کوں

نام سے جس جانور کے قرعہ آئے — سرور و سردار وہ سب کا کہائے

ہے سزاوار اس کو تاج سروری — اسکی سب مل کر کریں فرمانبری
(کہلائے)

تا اگر سیمرغ کو پاویں ہمیں — ذرہ ہو خورشید تک جاویں ہمیں

جب بچارے بات کو سب اس وضع — قرعہ سب کے نام ڈالے تس وضع

ناگہاں قرعہ پڑا ہدہد کے ناؤں — پس کیے اپنے پروں کی اُسپہ چھاؤں

حکم میں اس کے ہوئے سب جانور — اسکو بیشک اپنا سمجھے راہبر

راہی شدن مرغان و پیش آمدن وادی ہیبت ناک

جب دیے ہدہد کوں کر سروری — سر پہ اُس کے لا رکھے تاج سری

کئی ہزاراں جانور سنگ ہو چلے — شاہ کے مشتاق یک رنگ ہو چلے

جبکہ آئی راہ وادی کی اگے — بن بھیانا دیکھکر سب ڈگمگے

دل میں سب کے یک بیک ہیبت پڑی — خوف کے لرزوں تپ آکر چڑھی

فکر کرتے راہ کی سب آئے باز — بوجھ بھاری راہ دیکھی لو دراز

باٹ میں آتا نہ جاتا کوئی بھی سے ۔ خیرہ تسہو بھی نہ نظر آوے کسے

کچھ نہ تھا واں چارہ جیپ ہنے کے علاج ۔ جز صبوری واں نہ دیکھا کچھ علاج

تب پوچھا ہُد ہُد سے اک مرغ نے یوں ۔ اس ضع خالی ہے یہ مارگ سو کیوں

پس کہا ہُد ہُد کہ اے حیران راہ ۔ یہ صلابت پر ہے اوس شہ کی گواہ

حکایت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

بایزید اک روز گھر سے بھار آئے ۔ شور اور غوغا سے خالی جگ کو پائے

چاندنا چھٹکا ہے روشن جیونکہ روز ۔ نور سے جسکے ہے سب عالم فروز

شیخ جتنا پھر کے سب دیکھا جنگل ۔ کس کے ہلچل کا دیکھا نیں واں سہل

پس کہا حیرت سے اے پروردگار ۔ کچھ عجب دکھتا ہے تیرا کاروبار

یہ تری درگاہ خالی ہے گی کیوں ۔ اسو جہ خالی ہے مشتاقوں سے کیوں

ہاتف غیبی نے تب لایا ندا ۔ بادشہ لگ راہ کیوں پاوے گدا

ہے مری درگاہ کو عزّت ضرور ۔ تا رہے نااہل غافل مجھ سے دور

عمر لگ کرتے ہیں میرا انتظار ۔ تا ہزاروں سے اک آو اپاوے

رفتن مرغانِ نزدیک ہُد ہُد و سوال کردن ایشاں

بعد ازاں جم گئے پنکھی سب سوزناک ۔ فکر سے دل میں اپسکے دردناک

راہ کو دیکھے تو سیوٹ نہ دسے (گنارہ) — رنج راہ ایسا کہ دارو نہ جسے

باد استغنا کی یوں چلتی ہے وہاں — گر کہوں تو جائے اڑ کر آسماں

پس کہو وہاں یہ پنکھی اب کیا کریں — دیکھتے جیو کا زیاں کیونکہ نہ ڈریں

وہ تو چل کر آئے سب ہدہد کنے — کچھ سو دل امید اور کچھ ڈر منے

پس لگے کہنے کہ اے دانا ئے راہ — جانتے ہیں کیا ہمیں آداب شاہ

تو رہا ہے کہیں سلیمانؑ کے نزدیک — قرب ہے گا تجکو سلطان کے نزدیک

جانتا ہے رسم و آداب ملوک — راہ کا معلوم ہے تجکوں سلوک

ہے عیاں خوف و خطر کا تجھ شمار — تو پھرا ہے گرد دور روزگار

تو ہماری راہ کا ہے پیشوا — پند دینا ہمکو ہے تجھ پیر روا

چل ابھی منبر پہ چڑھکر وعظ بول — جو گرہ دل میں ہمارے ہے سو کھول

کر بیاں شاہوں کی خدمت کا طریق — دے جواب اس کا جو کچھ پوچھیں رفیق

کھول تو دل ہر ایک دل سے گرہ — تا کریں ہم طے جمعیت سے یہ رہ

بسکہ ہے در پیش یہ راہ دراز — خوب ہے اوّل سے ہونا چارہ ساز

بر منبر رفتن ہدہد و وعظ گفتن او مرغان را

بعد ازاں ہدہد نے اک ٹنگر پہ چڑھ (پہاڑ) — خطبہ پڑھنے کو لگا منبر پہ چڑھ

دو طرف باز و کو دو مقاماں ہوئے ‌ ‌ کون وہ سو بلبل و قمری ہوئے

جب صدا الحان سے دونوں اُٹھائے ‌ ‌ قدسیاں آواز سُن حالت میں آئے

یک طرف سے ہو رہے مدہوش سب ‌ ‌ شد ہ بسر جا کر ہوئے بیہوش سب

بعد ازاں ہُدہُد بیاں کیتا شروع ‌ ‌ جان و دل سے لائے سب پنکھی رجوع

سوال سائل ول و جواب دادن ہُدہُد

سب پنکھیوں سے اِک نے کہا آکر وہاں ‌ ‌ ہے میرا یہ مسئلہ مشکل حل کر یہاں

تو سو اک مرغا ہمارے سار ہے ‌ ‌ کیا سبب ہمنا پہ تو سردار ہے

کس سبب تجکو ملا ہے یہ شرف ‌ ‌ پڑ رہے ہیں کیوں ہمیں ہو اک طرف

پس کہا ہُدہُد اُسے اے بے خبر ‌ ‌ یہ سلیمانؑ کی نظر کا ہے اثر

نہ مجھے زر مال سے دولت ہے یہ ‌ ‌ نہ مری طاعت عبادت سے ہے تہ

کب یہ دولت کسِ کو طاعت سے ملے ‌ ‌ بلکہ یہ بخت و سعادت سے ملے

گر کسی طاعت سے آتا ہاتھ یو ‌ ‌ سب سے لی تھی طاعت ابلیس جو

رات دن طاعت منے رہتا سدا ‌ ‌ لیک اس پر مت نگہ کر اک ذرا

ایک پل طاعت سے تو مت در گذر ‌ ‌ تا پڑے تجھ پر سلیمانؑ کی نظر

جب تو منظورِ سلیمانؑ آئیگا ‌ ‌ دولت دنیا و عقبیٰ پائیگا

حکایت سلطان محمود بہ پسرے کہ ماہی میگرفت

ایک دن سلطان محمود از قضا — اپنے لشکر سے پڑا تھا کیں جدا

وہ اکیلا اسپ پر جاتا تھا جب تلک — ایک چھورا اسکے آیا تے تلک

وہ کنارے پر ندی کے ڈال گل — فکر سے بیٹھا ہے کھلا جیون کنول

شاہ گھوڑے سے اُتر اسکے کنے — چلکے پوچھا کیوں ہے تو اس غم منے

پس لگا کہنے کو وہ چھورا اِیر — سات بھائی ہیں ہمیں ساتوں فقیر

ماں ہماری نردھی ہے ایک رانڈ — میں یہاں بیٹھا ہوں دل آزردہ مانڈ

صبح سے تا شام کرتا ہوں شکار — کوئی مچھی سنپڑی تو سب کا ہو دھار

پس کہا شہ نے کہ اے طفلِ رکیک — آج غم کے دن مجکو کرتا ہے شریک

مان لی تب شاہ کی چھورے نے بات — پس سٹا دریا میں گل شہ اپنے ہات

بہت آئی شہ کی برکت سے مچھی — ہات آئی اُسکے اک سے اک اچھی

دیکھکر لڑکے نے اس مچھلیوں کو تب — بولا دل میں ہے مرا انبخت عجب

پس کہا شہ نے کہ یہ تجکو شکار — کیوں نہ ہوئے شہ ترا ہے حصہ دار

بول کر آتا چلا شہ وہاں سے جب — حصہ لے اپنا گیا وہ طفل تب

بعد ازاں بولا اُسے شاہِ جہاں — آج کا تو حصہ لے اور میں صباں

ہے مجھی یہ آج کا تیرا اسکار — تو صبا ہوگا آپ ہی بیرا اختکار

دوسرے دن شاہ اپنے گھر کو جا — بھیجکر کس کو لیا لڑکا بلا

لیکے بیٹھا اُس کو اپنے تخت پر — پس کہا لوگوں نے نہیں یہ خوبتر

جو برابر ہو کے بیٹھے یہ رکیک — شاہ کا کوئی بھی ہوا ہے کیں شریک

میں قبولا جس کو رو کرتا نہیں — پس کیا اس کو برابر کا وہیں

از قضا بولا کوئی اُس طفل کو — دولت اتنی کہاں سے یہ پایا ہے تو

تب کہا اُس کو وہ طفل باخبر — صاحب دولت کیا مجھپر نظر

حکایت آنمرد خونی کہ صوفی اور اخواب دیدہ

ایک خونی کو سٹا شہ مار کیں — خواب میں دیکھا اُسے کوئی مرد دین

جو ہے وہ فردوس میں خنداں شاد — پس کہا وہ مرد اُسے اے بدنہاد

تو تو خونی تھا بڑا بدکار و زشت — کس سبب تجکو ملا ہیگا بہشت

بعد ازاں خونی دیا اُس کو جواب — تو جو کچھ کہتا ہے وہ ہے باصواب

سر بسر تھے فعل میرے دوزخی — لیک گذرا تھا مرے پر یک سخی

سٹ دیا تھا مار مجکو خاک پر — اور حبیب عجمی رض کا تھا وہاں سے گذر

پس کئے رحمت سے وہ مجھپر نگاہ — تا ہوئی فردوس میری جایگاہ

پس اُتر گھوڑے سے تنہا وہ گدا — گُل سے ہاتھوں سے وہ اُٹھا کر سخت جا

لاد دے بوجھا گدھے پر بعد ازاں — آملا لشکر سے اپنے شادماں

تب کہا اک فوج کو وہ شہریار — اک لکڑہارا گدھے پر لاد خار

ہے پیچھے آتا گدھے کو ہانکتا — وہ جو رستے کو شہر کے جھانکتا

جاؤ اسکو یہاں تلک تم بیدرنگ — ہر طرح سے راہ اس پر کرکے تنگ

گھیر کر تم لاؤ میرے تک اُسے — پھر کدھر چھوڑو نکو مارگ اُسے

بعد ازاں وہ فوج جا کر باندھ صف — لے چلے اُس کو وہیں شہ کی طرف

وہ بیچارہ تو نپٹ حیران ہا — کیا یہ ظالم فوج ہے دل میں کہا

جب وہ آیا چل کے سلطاں کے حضور — دیکھکر شہ کو لجایا بالضرور

پس کہا دل میں اپس کے اے الٰہ — میں کیا حال اپنا بادشاہ

بعد پوچھا شاہ کا سے پیر زن — کون ہے تو کیا ترا ہے کسب و فن

عرض کیتا وہ کہ آتا ہے عجب — جاکر شہ پوچھتا ہے کیا سبب

بعد ازاں پس بول کر شہ نے کہا — مول کیا ہے اس گدھے کی لاد کا

تب کہا اس نے کہ یہ سستا ہو مول — دس ہمیانی بھر کے زر دے مجکو مول

پس کہے لوگاں کہ اے بے عقل و رای — یہ تو وہ جو زر سے اُگلا نا لگاے

تو تعجب کوئی پیر ہے اردھن فروش — نیں سمجھ پڑتا کہ تیرا کاں ہے ہوش

تب کہا وہ پیر سب پر کر نگاہ — ہاتھ لایا ہے اسے تو بادشاہ

جو کہوں میں مول وہ کم ہے ہنوز — خوب سمجھ بات میری دلفروز

شاہ یہ سنکر سخن ہو شاد شاد — جو منگا سو اسکو بخشا بامراد

خار اُسکے یک بیک سب گل ہوے — آفریں خواں لوگ اُس کے کل ہوے

اب کہاں وہ لوگ کاں وہ شہریار — بات اُنکی اب تلک ہے یادگار

عذر آوردن سایل دویم وجواب دادن ہدہد

دوسرا آیا پنچھی شیریں مقال — پس کہیا میرا تو چلنا ہے محال

نہ رہی بازو میں طاقت زور پر — راہ تو ہے اس وضع کا پُرخطر

کوئی اگن کے درمیاں لگتی ہے گھاٹ — کوئی چل سکتا ہے ایسی سخت باٹ

سر گنوائے ہیں کئی اس راہ میں — جل گئے ہیں کئی اگن کی چاہ میں

کام اس مارگ میں ہر کس کا نہیں — مر پڑونگا ناگہاں میں جب کہیں

پس کہا ہدہد کہ اے نامرد تو — کس سبب ہے اس وضع دل سرد تو

جب تجھے کچھ قدر دنیا کی نہیں — تو موا تو کیا جیا تو کیا نہیں

یہ تو دنیا ہے نجاست سربسر — خلق مر پڑتی ہے اس میں دربدر

جیوں کہ کیڑا کیا سٹے گا بند میں　　خوار ہو دیتا ہے جی سر گند میں
گر ہیں مر جائیں اس مارگ بیں زار　　خوب تر ہے تا کہ اس دنیا میں خوار
کئی وضع کے ہیں جہاں میں پیشوا　　عشق کے پیشہ سے ہے کئی پیشوا
عشق تجکو گرچہ بدنامی میں پائے　　خوب ہے اس سے کہ حجامی میں لائے
رہزنی کوئی کر کے سولی پر چڑھے　　کوئی چوری کر کے جا بند میں پڑے
کوئی دھوبی ہو پھرے اور کوئی چمار　　کوئی گھر گھر بھیک مانگے ہو کے خوار
تو انیں کے ٹھار کچھ انصاف کر　　عشق بہتر ہے کہ یا کسب دگر
گر کہیں گمراہ لوں گا تجھ کو سب　　کون وہاں پہونچا ہو تو پہونچیگا اب
بولتے ہیں بات یہ لوگاں کنے　　بات کھوٹی ہو ولیکن اس منے
میں بھی کئی باتاں سنا ہوں اس وضع　　بات کو کس کی سنا ہیں کس وضع
جب تلک یہ جیو گیا نیں خلق سے　　نیں خلاصی ہر وضع اس خلق سے
جس رکھا جیو خلق کی باتاں منے　　کام اس کا تو کبھی کچھ نہ بنے
جو کوئی جینے خلق میں نیں موا　　راز کا محرم کہیں وہ نہ ہوا
راز کا محرم سو جانِ پاک ہے　　رزق کا محرم سو جسم خاک ہے
رزق کا دھندا ہے جی اوپر ستم　　جسم میں جاں جب تلک نہ ہووے کم
گرچہ ہے رزاق مطلق حق ولے　　رزق دیتا نیں جہاں لگ لہو نہ جلے

حکایت شیخ نوخانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نوخانی ایس کے تہہ رسول	گئے پیادے چلکے نیشاپور کوں
راہ کی سختی سے ناگہ چڑکے لنج	ہور ہے بیمار دیکھے درد و رنج
پڑ رہے گوشہ منے کیں اوڑھہ دلق [سوجن]	پیٹ خالی ان سلے ور پانی سے حلق
ایک ہفتہ کو جو ہوئی فرصت ذرا	بھوک سے ٹک سا ہوا دل گھابرا [گھبرایا ہوا]
پس کہے دل میں مناجات آلہ	ایک روٹی دے کرم کی کر نگاہ
تب ندا آیا فلک سے دور کا	جھاڑ جا میدان نیشاپور کا
نیم زر پائیگا وہاں تجھکو سو وہ	لیکے روٹی پیٹ بھر کھا سکھ سی سو
پس کہے یا رب تجھے سب ہے عیاں	جھاڑنے کو ٹوکرا جھاڑو کہاں
پھر جواب آیا وہیں بار دگر	مانگ لے ہر کس سے اپنا کام کر
بعد ازاں ناچارگی سے شیخ ویں	نیم جو زر جھاڑنے میں پائے کیں
شاد ہو کر جو کیے روٹی خرید	سخت بارا غیب سے آیا پدید
شیخ نے وہاں دم لیے نیں کچھ ذرا	اڑ چلا بارے سے جھاڑو ٹوکرا
گھابرے ہو کر چلے بارے سنگات	حیف کھا ملنے لگے آپس کے ہات
یا الٰہی کیا کروں کیوں کر کے لیوں	مول جھاڑو ٹوکرے کا کاں سے دیوں

وہ جو پیچھے دوڑتے جاتے ہرگ — پائے جھاڑو ٹوکرا ئن میں انگ

پس کہے خوش ہو کے دلمیں یا آلہ — یہ جہاں مجھ پر کیا تو کیوں سیاہ

زہر کیتا جان مجھ پر نان بھی — لے اس کا نان اور یہ جان بھی

پس دیا ہاتف ندا اے نامراد — سالنے جز ہوئے روٹی بے سواد

میں دیا یہ دُکھ تجھے سالن کہکر مگر — یہ عطا منت سمجھ اور شکر کر

حکایت دیوانہ برہنہ وجبہ خواستن او

ایک دیوانہ تھا ننگا آزاد دل — خلق کو کپڑوں سے دیکھا شاد دل

پس کہا یارب مجھے بھی کچھ اُڑا — کانپتا ہوں ٹھنڈ سے میں تھر تھرا

تب دیا ہاتف نے اُس کو یوں ندا — دھوپ میں جا بیٹھ اے مرد خدا

ہنسکے دیوانہ دیا تب یوں جواب — کیا نہیں کچھ تجھ کنے بن آفتاب

بھی ندا آیا کہ دس دن صبر کر — جو مقرر ہے صبوری کو ظفر

یہ ندا سنکر دیوانہ چپ رہا — آس کر کے ٹھنڈا بارا سب سہا

تا کہ دس دن بعد بخشا ایک خدا — گودڑی جو تھی لوی تھیگل لگا

پس کہا دیوانہ یارب آج لگ — خرقہ پوشی میں رہا تھا کیا الگ

یا خزانہ میں نو سے کپڑے تھے — یا گنوائے تھے سو کہیں سیرتے تھے

یوں جو ہے تیری عنایت پروری | کہاں سے سیکھا ہے تو یہ درزی گری

جو جو تیکو ٹھیگل دیا ہے اس وضع | کچھ عجب تیرا قدر ہے اس وضع

کام حق کے دیکھو اے درویش یہاں | ایک دم یہاں مارنے کی جا کہاں

کئی عزیزاں آکے اس درگاہ میں | سوختہ ہوکر گئے ہیں راہ میں

کوئی تو مقصود کی منزل اوپر | کوئی حیرت کی رہا رہ کو کتر

کوئی تو مقصد کی منزل پہ رہا | کوئی حیرت میں ہو مقصد کھو گیا

حکایت حضرت رابعہ البصری کہ بمکہ رفتہ بود

رابعہ بی بی مکہ کا کر خیال | لوٹ کر گئی تھی زمیں پر سات سال

راہ طے کر جب حرم کے پاس آئی | حج ہوا روزے کی کر جب دل لائی

از قضا آیا مگر وہ روز حج | عذر دائم کا ہوا پیدا اجھ

حیف کھا کر دل میں کہی انئے ذوالجلال | لوٹتے آئے زمین پر سات سال

یہاں تلک میں آن پہونچی خوار ہو | لا سٹے میرے لگے یہ خوار تو

یا مجھے دے تو اسکے گھر میں ٹھا | یا مرے گھر میں مجھے دے تو قرار

کہاں سمجھتا ہے کسے یہ واقعہ | جب تلک عاشق نہیں جیوں رابعہ

اس دریا میں کسی وضع سے بوالفضول | آئے نسدن حج در موج قبول

کر دکھاتے ہیں کبھی کعبہ سے پار — کب کریں وے دل میں حق کا راز دار

جب تو اس گردے سے باہر آئیگا — نفس میں جمعیت دل پائیگا

کٹ رہا ہے جب تلک اس گرداب میں — خوار و سرگرداں رہیگا آب میں

کس وضع نہ ہوسکیگا تو سکھی — جب پریشاں تجھ کو کرتی ہے مکھی

حکایت دیوانہ گوشہ گزیں

ایک دیوانہ تھا گوشہ میں کہیں — دیکھ اُس بولا عزیز مصر وہیں

کچھ عجب دستی ہے تیری اہلیت — خوش ہو اس گوشے میں تجھ کو جمعیت

پس کہا دیوانہ جمعیت کہاں — توڑ کھاتے ہیں مجھے مچھر مکھیاں

دن کو مکھیاں دیتیاں ہیں مجھ عذاب — رات کو مچھروں سے نہیں آتا ہے خواب

کیا سو وہ نمرود کا آدھا مچھر — جو گیا یک پل میں سارا مغز چر

میں تو نیں نمرود لیکن اے حبیب — یہ مچھر مکھیاں ہوے میرے نصیب

سوال سایل سیوم وجواب دادن او

تیسرا پنچھی کیا آکر سوال — میں گناہوں سے بھرا ہوں مال مال

ناامیدی کی نہیں درگاہ وہ — عاجزی سے ہو گنہگار عذر جو

پاک جاکہ کیا گنہ آلودہ جاؤں — حضرت سیمرغ کو کیا منہ دکھاؤں

ہے مکھی آلودہ تب اُس لقمہ پر　　　پاک لوگوں نے کیا ہے اس کو رد

میں بندہ شرمندہ ہوں اور پُر گناہ　　　کاں ملیگا مجھ کو قرب بادشاہ

جواب دادن ہدہد او را

پس کہا ہُدہُد اُسے اے ناسپاس　　　ہو رہا ہے اس وضع تو کیوں نراس

تو اگر ہے پُر گنہ اے نامراد　　　کیا نہیں دروازہ توبہ کا کُشاد

یہاں اگر تو اس وضع کرتا ہے ڈر　　　کیا کریگا حشر میں اے بے خبر

آشتابی توبہ کر اے پُر گناہ　　　جب خدا ہے عاصیوں کا عذرخواہ

گر نہ ہوتا کس کے ہاتھوں سے قبول　　　حکم توبہ کا نہ کرتا بھی نزول

حکایت یکے گنہگار سہ بار توبہ کرد وسہ بار گنہ کرد

تھا گنہگار اک بہت سا نابکار　　　توبہ کرتا دل سے ہو کر شرمسار

پھر کے اُس پر نفس زور آور پڑا　　　ہے گناہوں میں وہیں جا کر اڑا

بعد ازاں بارِ دگر توبہ کیا　　　پھر گناہوں کا وہیں شیوہ لیا

بارہویں بھی وہیں شرمندہ ہو فکر اور افسوس و حسرت سے رو

غم کو بسر ونگا کہاں نہیں ہے مجال توبہ کرتا ہوں تو دستا ہے محال

ہر وضع سے فکر بے حاصل دیا دل بدرد و غم سے لاکھل دسا

سوز سے جلنے لگا ذرات زار جیوں بھنے ٹھکری پہ دانہ بیقرار

ناگہاں ہاتف دیا آواز اس لطف سے رب نے کیا ہمراز اس

جب تجھے کہتا ہے معبود جہاں توڑ کیا توبہ او دل جب اے فلاں

پھر کے توبہ کر کیا جب تو گناہ میں کیا تیرے گنہ پر میں نگاہ

مہر سے اپنے کیا توبہ قبول رکھ لیا تجھ کو غضب سے اے بوالفضول

ہے اپنا تو غم سے پھر جیوں زار زار باز آ پھر اے پریشان روزگار

باز آ جب سے یہ دروازہ کھلا

تو گناہ کرتا بخشتا میں بھلا

حکایت شنیدن آواز لبیک حضرت جبرئیل از درگاہ کبریا

تھے سنے جبرئیل سدرہ پر اک شب غیب کے پردے ستیں لبیک رب

پس لگے کہنے کو دل سے کر خطاب کس ولی کو حق یہ دیتا ہے جواب

ظاہر اکرتا ہے بندہ کوئی یاد نہیں سمجھتا کون ہے وہ نیک ذات

جھوٹ نیں جو خاص بندہ ہی سچا — نفس نہ ڈولے زندہ ہے سچا

یو سبب جبرئیل امیں اس کا نشاں — ڈھونڈھ دیکھے جا کے ساتوں آسماں

اور بھی طبقاں زمیں کے ڈھونڈھ کر — سات دریا کی لیئے جا کے خبر

ڈھونڈتے سارے یکطرف بحر و بر — کیں نہ پایا کس مکاں اس کا اثر

بھی الٹ کے ٹھار آئے جب شتاب — وہ کہا لبیک کا پھر بھی جواب

دوسری بار آئے پھر وہ ڈھونڈ کر — ایک دم میں سب جہاں کا سیر کر

پس انے نہ دیکھ بولے اے خدا — مجھ کو اپنا وہ بندہ خاص دکھا

حق تعالیٰ نے کہا جا روم کو — دیکھ لے دیول میں نا معلوم کو

وہ جو گئے جبرئیل جب اس کے کنے — تب اگے روتا دسا دیول منے

بعد ازاں جبرئیل اس کا دیکھ حال — عرض کی تب آ خدائے ذوالجلال

یہاں تو حیرت کا مجھے دستا ہی ٹھار — راز اپنا کر تو مجھ پر آشکار

وہ سو گونگے بت کو کرتا ہے خطاب — تو عنایت سے اپیں دیتا جواب

پس ندا آیا کہ سن اے جبرئیل — میں دکھاتا ہوں تجھے اس کی دلیل

وہ سو ہرگز جانتا نیں دل سیاہ — جو غلط اپنی کیا ہے شاہ راہ

گر گیا ہے راہ وہ ناداں غلط — جان کر میں کیوں کروں سبحاں غلط

اب اُسے منگتا ہوں دکھلانے کو راہ	لطف میرا بس ہے اسکا عذر خواہ
پس کشادہ اس کے دل پر کیا	تا کہ اس نے نام اللہ کا لیا
کام یہاں تو مذہب ملت نہیں	فضل کچھ اسباب او رعلت نہیں
حق تعالیٰ جس کو سمجھے وہ صحیح	جس کو وہ سمجھے نہ کچھ کچھ ہو وہیں

حکایت شہد فروش و صوفی گوید

کوئی شخص بغداد میں دکان کھول	بیچتا تھا شہد کو یہ بات بول
راہ سے جاتا تھا اک صوفی مگر	اس کو بولا ہے مفت سودا مگر
بیچتا ہوں سے مفت سودا تجھے	شہد کیا کر خوش دونگا تجھے
پس اُسے بولا دکاندار اے عزیز	کوئی دیتا ہے مفت مفتی کو چیز
پس دیا ہاتف نے صوفی کو ندا	آ ادھر مجھ پاس اے مفتی گدا
میں مفت دیتا ہوں تجھ مفتی کو نبد	شہد تو کیا ہے جس تیرا ہوئے مد
رحمت حق تو سمجھ جیوں آفتاب	جسکی پڑتی ہے ہر اک ذرے پہ تاب
رحمت اسکی دیکھ جی کافر بدل	اس جیسے کو کہا کیا عز و جل

حکایت عتاب کردن حق تعالیٰ بر موسیٰؑ

حق تعالیٰ نے کہا موسیٰؑ سنگات	بولتا ہوں تجھ سے سن ایک بات

تجھ کو ستر بار قاروں بار بار | عجز و زاری سے پکارا ہانک مار
کیوں ہوا نہیں اس کو تو فریاد رس | رحم اس پر تو کیا نہیں کیوں سو بس
گر مجھے یکبار کرتا وہ خطاب | میں بجا البتہ نہ کرتا کچھ عذاب
کاڑ دیتا اس کے دل سے شرک سب | دین کا دیتا اسے ذوق و طرب
تو کیا اس کو عذابوں سے ہلاک | خاکساری میں کیا اس غرق خاک
گر کیا ہوتا تو پیدا اس کے تئیں | دکھ نہ تھا تجھ کو عذاب سکے میں یہ
دیکھ آنکھیاں کھول کر تو اے عزیز | لطف کا حق کے تجھے گر ہے تمیز

اس وضع کی جس کو بخشایش رہے
کیا اُسے کس شئے سے آلایش رہے

حکایت فوت شدن مفلس و نماز نہ گذاردن زاہد بر و وحق تعالے راحمت سے لے

کوئی موا تھا مرد مفلس پر گناہ | لے چلے تھے اس کو گورستان کی راہ
ایک زاہد اس سے کرکے احتراز | یوں نہیں بولا اس پہ کرنا میں نماز
رات کو وہ خواب میں زاہد مگر | شادماں دیکھا اُسے جنت بھیتر
بعد ازاں پوچھا کہ تجھ کو اے فلاں | کیا سبب جنت میں پایا تو مکاں
تو تو دنیا بیچ تھا زشت کار | مہرباں کیوں کر ہوا پروردگار

پس کہا زاہد کو وہ اے نیک پَے — رحمتِ حق تیری بیرحمی سے ہے

جب کہا تو اس پہ کرنا میں نماز — تب ہوا حق مہربان و کارساز

جانتا ہے کون کیا حکمت ہے یہ — کیا ہے وہ انکار کیا رحمت ہے یہ

بولتا ہے طفل کو دیوا لیجا — باد کو کہتا ہے جا دیوا بجھا

بعد ازاں آپہی ڈھونڈتا ہے پیچھے (چراغ) — کیوں بجھایا تو دیوا ہے بچے

تو بچے کی ماں بچے کو لے حساب — قہر دل میں ہو کے کرتی ہے عتاب

کام حکمت کے سمجھتے ہیں کیسے — جو چھپا ہے غیب میں سو کیوں دسے

کئی ہزاراں پل میں حکمت کر دکھائے — بوند کو دریائے رحمت کر دکھائے

رات و دن سرگشتہ ہیں تو آسماں — یہ بیچ ہے تیرے خاطر اے فلاں

وہ مار بھی جنت ہے کچھ کرے تمیز — جان قہر و لطف اس کا اے عزیز

جز و کل کیا ہے سو تیرا یہ وجود — قدسیوں نے کرلیا جس کو سجود

تم نہیں دیکھو حقارت لے پس — کون ہے تیرے سے دنیا میں سرس

جسم تیرا کل ہے اور جز ہے سو جان — جز سے کل ہے کل سے جز اسے جان

کل تھا جو جز تیرا پیدا ہوا — جز تھا تو کل پہ پوشیدہ ہوا

نیں ہے جیو تن سے جدا اور تن سے جیو — دیکھ خوبی پیو سے ہے جیو جیو سے پیو

جب احد کو نہیں ہے اس رحمہا عدد — جزو کل کہتا نہیں ہے تا ابد

ابر رحمت نین برستا جب تلک — شوق دل کا نیں اُلبتا تب تلک

باغ میں ہوتا ہے جب گل کا بہار — سو ترے ہی واسطے اے دوستدار

وہ فرشتوں کی عبادت سر بسر — ہے سبھی تجھ واسطے روشن گہر

حکایت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نقل ہے عباس رضؓ سے جب حشر کوں — ہوینگے کالے گنہگاروں کے موں

ہور ہیگی سب خلق حیران و تنگ — دل پریشاں اور زیادہ حال تنگ

حق تعالیٰ تب طلب کر کر ملک — جو ہوینگے اس زمیں سے تا فلک

کئی ہزاران سال طاعت انکی سب — لیکے بخشیگا گنہگاروں کو تب

پس کہینگے وہ فرشتے یا الٰہ — مارتی ہے کیوں ہماری خلق راہ

حق تعالیٰ ان سے بولیگا بزاں — کیا نفع طاعت سے تم کو کیا زیاں

پھر خاکیوں کا اس منے ہوتا ہے کام

ہے بجا بھوکوں کو دینا یہ طعام

حکایت در سوال طیر چہارم گوید

پس یک مکھی نے چوتھے آکر بول بات — جو ہے میری اصل میں نامردات

کچھ عجب دکھتا ہے میرا مجھ کو حال ۔۔۔ ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم ہے خیال

کب سو عابد کب تو زاہد کب سو مست ۔۔۔ کب سو عاقل کب تو نادان جو دیست

کب سو یاروں سے خراباتی ہوں میں ۔۔۔ کب سو گوشہ میں مناجاتی ہوں میں

کب سو شیطان مجھ کو ہووے راہبر ۔۔۔ کب فرشتہ مجھ کو لاوے راہ پر

میں تو دونوں راہ میں حیران ہوں ۔۔۔ فکر میں آپس کے سر گردان ہوں

جوابِ دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ سچ یہ بات ہے ۔۔۔ نین طبع کس کی جنم اک ہات ہے

یک طرف سے پاک ہوتے یہ سبھی ۔۔۔ انبیا آتے نہ بندوں پر کبھی

پس تجھے طاعت کی رغبت آئی جب ۔۔۔ سیر کرتب دل کو اس عزت میں تب

جب جنم کرتا ہے ڈونگر سر کشی ۔۔۔ لیکن آخر پائے آرام و خوشی

گر خیال آتے ہیں تجھ کو رنگ برنگ ۔۔۔ ایک رنگ میں بھر کے جانہ کر دو رنگ

کیا تر لے پیٹ غفلت کا تنور ۔۔۔ آرزو جس کو ہے روٹی کی ضرور

کیا ہے روٹی پیٹ بھر زنگار دل ۔۔۔ کیا ہے رونا نیں بھرا اسرار دل

پرورش اس نفس کی ناچیز ہے

جن کیا یہ پرورش سو چیز ہے

حکایت گم شدن شیخ شبلیؒ و یافتن بخانۂ مخنث

گم ہوئے بغداد میں شبلیؒ مگر
ڈھونڈھنے لوگاں لگے تب گھر بہ گھر

یک طرف سے دیکھتے سب ٹھار آئے
ہیجڑوں کے گھر میں جاکر شیخ پائے

دیکھتے کیا ہیں کہ بیر روزگار
خشک لب اوزین زار زار

بعد ازاں لوگوں نے بولا ہے عجب
شیخ کا اس جائے آنا کیا سبب

شیخ یوں بولا کہ یہ تر دامناں
ہے عجب فرقہ نہ مرد ہیں نہ زنان

میں بھی رہ میں دین کی اُن کی نمن
نا مشاں مرد نا مانندِ زن

جب جوان مردی سے میرا دل ہے دور
لاج آتی ہے کہلانا مجھ کو مرد

جس کو یوں ہے راہ میں مولا کی غم
جانتے ہیں وہ اپس کو کم سے کم

گر تجھے بھی کچھ ہے اس غم کا اثر
خود نمائی اور خودی سے در گذر

بال بھر میں ہوں جو کر سمجھیگا یوں
خود نمائی گئی نہیں تیری ہجوں

خود نمائی کیا یہ تیری دل خوشی
خواری و غربت سے دلگیری خوشی

اس خودی کو تو اپس کا بت نہ کر
ہو نہ تو بت گرا گر ہے کچھ خبر

بندۂ حق ہے تو مت کر بتگری
مرد دیں ہو ہو نہ مرد آذری

جانتے ہیں بات یہ سب خاص عام
بندگی سے کوئی نین برتر مقام

بندگی کر بندگی میں رہ سدا غیر سے عزت نہ تو مانگ اے گدا

ہیں ہزاراں بت جو تیری دلق میں مت کہلا صوفی اپس کو خلق میں

اے مخنث نیں ہے تو مرداں میں جب

جامۂ مردانہ تجھ کیا سبب

حکایت خصومت نمودن دوکس و آمدن پیش قاضی

دو جھگڑتے آئے قاضی کن فقیر قاضی انکو لے کے جا گوشے کے بیچ
کے پاس

پند سے کہنے لگا آہستہ بول ہیں تمہیں یا درویش لڑتے ہو سو کیوں

مردہ ہو کر پہن بیٹھے ہو کفن کیوں جھگڑتے ہو عبث رنداں نمن

ہے اگر کرنے پہ دل جنگ و جدل یہ کفن پہنے ہو تب کس کے بدل

میں تو قاضی ہوں نہیں مرد فقیر اس کفن کو دیکھ تھراتا ہوں دلگیر

جو ہے تم میں اس وضع کبر و منی اوڑھ بیٹھو سر پہ اپنے اوڑھنی

جب تلک نیں فقر کا کچھ عشق و درد وہ نہیں عارف نہ عورت ہے نہ مرد

گر ہے تجھ کو کچھ بھی دعوئ عشق ہے تا گذر جامہ سے اور توجیو سے

جھوٹ کا دعویٰ نہ کر یہ مت اٹھا

جگ میں رسوائی سے اپس کو تو بچا

حکایت عاشق شدن گدا بر پادشاہ

مصر میں تھا بادشاہ کوئی نامدار	پس ہوا کوئی اس پہ عاشق بیقرار
جب خبر عاشق کی پہونچی شاہ کو	شاہ بولا عاشق گمراہ کو
کان میں آہستہ لولا بات یوں	اے اگر عاشق ہوا ہے مجھپہ توں
دو سخن کہتا ہوں کر اک اختیار	یا کروں سر کو جدا یا پاؤں یار
نین زیادہ بات ہے یہ مختصر	سر کٹا یا چھوڑ دے میرا نگر
جو نہ تھا وہ عشق پہ ثابت قدم	شہر سے جانا قبولا ایک دم
جب کہا وہ شہر سے جاؤں گر	شاہ نے بولا کہ ڈالو کاٹ سر
تب کہا لوگوں نے اے عالم پناہ	کس سبب سر کاٹتے ہیں بیگناہ
پس کہا شہ نے کہ یہ عاشق نہ تھا	عاشقی کی راہ میں صادق نہ تھا
گر اسے کچھ عشق کا ہوتا اثر	وہیں کھڑا رہتا کہ ڈالو کاٹ سر
جس کو سر معشوق سے پیارا ہوا	عاشقی کی بیت سے نیارا ہوا
سر کٹانا گر وہ کرتا اختیار	میں بھی کرتا اُس پہ اپنی جان نثار
جب نہیں عاشق وہ دعوے دار تھا	سر کٹانا اس کا بہتر کار تھا
یہ کیا میں کام یوں نے ایک خوے	تا جھوٹا دعویٰ کرے نین اور کوے

حکایت سوال کردن مرغ پنجم

پانچواں پنکھی ہوا یوں عذر خواہ ۔ یہ مرا ہے نفس دشمن آہ آہ

کس طرح سے میں چلوں تیرے سنگات ۔ راہ کے رہزن کو لے کر اپنے سات

نیں کرے یہ نفس کب فرمانبری ۔ اس کوئیں سے نیں ہے مجھ کو مانبری

لانڈگا ہوگا جنگل کا آشنا ۔ یہ کونا گھر کا ہے نت نا آشنا

(بھیڑیا) (گھونسلا)

مجھ کو تو ایسا عجب آتا ہے یو

آشنا کو کاٹ کیوں کھاتا ہے یو

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ یہ نفس کمین ۔ ہے کتا بد خو اور نجس بالیقین

کر کھاے تجھ کو کوئی با ہی ۔ تب کتا پاتا ہے تیرا فو ہی

دیکھ تیری عمر کا سارا حساب ۔ تین پن تینوں ہوئے تیرے میں خراب

(شیخی کرنا) (بڑبڑیا)

چھوٹ پن میں ہے تجھے مادا گی ۔ اور جوانی میں تجھے دیوانگی

بوڑھ پن میں ناتوانی کاہلی ۔ ہے تجھے ہر سہ منے بیجا صلی

عمر تو ناچیز ہو گئی اس وضع ۔ یہ کتا آراستہ ہو کس وضع

اس کتے کی ہے جہاں میں کوئی بدی ۔ حیف اپنے دل میں نیں کھایا کدھی

(کبھی)

مر گئے ہیں کئی ہزار عالم وہیں ‏ ‏ ‏ یہ کتا کافر نہیں مرتا کہیں

حکایت سوال کردن از گورکن

کوئی مرد گورکن تھا کہنہ سال ‏ ‏ ‏ پس کیا کسی شخص نے اس سے سوال

گئی ہے قبراں کھودتے تیری عمر ‏ ‏ ‏ کچھ عجائب تجھ کو آیا ہے نظر

گورکن بولا کہ دیکھا اک عجب ‏ ‏ ‏ یہ پتھر سا نفس ہیگا بے ادب

کھودتے قبروں پچھا کر میں ہوا ‏ ‏ ‏ ایک دم طاعت میں رب کے نیں موا

حکایت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک دن عباس رضؓ مجلس میں کہے ‏ ‏ ‏ یہ جہاں گر کافروں سے بھر رہے

اور وو نیل کے جہاں تا بو الفضول ‏ ‏ ‏ صدق اپنے سے کریں ایماں قبول

ہوسکے یہ بات اما نفس نو ‏ ‏ ‏ پائے نہ ہرگز مسلمانی کی بو

کئی ہزاروں آئے ہیں پیغمبراں ‏ ‏ ‏ معجزے لکھ لائے ہیں کئی کئی براں

سخت کافر ہے یہ نفس پر غرور ‏ ‏ ‏ مارنے سے نیں مرے نہ ہووے دور

بسکہ کافر پروری میں ہے یہاں ‏ ‏ ‏ نفس کی فرمانبری دیتا ہے یاں

دل تو اک رہوار کا اسوار ہے ‏ ‏ ‏ ساتھ اس کے یہ کتا مردار ہے

دوڑتا میدان میں وہ ہے جتا ‏ ‏ ‏ لگ کے اسکے ساتھ رہتا ہی کتا

اسوار کو ملتا ہے جتنا کچھ شکار — یہ بھی ہو جاتا ہے اس میں حصہ دار

اس کتے کو جو بھی کیا میرے سَوں بند — جگ کے شیروں تئیں ہے ڈالا وہ کمند

اس کتے کو جس نے عاجز کر رکھا — نعمتِ حق کا اونے لذت چکھا

اس کتے کو باندھ لایا جو کوئے

قہر کو پھاندے سے بے پروا ہوئے

حکایت یکے بادشاہ کہ نزدیک درویش بر و خیال نہ کرد

کس گدا پر بادشاہ کیتا گذر — اس گدا نے نیں کیا شہ پر نظر

پس کہا شہ اس کو اے مفلسِ گدا — دیکھ آخر تو بڑا ایا میں بڑا

یوں کہا پھر بعد از ان مردِ فقیر — بات تو مت پوچھ مجھ سی اے امیر

گرچہ اپنے کو سراہنا خوب نیں — یہ تو تیرِ ہی بات پر کہتا ہوں میں

جب نہیں تو راہِ دین کا راز دار — خوب تر تیرے سے میں ہوں لاکھ بار

حکم میں جس نفس کے تو ہے جنم — سو وہ خر میری سواری کا جنم

سو وہ چڑھ کر تیرے کاندھے پر مدام — نت پھراتا ہے تجھے دیگر لگام

جب گدھا میرا ہے تیرے پر سوار — میں بڑا ایا تو مجھ کہہ ایک بار

ہے کتے سے نفس کے تو آشنا — نیں تو راہِ دین سے اب تک آشنا

نفس کے من کی منگے ہے خوشی — طبع خاکی کو کیا ہے آتشی

نین رہا اس آتش شہوت سے آب — اڑ گیا ہے نور دل سے تن سے تاب

ہو گئے ہیں کان بہرے نین بند — گنگ زیادہ ہوش کمتر عقل کند

گئی جوانی آئی پیری اے فلاں — تو سو چپ بیٹھا ہے غفلت میں یہاں

نیں سمجھ تجھ کو جو یہ کیا ہے نشاں — لشکر شاہ اجل کے ہیں نشاں

دن بدن اک ایک آتے ہینگے چل — تا کہ ناگہ آئے وہ شاہ اجل

جا پڑیگا جیو ترا رو ندل منے — تو کدھر کتا کدھر اس دن منے

بھی تمیں اک جائے ہوینگے نہیں

جا پڑینگے پھر کے دوزخ میں کہیں

حکایت روباہ نر و مادہ گوید

لومڑیوں کا بن میں جوڑا تھا کدھر — عیش سے رہتے تھے ملکر نار و نر

ناگہاں کوئی شاہ نکلا تھا شکار — بار چیتے اور کتے بے شمار

اُن لئے جنگل منے دونوں کو گھیر — نر سے مادہ یوں کہی جیو سے ہو سیر

جو لیں گے پھر کہاں ہم نار و نر

نر نے بولا پوستین دوزاں کے گھر

سوال کردن مرغ ششم

بعد ازاں چھٹا پنکھی یوں کر کہا ‎ ‎ منھ کو رستے سیمرغ سے کر گھٹا
یوں نکالا بات وہ شیطان سے ‎ ‎ نیں خلاصی ہے مجھے لیے دین سے

رات دن اُس کا لگا ہے مجھ کو گھور
نیں ہے چلتا اُس پہ میرا کوئی زور

جواب دادن ہُدہُد اُورا

پس کہا ہُدہُد کہ تیرا نفس سگ ‎ ‎ ہے جہاں ابلیس کا وہاں نیں سگ
نہ تو یاں ابلیس نہ تلبیس ہے ‎ ‎ آرزو ہر اک ترا ابلیس ہے
ہوئے اک اک آرزو تیری تمام ‎ ‎ تجھ کو ہیں سو ابلیس مجھ والسّلام
ان دونوں کی کچھ عجب تاثیر ہے ‎ ‎ سر بسر ابلیس کی جاگیر ہے

تو ہوا جاگیر میں سٹ اس کے ہات
نہ کریگا وہ کبھی کچھ تجھ سے بات

شکوہ کردن ابلیس یکے مرید پیش پیر خود

کوئی کیا ابلیس کا جا کر گلہ ‎ ‎ پیر سے اپنے جو تھے صاحب جلا
جو پڑا ہے وہ لعین میرے دُنبال ‎ ‎ چھوڑتا نیں کس طرح میرا خیال

رات دن کرتا ہے مجھ مکر و فن | دین کا میرے ہوا ہے راہزن
پیر نے اس کو کہا ابلیس بھی | دکھ ترے رو رو گیا ہے پیا بھی
جو مری جاگیر ہے دنیا تمام | سو وہاں کرتا ہے آکر دھوم دھام
تم کہو اس کو کہ اے مردِ خدا | چھوڑ دے جاگیر میری ہو جدا
میں بھی تیرا چھوڑ کر دوں گا خیال | بے فکر تو ہو ویگا رستہ سنبھال

نیں تجھے کچھ دین کے لوگوں سے کام

اصل مطلب یہ مرا ہے والسلام

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کیں کئے تھے خواب عیسیٰ نے کر | سو رہے تھے سر کے نیچے اینٹ کر
کھل گئی جب آنکھ اس کی نیند سوں | سامنے دیکھا کھڑا ابلیس کوں
پس کہے اے لعنتی تو یہاں کہاں | تب کہا وہ اینٹ میری ہے جہاں
ہے دنیا اور سب دنیا کا متاع | کل مری جاگیر ہینگے بے نزاع
پاس جس کے یہ دنیا اور زر ہوا | وہ تو میرے کام میں جا کر ہوا
جب سنی عیسیٰ نے اُس سے بات یو | اینٹ سٹ دی اور رہے پھر یوں ہی
پس کہا ابلیس نے عیسیٰ سے پھر | تم بچت اب سو رہو جاتا ہوں گھر

حکایت دعا خواستن با دشاہ بوقت نماز و جواب دادن دیوانہ

کوئی مانگتا تھا دعا وقت نماز　　کر خدایا مجھ پہ رحمت اور نواز

یوں کہا اس کو دیوانہ سن تو ایک　　کیوں نہ رحمت پائیگا جب تو ہے نیک

یہ تری دنیا و دولت کر و فر　　یہ ترا اسباب یہ چاکر نفر

یہ ترا ناز و تکبر اور غرور　　یہ ترے باندی غلامان و مزدور

یہ ترا ایوان صافی زر نگار　　یہ ترا دنیا منے عز و وقار

دیکھ اس کو رہ طرف لیجا کے لے　　مستحق دوزخ کے یا رحمت کے ہے

جب ملک دنیا سے دل توڑا نہیں　　نقد دولت دیں کی جوڑا نہیں

آ ادھر میری مثل ہو جا ننگ　　بعد ازاں رحمت خدا کے پاس منگ

گر تجھے ہمت ہی کچھ مردوں کی یار　　منہ پھرا تو سب سے اپنا ایکبار

حکایت نقطہ دانے گوید

کیا کہا ہے خوب کوئی مرد یقین　　یہ خلائق ہوش جن کو کچھ نہیں

قبر میں مردے کو رکھتے منہ پھرائیں　　مغز معنی کو نہ ہرگز پھر کے پائیں

کیا ہوا جی مکھ پھرایا اب کنے　　منہ پھرایا نیں جو جیتے جی انے

خشک ڈالی کو جو کوئی پیرا تو کیا　　مر گئے پر کوئی منہ پھیرا تو کیا

زندگی میں جس کو دنیا کی ہے حُب
عارفاں کن وہ ہے ناپاک و جنب

در سوالِ پنکھی ہفتم

ساتواں آیا پنکھی کوئی بد انان — معذرت سے اس طرح کھولی زبان
جو مراجی تو بہت زر دوست ہے — عشقِ زر سو مغز باقی پوست ہے
جب تلک جوں گل نہیں زر مجھ کنے — نہ ہنسوں گل کے مثلِ گلشن منے
عشق مال و عشقِ گنج و عشقِ زر — مجھ کو معنی سے کیا ہے بیخبر

جوابِ دادن ہدہد آں مرغ را

پس کہا ہُدہُد کہ اے دنیا پرست — کیوں ہوا ہے اس طرح غفلت مست سے
زر سو کیا ہے ایک رنگی زرد سنگ — تو سو خوش ہو بچوں من دیکھ رنگ
دیکھ زر کو تو بسرتا ہے خدا — وہ سو تیری راہ کا بت ہے جدا
نہ ترے زر سے کسے ہے کچھ نفع — نہ تجھے اِس زر سے کچھ ہیگا وفا
جب تو کچھ درویش کو دینے منگے — آزمایش اسکی یوں لینے منگے
زر کی لستی سے ہوا تجھ کو فراغ — او تو تیری پشت کو دیتا ہے داغ
زر کے لالچ میں گنوائی عمر سب — رات دن جی کو ترے زر کی طلب

فکر ہے زر کی تجھے ہے مشغلہ | زر نہیں تو جی کو تیرے ولولہ
اس کسب سے کیوں خدا کو پایگا | دین و دولت ملک کیوں ہاتھ آئیگا
ہے اگر کچھ دل منے حق کی طلب | خرچ کر اس زر کو اس کی رہ میں سب
دیکھ جا قرآن میں اے نیک خو | لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا
تجھ کو پیارا ہے جو کچھ سو ترک کر | بلکہ سارے جیو سے اپنے درگذر
جیو سو آخر جائیگا اک روز تیں | کاں یہ تیرا مال جب یہ جیو نہیں
گو دڑی کہنی اگر ہے تجھ کنے | وہ بھی آڑے آئے تیری رہ منے
دے جلا تو گودڑی کو بھی اب ایتال | چھوڑ اپنے جیو سے اس کا خیال
نیں جلاتا گر اسے جلدی سے تو | کب خلاصی پائیگا جہنم سے تو

حکایت مریدے کہ از پیر زر پنہاں داشتہ بود

تو مرید ایک تھا مگر کس پیر کوں | کچھ رکھا تھا زر چھپا کر پیر سوں
پیر کو بھی گرچہ ظاہر تھا ولے | نیں کیا کب منہ سے وہ باہر دلے
ناگہاں آیا سفر در پیش کیں | پس چلے ملکر مرید اور پیر دیں
آپڑے کیں بن بھیانے میں مگر | واں سو اک مارگ سو دو آئی نظر
راستہ
بعد ازاں پوچھا مرید مایہ در | پیر سے اپنے کہ جانا اب کدھر
مایہ دار

شیخ بولے چھوڑ اپنے ڈر کی چیز — پس چلا جا ہر کدھر بھی اے عزیز

زر سو کیا جیو کا خطرا اے مرد راہ — کیا یہ دنیا دین میں اے آہ آہ

تو سو زر کی فکر میں سب دن مدام — کئی ہنر کئی فکر میں کرتا ہے کام

دین کے مارگ منے تو پڑ رہے — جوں گدھا دلدل منے پھسکر رہے

زر سو کیا ہے باٹ میں تیرے کنوا — تو سو پابند اس منے پڑ کر موا

اس کنویں سے کر حذر اے ادلکھن — امن منگ نت حق سے یوسف کے نمن

حکایت حسن بصریؒ کہ از حضرت بی بی رابعہؒ سوال کردہ بود

شیخ بصریؒ رابعہؒ کے آئے پاس — جا کے پوچھے بات یہ وہ حق شناس

وہ سخن جو ہو ملینگے کیں تم سنے — تا تمھیں بولو نہ بولا اور کنے

خود بخود جیو دل سو وہ اچھا ہویگا — سو مجھے بولو جو برجا ہویگا

پس کہی بی بی کہ اے شیخ کبار — سوت میں کاتی اتھی کئی ایکبار

آئے دو دینار اسکے مجھ کو دس — نین لئی دونوں کیے تیں یاں ہاتھ میں

خوف سے آفت کے ڈر کے دل لیک — ہاتھ میں ہر ایک لئے دینار ایک

تا مبادا ملکے دونوں ایکبار — راہزن ہو جائیں میرے ایکبار

تو سو جو جوڑتا ہے زر مدام — نہ حلال آتا ہے دل میں نہ حرام

مر گئے پروار تاں بے کھائیں مال
ساتھ تیرے آئے نہ غیر از وبال

اے جو خوش دل ہے تو زر کے عشق سوں
زر بدل تو بیچنا سیمرغ کوں

راہ میں تجھ کو وہاں اک بال بھر
ساتھ کیوں لے جائیگا یہ گنج و زر

چال چیونٹی کی پکڑیاں اے عزیز
تا شکر کا گنج ہو تجھ کو تمیز

حکایت عابد کہ باری تعالیٰ بروے عتاب کردہ بود

ایک عابد تھا جنے سب زندگی
چار سو برساں کیا تھا بندگی

خلق سے دنیا کے جم ناساز تھا
حق سے پردے کے اندر ہمراز تھا

ہمدم اسکا کوئی نہ تھا جز یاد حق
ہر نفس اللہ اللہ کا سبق

چار دیواری میں اسکی اک درخت
خوشنما تھا سبز تر جوں سبز بخت

اس پہ گھر کر ایک پنکھی دل نواز
شوق کے دل سے ہوا الحان ساز

عابد اُس آواز سے دل بیچ بھا
لا رہا تھا کان اک دم جیو لگا

حق نبی پر اُس زمانے کے خطاب
یوں کیا عزت سے سن عابد کے باب

جو کہو یوں جا کے اُس کو یہ عجب
اے جو تو طاعت کیا تھا روز و شب

اس مدت کا شوق اور سوز جگر
کیوں دیا تو راگ پنکھی کو نے جبر

گرچہ تھا تو ئی سیانا اے پنکھی
کیوں ہوا آواز پنکھی کتے تیکھی

پچھے

میں خریدا تجھ کو تو بیچا مجھے — کیا وفاداری ایسی لایق تجھے

اس وضع ازران فروشی بھی نہ کر — میں ترا ہمدم ہوں مجھ کو مت بسر

سوال پنچھی ہشتم

بعد ازاں آیا پنچھی داں آٹھواں — غمزدہ خاطر پریشاں دل گراں

پس کہا مجھ کو کہ یاد آتا ہے گھر — جس پہ خرچا ہوں بہت سا مال و زر

خاص ہماری اور چھجے ہیں زرنگار — دلکشا و جان فزا ہوں روئے یار

ہووے جس کو دیکھتے دل کو فرح — کس وضع اس گھر کو دوں میں کس طرح

بیٹھتا ہوں بادشاہ بن کے وہاں — بادشاہی چھوڑ کر جا کر جاؤں کہاں

کماں پھروں گھر چھوڑ کر میں دربدر — راہ کا دکھ سونتا کان جاؤں بھاگ

باندھتا ہے گھر مرا جنت سے موڑ — کوئی عاقل جائے کیوں جنت کو چھوڑ

جواب دادن ہُدہُد اورا

پس کہا ہُدہُد اُسے اے کم ہمت — کیوں رکھا ہے یار جی کو گمت

کیا ہے جنت بہار کی تم نے خراب — توں اس میں جلکے ہوتا ہے کباب

گھر ترا جنت ہو یا گر خلد ہو — ہے اجل کا تجھ بندی خانہ سواد

موت سے تجھ کو گر ہوتا اماں — خوب تھا یہ گھر تجھے اور بیٹھکا ٹھکانا

حکایت تعمیر نمودن بادشاہ ایوان بلند و جواب دادن یک زاہد او را

گھر بنایا بادشاہ کوئی زرنگار
مال و زر کر خرچ بیسیا بیشمار

جب ہوا حاصل عمارت سے فراغ
کر دکھایا فرش ہی اس رشک باغ

لوگ ملک و ملک کے آنے لگے
دیکھ اُس کو راحتاں پانے لگے

بعد ازاں اک روز شاہِ کامگار
جشن فرمایا مجالس کو سنوار

سب مشیران اور وزیراں کو بلا
پس حکیماں اور امیراں کو بلا

خرمی سے دل کے کیتا یوں سوال
یہ محل کیسا ہے تم بولو احوال

جشن و خوبی دیکھکر چپ نہ رہو
کچھ ابھی باقی رہا ہے سو کہو

بعد ازاں سب ملکے بولے یک زباں
اس جہاں میں ہی نہیں ایسا مکاں

اس لطافت کا محل کیں بر زمیں
کوئی نہ دیکھا ہی نہ دیکھیگا کہیں

ایک زاہد نے دیا پھر یوں جواب
میں کہوں گر شہ نہ فرماویں عتاب

اس محل کو گر نہ ہوتا ایک کھوڑ (خرابی)
سچ اتھا فردوس اور جنت کے جوڑ

شاہ نے بولا کہ وہ کیا ہی سو بول
ربانی سوں راز کا سرپوش کھول

پس مع بادشہ کو یوں زاہد نے جواب
اس کو عزرائیل کر دیگا خراب

ہو سکے تو دور کر یہ کھوڑ سخت
نیں تو کیا ہے یہ محل یہ تاج و تخت

گرچہ خرم ہے مکاں یہ جوں بہشت ۔ موت آخر کو کرے گی اس کو زشت

یہ خلل ہوتا نہ گر تو یہ محل ۔ کیا کریگا تو جو باقی ہے خلل

اس محل کو دیکھکر تو خوش نہ ہو ۔ سرکشی کا تاج سر پر رکھ نہ تو

دیکھکر شاہی تری ہور تخت کو ۔ کہہ سکے نہ عیب کوئی پیش ہو

دیکھکر شاہی تری اور یہ مندر ۔ نہ کہے کوئی عیب کو افسوس کر

حکایت روستائی وتعمیر نمودن خانہ زرنگار

کوئی بازاری کیا گھر زر نگار ۔ جب ہوا گھر حسن وخوبی سے تیار

قصد دل پر میزبانی کا کیا ۔ شہر کے لوگوں کو دعوت جا دیا

دوڑتا پھرنے لگا تب گھر بگھر ۔ خلق عالم کو بلانے ہر کدھر

کوئی دیوانہ دیکھکر بولا اُسے ۔ بات کہتا ہوں تجھے تو نہ روسے

دل منے میرے بھی تو انجام دیکھ ۔ جو ترے گھر جاکے اکدم آؤں لیک

نیں ہے مجھ کو فرصت اب اس شغل سے ۔ میں نہ آتا ہوں تو سن اس عذر سے

حکایت عنکبوت یعنی مکڑی

دیکھ جا مکڑی کو اے صاحب جمال ۔ کس طرح کرتی ہے دل میں کئی خیال

سا ندھ میں لوگوں کے جالا باندھ کر ۔ دام کرتی ہے کیسوں کا سر بسر

کوئی مکھی سپڑی تو اسکا پی لہو | کر کے رکھتی ہے ذخیرہ ہو بہو
وہ مکھی جالے منے جب سوکھ جائے | بعد ازاں آہستگی سے اس کو کھائے
ناگہاں گھر کا دھنی اس ٹھار آ | توڑ کر سٹتا ہے سب یکبار کا
ہے یہ دنیا حق تری سن ہو بہو | یہ ترا گھر اور ذخیرہ ہو بہو
ایک دم میں ہو کے جاوے سب فنا | کاں رہیگا جان و دل اور یہ بنا
جائیگا جس روز مالک آئے گا | ایک پل میں سب فنا ہو جائیگا
یہ تری دنیا و دولت اور شے | تو نہ تو بول مجھ کو کاں رہے
قید ایس کا جان یہ گھر اور سرا | قید میں پڑ کر ایس کو مت سڑا
کیا یہ دنیا ہے جہان پر غرور | چھوڑ جاویگا اسے اکدن ضرور
کھول انکھیاں دیکھ کچھ اس راہ کو | چل شتابی ڈھونڈ منے درگاہ کو
جب توں اس درگاہ تک چل جائیگا | جگ میں عزت سے کہیں نام آئیگا

حکایت شخصے کہ پسر او وفات یافتہ بود

مر گیا تھا طفل کس کا از قضا | باپ سُدھ بدھ کھو دیوانے کی وضع
پشت سے تابوت کے ہو بیقرار | بولتا جاتا تھا یوں وہ زار زار
اے بچے میرے جہاں نہ دیکھکر | کیوں کیا تھوڑی میں تو آخر عمر

ایک بے دل نے کہا سن اے ملال | تو سمجھ تو سنو بار اُن دیکھا جہاں
عاقبت مرنا اُسے تھا یا نہیں | جان تو اُس بات کو دل میں ہے یاں
سو برس گر تو جہاں میں پائے زیچ | تو یہی بولیگا کہ میں دیکھا نہ کچھ
عمر تو اک پل منے جاتی ہے آج | کب کریگا درد کا اپنے علاج
جب تلک چھوٹا نہیں نفس خسیس | گنڈ میں ڈوبا ہے یہ جان نفیس

سوال پنکھی نہم گوید

پس کہا آکر نوان پنکھی سخن | جو مجھے ہے ایک دلبر سو کہن
عشق میں اس کے ہے یہ دل بے قرار | ہاتھ سے جاتا رہا ہے اختیار
مجھ خیال اس کا ہوا ہے راہزن | آگ میں جلتا ہے سارا تن بدن
ایکدم بن اُس کے مجھ آرام نیں | صبر سے اک ذرہ مجھ کو کام نیں
دل نہیں مجھ ہاتھ میں اب کیا کروں | کس طرح سے پاؤں رستے میں دھروں
کس طرح اس ماہ رخ کے رخ بغیر | رخ کروں کس رخ کدھر کو جاؤں سیر
درد کو میرے تو درماں نہ دے | عشق میں نہ کفر نہ ایماں دے
کفر اور ایمان میرا عشق ہے | درد کا درمان میرا عشق ہے
عشق کے غم میں نہیں کوئی ہم نفس | ہم نفس میرا تو مجھ کو عشق بس

عشق نے اُس کے جلایا ہے مجھے
خاک اور خون میں ملایا ہے مجھے

ہو رہا ہوں صبر اور طاقت سے طاق
سُدھ بُدھ کل جا دلمیں بیٹھا ہے فراق

چک سوزاں روز ار سینہ آہ آہ
دل ہوا ہے غرق خوں تن خاک راہ

جواب دادن ہدہد آن مرغ را

پس کہا ہُدہُد کہ اے صورت پرست
منزل معنی سے مطلق دور دست

عشق صورت نیں ہے عشق معرفت
عشق شہوت باز ہے حیواں صفت

حُسن کو جس روپ کے نقصان اچھے
جیو لگانا اُس تے جایز کاں اچھے

جب ملک میں اصل حُسن بے زوال
کفر ہے اس حسن پر بندھنا خیال

بھول مت اس خلط خوں کے حُسن پر
جانتا ہے جس کو تو مثلِ چندر

وہ تو ہے سب خلط اور خون کا بناؤ
دمبدم ہے آرزو اور جس کی چاؤ

جس گھڑی وہ خلط خون کم اس میں ہوئی
زشت اُس کے سار کا پاوے نہ کوئی

پس نہیں ہے حسن صورت کا خیال
اصل معنی ڈھونڈھ اے صاحب کمال

حُسن معنی جب تجے ہاتھ آئے گا
خالق و رازق کو اپنے پائے گا

صورتاں یہ ہیں سو فانی ہوئیں سب
کس کو عزت نہ رہیگی غیر رب

دوستاں صورت کے یوں ہیں سو آتال
ہوینگے ایک کے جیو کے ایک کال

دوستی ہر چیز کی رب کے سوائے — سب غم تجھ کو پشیمانی میں بجائے

حکایت گریستن دردمندے و پند دادن شبلیؒ اورا

کوئی شبلیؒ پاس آیا دردمند — شیخ پوچھے کیوں ہے اسکو مستمند

پس کہا اوا ے بزرگ نامدار — تھا مرا محبوب اک پیارا نگار

مرگیا وہ سو اسکے غم منے — ہو رہا ہوں اس طرح ماتم منے

شیخ بولے گر تو ہے یوں غمزدا — کیا ہے یہ غم اس سے اگلا تجھ سزا

جا ابھی ڈھونڈ ہو اس وضع کا کار تو یک — جیو مرا نہ ہوئے وہ بیزار یوں

یار ایسا جس کے مرنے سے بچے — دوستی میں اس کی جیو پر ہے خطر

حسن و صورت کا ہوا جو مبتلا — نیں عجب جو آئے اس پر کوئی بلا

وہ سو اک دن حسن جہاں سے جائیگا — حیرت و حسرت کو تجھ پر لائیگا

یا تو جا ئیگا اسے یہاں چھوڑ کر — حیرت و حسرت سے دل کو توڑ کر

حکایت عاشق شدن شاگردے بر کنیزک استاد خود

ایک جواں نوخیز تھا چالاک و تیز — صاحب ہوش و فراست با تمیز

رات دن تھا علم کی تحصیل میں — کوئی لحظہ بھی جاتی نہ تھی تعطیل میں

سب دنیا کا چھوڑ دے کر کاروبار — بحث اور تکرار میں تھا استوار

باحیا تھا نیک بخت و باشرم　　پاک صورت متقی تھا دل نرم

مہرباں اُس پر تھا اُستاد بھی　　نئیں کیا اک دن غصہ اس پر کبھی

جہاں تلک شاگرد تھے اس کے تمام　　سب سے زیادہ پیار تھا اس پر مدام

از قضا استاد کے گھر میں گر　　خوبصورت تھی کنیزک جوں چندر

دلربا دلدار دلبر جو کہ حور　　جس کو پاکاں دیکھکر ہوں ناصبور

نازنیں نازک بدن تھی سرسری　　رشک کھاوے دیکھ اُسے حور و پری

نین ظالم غمزہ خونی ٹھگ ادا　　عاشقوں کا جان و دل جس پر فدا

حسن دریا مکھ کنول تل جوں بھنور　　زلف اس دریا سے نکلا سو عنبر

شکریں لب شہد سی امرت بچن　　نین جوں بادام منھ پستے نمن

دیکھ اس کوں نین بھر شاگرد کیں　　مبتلا ہو کر گیا اک پل میں وہیں

دل ایس کا مدرسہ سے توڑ کر　　علم و دانش کا دیا بھی چھوڑ کر

عشق کا ابجد لگا کرنے کو یاد　　حسن کے دلبر کو سمجھا اوستاد

درس علم و فضل کا دل سے بسار　　دل رکھا لینے کو درس روئے یار

ہو گیا اک بارگی جوں لالہ زار　　زعفرانی چہرہ اس کا گلعذار

عاقبت ہو کر پڑا بیمار عشق　　غم غصہ کرنے لگا تیمار عشق

ناگہاں واقف ہوا استاد کیں　　پس بلا کر باندی کو اپنے پاس ویں

لہو چھڑایا اس کے دونوں ہاتھ سوں　　کاڑ ڈالا واں ندی کر دل سیں خوں

تا کہ ہووے زار زار و ناتواں　　رنگ گلناری ہوا جوں زعفراں

یک طرف سے گئی نکل خوبی سگل　　سوک گئی جل بن تشکل کنولی کنول

منہ نکل آیا گئی کالاں جھنک　　جا لگیاں ڈونگان کو انکھیاں بھٹک

حسن میں اس کے نہ کچھ باقی رہا　　نہ شراب شوق نہ ساقی رہا

وہ جو تھا اخلاط و خون کند سو　　سب رکھا تھا جمع کر استاد اد

بعد ازاں شاگرد کو بھیجا بلا　　پس دکھایا اس کو باندی کا گلا

ہور رہا وہ دیکھ اس کو دل تنگ　　پھر نظر کرنے کو لایا دلمیں ننگ

پس کیا شرمندگی سے سر تلھار　　ہو گیا بیزار اُس سے ایک بار

بھوتنی سا اس پری کا دیکھ حال　　دل منے اپنے نپٹ پکڑا اکنشال

عشق کی جب تاب دلسے گئی نکل　　ہوئی شفا از رنج و بیماری بدل

بعد ازاں استاد لے اس طشت کوں　　لا رکھے آگے جو تھا پر خلط خوں

پھر کیا شاگرد سے اپنے سوال　　اے جواں اب راستی سئے لو احال

کاں گئی وہ رنج بیماری تری　　کاں گئی وہ خواری و زاری تری

عشق کے شعلے و گرمی ہے کہاں | شوخی و رندی و بیشرمی کہاں
رات دن باندی کی تھی تجھ آرزو | دیکھتا کئی میں کھڑی ہے روبرو
عشق سے جس کے کیا تھا رنگ زرد | کیوں ہوا کیا ہو گیا وہ عشق سرد
آرزو جس کی تو کرتا تھا مدام | وہ سو ہے اس طشت میں بھر کر تمام
یہ نجاست اس سے جب باہر پڑی | جو تینی ہو سامنے تیرے کھڑی
تو نہ تھا عاشق مگر اس یار کا | بلکہ عاشق تھا اسی مردار کا
بات یہ سنکر جواں تو بہ کیا | بار دیگر مدرسہ کی راہ لیا
جس کو ہے صورت پرستی کا خیال | کب صفت سے ہوئیگا اسکا وصال
اصل صورت نقش شیطانی سمجھ | اصل معنی وصف روحانی سمجھ
ترک صورت کر پکڑ اعشق صفت | دیکھ زان پس آفتاب معرفت
نقش صورت خلط خوں سے بیش نیں | مرد صورت مرد و رہ اندیش نیں
خلط او زخوں سے ہوا صورت کو زیب | تو نہ کھا اس خلط او زخوں کے فریب

حکایت سوداگر کہ کنیزک خود را فروختہ بود

ایک سوداگر تھا با ملک و مال | ایک لونڈی تھی اُسے صاحب جمال
ناگہاں بیچا اُسے وہ کس کے ہاتھ | پھر کے بچتانے لگا وہ نیک ذات

پاس جا کر اس شخص کے یوں کہا　　پھر کنیزک مجھ کو دے لے تو نفع

نیں دیا پھر وہ کنیزک اس کو جب　　ہور ہا ایسا پریشاں حال تب

ہر گھڑی رستے پہ جا کر غمزدا　　خاک منہ پر ڈالتا تھا وہ سدا

یوں وہ کہتا تھا اپس کو زار زار　　یہ سزا تیری ہے اے جیونا بکار

جب حماقت سے اپس دلدار کو　　بیچ ڈالا جب کئی دینار کو

اس بھرے بازار میں اے ناسمجھ　　کر تہیں اپنا زیاں آپیں سمجھ

عمر کا تیری ہے یک ایک دم گہر　　زر نہ لے تو اس گہر کو بیچ کر

اے صباح محشر منے پچھتائیگا　　ایک ذرہ زر نہ کچھ کام آئیگا

سر سے پا لگ حق دیا ہے نعمتاں　　شکر کر ان نعمتوں پر اے فلاں

پالتا ہے حق تجھے با عز و ناز　　تو سو چپ رکھتا ہے بھی کس سے نیاز

حکایت برائے شکار رفتن بادشاہ

ایک بھلا بادشاہ تھا کیں شکار　　تھا کتا اسکا کوئی اس کو سنوار

اس کتے پر بادشاہ کا پیار تھا　　تھا مگر محبوب خوباں سار تھا

تن پہ جس کے زیب و زینت تھا لگا　　جھول زردوزی مرصع کا پٹا

مرو سگباں جبکہ فرماں پائیا　　زر کی ڈوری سے کتا بندھ لائیا

پس کُتے کو جلد کر کے وہ تیار ۔ ڈور سے زر کی اگے لایا سوار
شاہ نے وہ ڈور لیکر اپنے ہات ۔ اس کُتے کو لیچلا اپنے سنگات
ناگہاں رستہ میں کیں ہڈ دیکھکر ۔ یک نفس ٹک وہ کتا اٹکا مگر
شاہ پیچھے پھر کے دیکھا اس کو جب ۔ طیش کھا دل میں لگا کہنے کو تب
مجھ سری کے بادشاہ کو چھوڑ کر ۔ اس کُتے نے ہاڑ پر کیتی نظر
کاٹ کر ڈوری دیا اس کو نکال ۔ پس کتا ہو کر چلا دل میں خوش حال
جب ٹوٹی ڈوری گلے کی آپ سے ۔ مفت چھوٹا اس بلا کے پاپ سے
پس کہا وہ ڈوریا اے نامدار ۔ اس کتے پر ساز ہے جو ہر نگار
گرچہ جنگل ہے بھتر اس کی سزا ۔ یہ زر و گوہر رہے مجھ کو روا
شاہ بولا یو نہی جانے دے اسے ۔ تا عزت کی قدر خواری میں دسے
زیب و زینت جب الیس کی پائیگا ۔ یاد کر مجھ کو بہت پچتائے گا
وہ کُتا کیا ہے سمجھ اپنا نفس ۔ کر رہا ہے ہڈ پہ دنیا کی ہوس
فضل و رحمت حق تعالی کا بسا ۔ ہے پریشاں اس جنگل میں خواندا
ہے تجھے اوّل سے حق کی آشنائی ۔ کیوں لیا ہے یوں تو غفلت سے جدائی
رکھ قدم عشق حقیقی میں مدام ۔ نوش کر مرداں مثل سنحی کے جام

ذم بکرپاڑ رہ گرچہ سولی پر پڑھائیں ‏ ‏ ‏ ‏ ورنہ تو گرجیو کے گاہک ہو کے آئیں

جان اس سولی کو یک خس کے مثال ‏ ‏ ‏ ‏ اژدہا کو ایک چیونٹی کر خیال

عاشقان تو رہ میں اس بیچون کے ‏ ‏ ‏ ‏ نت رہیں پیاسے الس کے خون کے

حکایت بر دار کشیدن منصور حلاج را

جب چڑھائے دار پر منصور کوں ‏ ‏ ‏ ‏ جز انا الحق نیں کہے کچھ جیب سوں

عاملان یہ سن کے اُن کی سخت بات ‏ ‏ ‏ ‏ کاٹ ڈالے دھڑ سے انکے پاوں ہات

لہو نکل جا کر پڑا جب زرد موں ‏ ‏ ‏ ‏ ہات ٹھونٹھوں سے لگائے منہ پہ خوں

تا کہے نہ کوئی مرد عیب جوے ‏ ‏ ‏ ‏ خوف سے پیلا ہوا ہے رنگ روے

کیا مجھے ڈر ہے کہو کس بات کا ‏ ‏ ‏ ‏ جو مرا سودا ہے سر کے سات کا

یہ جہاں تو سوئی کے ناکے ہے تنگ ‏ ‏ ‏ ‏ جیو چھپانا نئیں مرد وں کو ہے ننگ

راہ میں حق کی ہزاراں گھات ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ دار پر چڑھنا سو ادنی بات ہے

حکایت کشتہ شدن پسر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

پیشوائے دین جنیدؒ نامور ‏ ‏ ‏ ‏ بولتے تھے وعظ باراں میں مگر

کر دکھائے تھے سخن یہاں تک بلند ‏ ‏ ‏ ‏ جی ہوا اس چرخ گردوں کا کمند

ناگہاں اس حال میں کوئی بے کٹر ‏ ‏ ‏ ‏ شیخ کے فرزند کا سر کاٹ کر

سٹ دیا مجلس میں لاکر خوار زار ۔ وہ پسر سو شیخ کے جیو کا ادھار

مکھ پونم کا چاند اور ابرو ہلال ۔ پاک ظاہر پاک باطن خوشحال

شیخ وہ سر دیکھ کر کچھ نہ کہے ۔ وعظ کرتے تھے سو یوں کرتے رہے

بعد ازاں آخر کو بولے یہ سخن ۔ اے عزیزاں دیکھ اسرار کہن

میں کھلایا تھا خوشی کی آج رین ۔ سو ہوا ورکار اُسے آب نین

میں خوشی سے وعظ بولیا تھا جزا ۔ تب انخا درکا ، مجھ کو یہ سزا

سوال کردن طایر دہم

پھر لگا کہنے کو دسواں جانور ۔ موت کا آتا ہے مجھ کو ایسا ڈر

میں تو بے توشہ ہوں اور رستہ ہے دور ۔ مر رہوں گا راہ میں کیں بار ضرور

موت سر پر ہے کھڑی ہے تیغ وہاں ۔ کاٹ ڈالے گی کبھی معلوم نیں

لے کھڑا جس پر ہے سو جلاد تیغ ۔ کیا ہوے رنج زندگی کی جز دریغ

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ اے زار و نحیف ۔ چھوڑ دیگا تجھے کب وہ حریف

کیا یہ تن ایک ہاڑاں کا ہے پنجر ۔ مغز جھر جھر ہو یگا اک دن جھجر

یاں جو کوئی آیا سو آخر جائیگا ۔ ہے جو کوئی زندہ سو وہ مر جائیگا

نیں تجھے یاں بھی بچانے کے بدل — لائے ہیں آخر لیجانے کے بدل

یہ فلک تو طشت ہے اوندھا مگر — یُں رکھے ہیں تس شفق کے لہو سے بھر

آفتاب تیغ زن سر کاٹ کاٹ — طشت نت بھرتا ہے لہو چاٹ چاٹ

تو اگر آلودہ ہے یا پاک ہے — ایک دن پانی سوں ہونا خاک ہے

اصل میں ایک بوند ہے ہر اک کی ذات — کیا چلیگا بوند کا دریا کے سات

سب عمر لئی عیش کرتا آئے گا — سوز اور زاری سے اکدن جائیگا

حکایت ققنوس یعنی موسیقار

طرفہ تر ققنوس کوئی ہے جانور — ہند کے کیں ملک میں وہ ہے مگر

چونچ اُس کی ہے لنبی و سب نیک — ہے مگر اُس چونچ میں سنتا چھید لیک

یں ہر ہر اک چھید میں آواز اور — ہے ہر اک آواز میں کچھ راز اور

جب کرے چھیدوں سے وہ آواز کھا — مرغ و ماہی ہور ہے سن بیقرار

سب درندے ہور ہیں خاموش و ہش — سر بسر جا کر پڑیں بے ہوش وہیں

سب حکیماں علم موسیقی مگر — اس سے پیدا کر دکھائے ہیں اثر

ایک ستر سال وہ جیتا پنکھی — نہ اُسے جوڑا نہ بیٹے سن سچی

بعد ستر سال کے جب موت لے — دل میں اپنے وہ سمجھ ور حال جائے

بعد ازاں چن چن کے لکڑیاں سربسر ‏ ‏ بیٹھتا ہے جا کے وہ لکڑیاں اوپر

پس اِس کی چونچ کے ہر چھید سے ‏ ‏ نالۂ جانسوز کئی بھید سے

کیا پرندہ کیا چرندہ سربسر ‏ ‏ ہور رہیں سُدھ چھوڑ کلی بے خبر

اس طرح کرتا ہے دل سے آشکار ‏ ‏ جو جناور ہوئیں سنکر بے قرار

سوز اُس کے درد و غم کا سہہ نہ سک ‏ ‏ جائیں کتے مرگ مارے لگ بلک

ہور ہیں کئی جانور حیران و دنگ ‏ ‏ کوئی اُس کی زندگی سی ہووے تنگ

کچھ عجب آواز اُس سے باہر آئے ‏ ‏ نالۂ خونریز کے نالے بہائے

عمر میں باقی رہے جب یک نفس ‏ ‏ جھاڑتا ہے بال و پر اپنے وہ بس

آگ پڑتی ہے پروں سے تب نکل ‏ ‏ کولسے ہوتے ہیں لکڑیاں بعد جل

جلکے وہ ققنوس جب ہوتا ہے خاک ‏ ‏ خاک سے پھر اک بچا ہوتا ہے پاک

کیا ہے قدرت حق کی اب دیکھ تو ‏ ‏ جو بچا پیدا ہوتا اُس خاک سوں

حال سے ققنوس کے تو کر بچار ‏ ‏ بعد ازاں کر عمر اپنی کا شمار

ایکلا وہ زندگانی کیوں کیا ‏ ‏ کس طرح بے جفت وہ بچہ دیا

اس دنیا میں زندگی پایا جلگ ‏ ‏ نیں رکھا کس حال میں کس سے سلگ

عاقبت کو آئی جب اُسکی اجل ‏ ‏ مرگیا اکبارگی آتش میں جل

تو بھی کوئی دن الگ جیا تو کیا ہوا   زندگی کے تیں کیا تو کیا ہوا

ایک دن مرنا ہوا تجھ کو ضرور   نہ سمجھنا موت کو آپس سے دور

موت گرچہ سخت نامحبوب ہے   سرکشوں کو نرم کرتی خوب ہے

حکایت گریستن پسر برجنازۂ پدر

کوئی چلا نہا باپ کے تابوت سات   باٹ میں رو رو کے کہتا تھا یو بات

جو ایس کی عمر میں اس بھانت روز   نیں نظر آیا مجھے پُر درد و سوز

پس کہا کوئی مرد صوفی رہ گذر   کیا ہے یہ غم جو تو دیکھا اے پسر

گریہ مردہ جی کے اٹھتا تو تجھے   اس پہ جو گذرا سو وہ کہتا سچے

ہے یہ دنیا جائے غم رنج و ہلاک   یوں ہی ہوگا دل ترا غم سے ہلاک

اس جہاں میں گر تجھے ہے تخت و تاج   جائیگا سب چھوڑ اک دن لاعلاج

کیا ہے تیرا حال کہہ اس وقت سو   جواب بولا وہ کہ اب پوچھو نکو

حکایت بادشاہے درحالت نزع

پس خلیفہ کی ہوئی جب چل چل   پس کنے پوچھا کہ اے شاہ اجل

کیا ہے تیرا حال کہہ اس وقت سو   شاہ بولا مجھ کو تم پوچھو نکو

عمر گئی بے فائدہ میری تمام   اب ملونگا خاک میں جا والسلام

ٹل گیا سب بادشاہی کا نہال
بیت جھڑی سے آ لگا ہے کاروبار

جن کے سب عالم اٹھا فرمان میں
ہو گئے ہیں وے فنا اک آن میں

وے زمین کے پیٹ میں جا کر سوئے
مستی و ہستی اپس کی کھوئے کے

یونہی مرنے کو ہیں سب آئے ہیں
آس سے جینے کی چپیٹ لائے ہیں

کیا بلا کی راہ یہ مشکل ہوا
گور اول جس کا منزل ہوا

موت کی تلخی کی گر ہووے خبر
جان شیریں ہو رہے زیر و زبر

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ آب نوشیدہ بود از چشمہ

کین پیا عیسیٰؑ نے کس چشمے سے نیر
سرد شیریں صاف تھا وہ بے نظیر

پھر کئی خم بھر کے پانی وہ لیا
ایکدن اس کو مسیحا نے پیا

دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ہے تلخ تر
حضرت عیسیٰؑ پہ ہوئی حیرت اثر

پس کہے یارب کہ آتا ہے عجب
یہ ہے تلخ اور وہاں تھا شیریں کیا عجب

راز اس کا کر تو میرے پر عیاں
نیں تجھے پوشیدہ اسرار نہاں

تب خدا کے حکم سے خم یوں کہی
میں ہوں ماٹی ایک سو انسان کی

مجھ کو اس چرخ فلک گردوں تلے
کئی وضع گردش دئے ہیں لاکھ بار

کب کئے کوزہ کبھی خم کب باٹ
کئی جنس کرتے ہیں مجھ کو بھانت سات

مٹکا

موت کی تلخی کبھو جاتی نہیں | بھی کرینگے لاکھ یاری جو کہیں
یہ مری تلخی جو ہے نہ جا عجب | نیر میرا اس سبب سے تلخ لب
یاد رکھ اے ہوش ور تو بات یہ | بھول مت جا بات تو غفلت ستی
گم اپس کو کر نہ تو خوبی پہچان | راز اپنا ڈھونڈھ لے جاتک ہی جان
گر پچھانا نہ تو نہ جیو ہے جب تلگ | کیا پچھانیگا ہوا جب جیو الگ
نہ تجھے کچھ ہوشیاری من خبر | نہ موئے پس کچھ رہے جیو کا اثر
کئی ہزاراں سو ہیں پردے درمیاں | کیوں پچھانیگا اپس کو اے فلاں

حکایت حکیم بقراط چون اورا مرگ پیش آمد وپرسید شاگرد اورا

جان جب بقراط کا جانے لگا | وقت آخر کا نزدیک آنے لگا
تب کیا شاگرد نے اس سے سوال | کاں تجھے رکھنا سو مجھ بول حال
کیا کفن دیویں تجھے اور کیوں نہلائیں | کاں رکھیں کس خاک میں اور کیوں بنائیں
پس کہا بقراط نے اس کو وہیں | جب موا تو پائیگا رکھ ہر کہیں
میں تو جیو تے جیو نہ پایا آپ کو | مر گئے پر پادیگا کیا مجھ کو تو
اب جو آیا ہے مجھے وقت گذر | جاؤنگا میں کاں سو مجھ کو نیں خبر

حکایت سوال کردن پنچھی یازدہم

گیارہواں آیا پنکھی رونا مراد — پس کہا تیا میں ہوا کب بامراد

غم رہا ہوں دیکھتا سارا جنم — دل خوشی پایا نہیں میں ایک دم

بولنے میں آئے نہ غم کا بیاں — خون دل ہوتا ہے انکھیوں سے رواں

کیا کروں جو دل ہے زیر خون آشنع — کیوں رکھوں جلنے پہ دل میں کس شمع

حکایت جواب دادن ہدہد او را

پس کہا ہدہد نے اے غمگیں دکھی — کون ہے سب عمر دنیا میں سکھی

اس جہاں میں نامرادی اور مراد — جائے اک پل میں گذر کر جوں کہ باد

نا اسے ٹھارا ہے نہ اس کو قرار — عارفوں کو نیں ہے اس پر اعتبار

پس گذر جاتی خوشی اک تل منے — تو نہ رکھ وسواس اس کا دل منے

جوں گگذرتا ہے جہاں تو بھی گذر — دل نہ بند اس سے نہ تو ارمان کر

نہ رہے جو چیز دنیا میں مدام — آرزو اس چیز کا ہیگا حرام

حکایت مرد عارف کہ در تمام عمر شربت نخوردہ بود

ایک عابد تھا بڑا کوئی نیک خو — نیں کیا کب آرزو شربت کی او

اس کو پوچھا کوئی اے مقبول رب — نیں تجھے شربت کی رغبت کیا سبب

پس کہا کیا یوں شربت کی گھڑی　　موت شربت جیو لینے کو کھڑی

(چونا گھڑا)

جب اچھے ایسا موکل سر اُپر　　نیں وہ شربت زہر سے ہی تلخ تر

کیا ہے شربت جیب کا یک تل سواد　　اس کو کیا کر جانتا جیو کی مراد

نامرادی سے بھی اک وسواس ہے　　چپ محبت وسواس کی کیا آس ہے

رنج و راحت نہ رہے کس کوں مدام　　جائیں دونوں بھی گذر کر والسلام

گر تجھے کچھ رنج یا زاری اچھے　　وہ تجھے عزت ہے نہ خواری اچھے

انبیا پر آئی ہے جو کچھ بلا　　کیا ہے اس آگے بلائے کربلا

وہ بلایاں انبیوں پر بے خطا　　حق تعالیٰ سوں انھیاں مخفی عطا

کُل بلایاں راہ میں مولا کی سب　　جو سُنے کو آنچ ہی آبو العجب (سونا)

یہاں جو کچھ کرتا ہے تجھ پر درد و رنج　　وہ سمجھ کر دیکھ تو ہے عین گنج

خواب میں دیکھے جو کوئی روتا اپس　　اس کو ہے تعبیر خوش حالی سو بس

دیکھتا جو تو رہا ہے سب جنم　　دمبدم حق کی عنایت اور کرم

سو تجھے کس وقت یاد آتا نہیں　　ایک دکھ تجھے سہا جاتا نہیں

پس یہ تیری کس وضع کی دوستی

دل میں اپنے کچھ سمجھ اے پوستی

فقیر

حکایت بادشاہے کہ نوکر خود را بار دادہ بود

ایک نوکر کو دیا کوئی بادشاہ — لطف سے کچھ پھل کرم کی کر نگاہ

وہ سو اُس لذت سے پھل کھانے لگا — جو شہنشاہ دیکھ پچتانے لگا

پس کہا شہ اُس کو اے روشن گہر — دے مجھے بھی ایک ذرہ توڑ کر

یونہی وہ بھی توڑ کر آگے رکھا — سخت تر کڑوا لگا جو شہ چکھا

پس کہا شہ نے کہ ایسی تلخ چیز — کس وضع کھاتا تھا تو اے عزیز

بعد ازاں چاکر ادب لا کر بجا — عرض کیتا یوں کہ اے فرمانروا

میں جو تیرے فضل سوں نت دمبدم — نعمتاں کھاتا رہا ہوں سب جنم

آج گر اک چیز کھایا تلخ تو — کیا ہوا میٹھا ہے مجھ کو اس سے او

جو تو دیوے مجھ کو اپنے ہاتھ سے — سو مجھے میٹھی لگے نابات سے

اے بندے گر تجھ کو بھی کچھ ہوئے رنج — جان ایس کے حق منے تو اس کو گنج

یہاں تو ہم لڑنے کو بھی آمرد گھٹ — نعل گھوڑے کے لگائے ہیں آلٹ

جن کو ہے اس راہ کی کچھ معرفت — جانتے ہیں رنج کو راحت منفعت

پختہ مرداں دھو کے اپنے جیو سے ہات
خون دل کھاتے ہیں روٹی کے سنگات

حکایت شیخ ابو سعید کی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عالی کو کہی کوئی پیر زن | کچھ سکھا مجھ کو خوشحالی کے بچن

جو کروں میں ورد اس کا روز و شب | تا مگر یہ زنگ دل کا جائے سب

نامرادی بسکہ دیکھی ہوں جنم | کب خوشی سے نیں رہی ہوں ایکدم

شیخ بولے میں بھی سب اپنی عمر | دل خوشی ڈھونڈھتا پھروں ہوں ہر کدھر

نیں ملا ذرہ مجھے اس کا نشاں | کس وضع تجھ کو کہوں وہ ہے کہاں

گر خوشی ہے یا ہتی اے پیرزن | یا سوتی ہے یاکہ پڑتی ہے دکن

خوش دلی تو نیں کہیں اک بال بھر | تو دیوانی ہو کے پھرتی ہے کدھر

نیں ہے جگ میں جو تجھے درکار ہی | دکھ دنیا میں سو سہنا ناچار ہے

حکایت کسے کہ عقرب گزیدہ بود

کس کے تئیں کاٹا بچھو تب زار زار | درد سے روتا تھا وہ بیقرار

کوئی کہا اس کو کہ میں بولوں علاج | جا تو رونا بیٹھ ساری رات آج

سوال کردن مرغ دوازدہم

بارھواں آیا پنکھی کہے رہنما | کیوں ہے جو کوئی امر حق لاوے بجا

حکم سے کرتا ہے طاعت مدام | نہ رکھے کب کچھ قبول ورد سوں کام

کیا نتیجہ ہوویگا اس کا سو بول   اس گرہ مشکل کو میرے دل کی کھول

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد نے کیا خوش ہے سوال   مرد کو اس سے زیادہ نیں کمال

امر حق لایا بجا وہ جھٹ پڑا   مایۂ سختی سے جاں پر لُٹ پڑا

حکم سے طاعت اگر ہے ساعت ایک   طاعت بے حکم سی سالہ سے نیک

حکم بن حق کے جو کوئی طاعت کرے   وہ کتے کی خاصیت خصلت دھرے

گر کتا محنت کیا تو کیا ہوا   کچھ اسے حاصل نہیں غیر از جفا

حکم حق سے جو کوئی طاعت کیا   اجر اس کا اک جہان بھر کر لیا

حق نے جو فرمایا وہ لانا بجا   کچھ نہیں اپنا تصرف یاں روا

حکایت بادشاہ کہ شہر را آراستن حکم فرمودہ بود بوقت داخل شدن

کوئی چلا تھا بادشاہ اپنے نگر   حکم فرمایا رکھیں رستے سنور

پس ہزاراں لوگ ہر اک جا بجا   حکم تھا جو شاہ کا لائے بجا

چوک اور بازار اور رستے سب سنوار   زیب و زینت سے کیا رشک بہار

اطلس و زربفت و دیبا سے نگار   سب دکانوں کو کیا واں پر بہار

زر و گوہر لا رکھے تھے جا بجا   مشک و عنبر سے کیا تھا خوش ہوا

سیر کرتا شاہ جب آیا وہاں ۔ یہ تماشا کچھ عجب پایا وہاں

شہر اپنا دیکھکر آراستہ ۔ چوک اور بازار ہراک راستہ

قیدیاں جو تھے بندی خانہ منے ۔ سو تھا کچھ نقد جاں بن اُن کنے

کوئی کٹا یا سر کو اور کوئی پاؤں ہاتھ ۔ پس رکھے دوکاں پہ عضو سے ہاتھ ساتھ

سیر کرتا شاہ جب آیا وہاں ۔ جس جگہ تھے بندیاں کے خونچکاں

وہاں اُتر گھوڑے سے سب کو بلائے ۔ لطف سوں منہ ہاتھ ہراک کے دھلائے

سب کو خلعت اور نعمت سے نوازا ۔ خاص کیے بندوں میں کیتا سرفراز

دراں شہ کو پوچھا کوئی رازداں ۔ کس سبب اُترا تو یاں اے شہریار

گو ہر روز رلار کھے ہیں جابجا ۔ مشک و عنبر سے کئے ہیں خوش ہوا

کس تماشے پر نہ کی شہ نے نظر ۔ اس بندیخانہ پہ کیوں آیا اُتر

یہاں تو آئے ہیں تماشا کچھ نہیں ۔ جو پڑا ہے سر کہیں اور دھڑ کہیں

کوئی لنگڑا کوئی لولا ہے نہ کام ۔ شاہ کے لائق نہیں ہے یہ مقام

پس کہا شہ بات سب کی اور ہے ۔ سب منے بہروپیوں کا طور ہے

تمنے ہراک زیب اور زینت کے سات ۔ شان دکھلائے ہیں اپنا دھات دھات

گر نہ کرتا حکم میرا یہاں گذر ۔ کب جدا سر تن سے ہوتا تن سے سر

کام کیتے ہیں بچارے بندیاں — گر کئے ہیں جان اور تن کا زیاں

حکم میرا ہیں یہاں دیکھاروان — تب اُتر کر میں کھڑا ہوں اس مکاں

خلق نے دیکھا کہ اپنا عز و ناز — حکمت و فن سے ہوئے ہیں حیلہ ساز

یہ بچارے ہیں تو سر گردان سب — حکم اور فرمان میں حیران سب

کوئی کیا ہے پیش اپنا نقد جان — گم کیا کوئی ہاتھ اک کوئی اور کان

حکم کے ہیں سب غریبان انتظار — تا کہ چلکر جائیں سولی کے ٹھار

یہ بندیخانہ مجھے گلشن دسا — لطف میراں کو بھی گلشن دسیا

بندگی سے حکم پر چلنا بھلا — حکم سے اک مو نہ ٹلنا بھلا

حکایت شیخ قطب عالمؒ و بایزید بسطامیؒ و شیخ ترمذی

قطب عالم بابرکت نامدارؒ — خواب دیکھا اس وضع سے ایکبار

جو اپسؒ اور ترمذیؒ اور بایزیدؒ — راہ سے جاتے ہیں با گفت و شنید

پس کئے دونوں نے مجھ کو پیشوا — میں بھی اُن کے حکم سے آگے ہوا

بعد ازاں ہوشیار ہو کیتے بچار — جو دیئے کیوں وہ بزرگاں مجھ کو ٹھار

نہ دکھی تعبیر اس کی کچھ مگر — آہ بیخود ہو گیا تھا اک سحر

سو بدرقہ ہو کے رہ کا آہ او — لیکے پہونچایا مجھے درگاہ او

جب ہوا درگاہ سے میں فتحیاب — غیب سے آیا مجھے تب یہ خطاب

جو جتے ہیں درجہاں پیر و مرید — سب منگے ہیں مجھ سے لیکن بایزیدؒ

نیں منگا وہ مجھ سے کچھ میرے بغیر — مطلب اسکا میں ہی تھا باقی سو خیر

جب سنا ایں بات کو میں یہ خطاب — یوں کہا نہ یہ نہ وہ مجھ کو صواب

کیا رہا جو میں ابھی تجھ سے منگوں — رنگ سے خواہش کے اپنا دل رنگوں

کیا منگوں تجھ سے جو مجھ کو فرض ہیں — گر منگوں تجھ سے تجھے تو غرض ہیں

حکم تیرا بس ہے مجھ کو مانگنا — خوب ہے فرمان میں تیرے رہنا

جب کیا یہ حرف بے پیر دلمیں بنا — تب کئے مجھ کو بزرگان پیشوا

ہوئے جب کر یوں بندہ فرمان میں — مہر اسکی ہو دھنی کی جان میں

بندگی حاصل نہیں ہے لاف سے — بندہ ہونا اعتقاد صاف سے

بندگی وہ ہے جو ازما پیش آئے — اور نشانی بندگی کی پائی جائے

بندگی سب سے سر بسر افگندگی — تا رہے افگندگی میں بندگی

جب ہوا بندہ تو حرمت کر جتن — راہ سے حرمت کے عزت کر جتن

جو کرے ٹک سا بندہ بے حرمتی

حق دکھاتا ہے اُسے بے عزتی

حکایت خلعت دادن بندہ را بہ اذن بادشاہ

کس بندے کو شاہ نے خلعت دیا
پہن خلعت گھر کو وہ راہی ہوا

ناگہاں کہیں منھ پہ بیٹھی گرد خاک
اور کیا آستین سے خلعت کی پاک

بات یہ جا کر کہا کوئی شاہ کو
شہ نے فرمایا کہ اس گمراہ کو

ترت سولی دے اسے نہ کر درنگ
جو رکھا نیں وہ مرا ناموس و ننگ

تا کہ جگ میں خلق کو عبرت لہے
یہ سزا اُس کی جو بے حرمت ہے

سوال مرغ سیزدہم در حضور ہدہد

تیرا سوال ہنگی کہا میں ہوں بھر ٹنگ
خرچ کو میرے نہیں ہے کچھ از ننگ

جو مرے ہاتھ آئے سو خرچوں تمام
جمع کرنا ہے مجھے مطلق حرام

جس گھڑی جو آئے سو ہم کرنہ پائے
نیں کئے لگ خرچ دل میں کھدبدائے

نقد تو کچھ نیں کیا جاتا جتن
ہاتھ کو پڑتا ہے بچھو کی من

جواب دادن ہدہد او را

پس کہا ہدہد کہ یہ تو خوش ہے
خو یہ ہوتی ہے اکثر کم کسے

یہ جواں مردی کی خصلت ہے تمام
سر بسر ہے پاکبازوں کا یہ کام

راہ میں مولا کی جو کچھ ہے سو دے
بعد ازاں اسکا نفع تو دیکھ لے

جب تلک دل اپنا کا سب توڑ — جو ٹوٹا تو اس کو تو پھر سے نہ جوڑ

ہے جلا اک آوے سب ایکبار — خاک میں جا بیٹھ ہو کر خاکسار

جب کریگا تو ایس کو اس وضا — ہووے گی حاصل تجھے حق کی رضا

جب تلک گذرا نہیں سب چیز سے — تہ کنے کیوں جایگا دہلیز سے

ہاتھ اول سب سے تو کوتاہ کر — بعد ازاں آگے تو قصدِ راہ کر

جب تلک تو نہیں ہوا یوں پاکباز — کر سکیگا راہ تو طے کیونکہ ساز

جواب دادن پیر ترکستان رح

کیونکہ کہا پیر ترکستان سخن — ہے مجھے بھی دوستی یہ دو کن

ایک گھوڑا اور دویم فرزند ہے — دل مرا دونوں سے یک جا بند ہے

لانے جو فرزند میرے کی خبر — بخشدوں گھوڑا یہ اسکو شکر کر

بس جب میں دیکھتا ہوں یہ دو چیز — تب مجھ کو آنکھوں میں آتی ہے عزیز

شمع کا جب لگ نہیں کچھ سوز و ساز — تو تجھ کو کہلا ایس کو پاکباز

پاکبازی کا جو کوئی دعوی کرے — سب ایس کی آبرو برہم کرے

پیٹ بھر جب کھانے وہی پاکباز
غیب سے اس پہ پڑے غم جانگداز

حکایت شیخ ابوالحسن خرقانی

شیخ خرقانی کے دل کو مو بمو
تھی مدت سے مچھلیوں کی آرزو

ایک دن ماں کو انو کی مہر آئی
روز آدھی مچھی اس کو لا کھلائی

ناگہانی از قضا ویسے منے
مار ڈالا شیخ کا بیٹا کنے

یوں لگے کہنے کو ہاں ہی شیخ تو یا
میں کہا تم کو تو سو سو بار میں

آرزو ت کھاؤں ہیں جب طعام
خونِ دل کا مجھ کو بھر دیتے ہیں جام

سخت مشکل تا پڑتی ہے مجھ پہ اب
نیں سمجھتا آئیگا ہی کیا سو اکب

گرچہ ہے میرے پہ سو سو غم پہ غم
میں ایس پر جانتا ہوں کہ ہے کم

کھینچتا ہے حق جسے اپنی طرف
راہ دیتا نیں زباں کی اس طرف

لذتاں کرتا ہے سب اس پر حرام
دکھ منے رکھتا ہے نت اسکو مدام

کئی ہزاراں عاشقاں کے جیو نزار
انکی خونریزی پہ ہوتے ہیں نثار

جب کرے کس چیز کا وہ میہماں
امتحاں کا بھیجتا ہے کارواں

عاشقاں یوں آرزو نت اٹھ دھریا
جی اپسکے جیو کی قربانی کریں

حکایت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ذوالنون پیشوائے نامدار
نقل کرتے ہیں کہ میں کب ایکبار

کئیں بیاباں میں چلا تعالے کے راہ — چپ توکل پر خدا کے کر نگاہ

وان نظر آئے مجھے چالیس تن — خرقہ پوشان اور بیجان بے کفن

عقل میری ہوش سے جاتی رہی — ایک شعلہ دل منے کھاتی رہی

پس کہا میں جیو میں اے پروردگار — دوستوں کو کیوں کیا تو خوار و زار

تب دیا ہاتف نے مجھ کو یوں ندا — کام میرے یونہی ہیں اے مرد گدا

دوستوں کو یونہی کر لیتا ہوں میں — پھر کے ان کا خون بہا لیتا ہوں میں

جب تلک ہے خون بہا میرے کنے — مارتا ہوں دوستوں کو تل منے

کیا ہے انکا خون بہا میر القا — جس لقا سے پائینگے دایم بقا

روز محشر کو کرونگا سرفراز — دونگا میں دیدار ان کو دل نواز

آئینگے جس روز میرے روبرو — خون سے اپنے ہیں لگے سرخرو

دیکھ میرا آفتاب ذوالجلال — محو ہو کر جائینگے سایہ مثال

ہووےگا جو محو مجھ کو دیکھ کر — نہ رہیگی کچھ اسے تن کی خبر

کچھ عجب ہے اے فلاں یہ محویت — نیں کہی جاتی ہے جسکی کیفیت

خرچ کر یہاں سر کو اور اسرار دیکھ
خود سے گم ہو اور خدا سا یار دیکھ

حکایت فرعون ملعون

بات جانبازی کی ہے سن یہ بیاں　　جب گئے فرعون کنے وہ ساحراں

خوف کچھ فرعون کا دل میں نہ لا　　یونہی بولے حق ہی موسیٰ کا خدا

کیا ہے وہ دولت جو حاصل کیجئے　　جیو اپنا دے کے وہ ایمان لیجئے

یک قدم رکھ دین کے میداں میں　　اس جہاں سے گئے نکل آن میں

رفت آمد اس سے ہے بہتر کہاں　　جانتے ہیں یہ مراتب عارفاں

سوال کردن مرغ چہاردہم

چودھواں پنچھی کہا اے باخبر　　مرد کی ہمت کو ہے کچھ بھی اثر

گرچہ میں ظاہر میں ہوں پنچھی ضعیف　　ہے مجھے ہمت حقیقت میں شریف

نیں ادک سی گر یہ کچھ طاقت ہی مجھے　　پر ترت پاوے بڑی ہمت مجھے

جواب دادن ہدہد او را

پس کہا ہدہد کہ اے صاحب نفس　　مرد کو دنیا میں ہمت ہے سو بس

کیا ہے تم کو میں کہوں ہمت بلند　　مطلب عالی کو تیرے ہے کمند

مدعا کے تن یہ ہمت سیس ہے　　عشق کے جذبہ کو مقناطیس ہے

جسکو ہمت یہ ہووےگی دسترس　　ہاتھ آیا ہے اُسے سیمرغ رس

حکایت یوسف را بردن و در بازار مصر فروختن

جس گھڑی بازار میں یوسف کو لائے ‏ مصر کے لوگاں خریداری کو آئے

کوئی تو ان کو وزن سے پانچ بار ‏ شوق ستے دینے لگے مشک تتار

کوئی برابر اسکے زر دینے لگا ‏ کوئی جواہر اور گوہر دینے لگا

آ گھڑی ویسے میں ال اک پیرزن ‏ تن سو چرخہ سر سو گالہ کے نمن

لے کے آئی ایک تانا سوت کا ‏ وہ سو مایہ ترت اسکے قوت کا

پس کہی دلال کو یہ سوت لے ‏ بیچتا ہے تو مجھے یوسف کو دے

بعد ازاں ہنس کر کہا دلال وہ ‏ تو سو کیا اور کیا ترا تانا ہے یو

کاں یہ زر کا گنج کاں تیرا یہ سوت ‏ تو دیوانی ہوئی ہے یا لاگا ہے بھوت

پس لگی کہنے بوڑہی دلال سے ‏ جانتی میں بھی ہوں اپنی ذات سے

لیکن اتنا بس مجھے دنیا میں ناؤں ‏ جو خریداروں میں یوسف کے کہاؤں

پٹے ہر کوئی جگ منے ہمت سے ناؤں ‏ راہ میں مولا کی ہمت آئے کام

دیکھ ہمت بلخ کے سلطان کی ‏ کس وضع کی سلطنت کس شان کی

چھوڑ کر اک پل میں سب سے ہو جدا ‏ کیوں لیا مرداں نمن راہ خدا

پاک ہمت ہو جو اسکی راہ پر ‏ اس نجس دنیا پہ نیں کرتا نظر

انکھیاں خورشید سے لایا ہے جو
کب نظر میں لائیگا ذرے کو وہ

حکایت نالیدن درویش و جواب دادن ابراہیم بن ادہم

کوئی درویشی سے تھا نالاں فقیر
دیکھکر سلطان ادہم اسکے وہیں

لطف سے کہنے لگے اے بیخبر
مفت درویشی ملی ہے تجھکو مگر

ہنسکے بولا وہ گدا اے مبتلا
مول کیتی ہے فقیری کیا بھلا

بعد ازاں سلطاں کہے اے بد مزاج
دیا تو اپنا ملک مال و تخت و تاج

آرزو سے دے کے درویشی لیا
سو سمجھتا ہوں کہ میں کچھ نہیں دیا

قدر درویشی کی ہے میرے نزدیک
کیا تجھے معلوم اے مرد رکیک

اہل ہمت جو کو کرتے ہیں فدا
درد سے محفوظ رہتے ہیں سدا

دین و دنیا سے وہ جاتے ہیں گذر
وعدہ ان کا قدم ہے پیشتر

گر تجھے اس راہ میں ہمت نہیں
پس تری قسمت میں نعمت نہیں

حکایت شیخ غوری کہ با پادشاہ سنجر مناظرہ کرد

شیخ غوری شہر سے جا ایک بار
ملے دیوانوں میں بیٹھے پل کنار

از قضا سنجر بھی نکلا جا وہاں
شاہ پوچھا کون بیٹھے ہیں یہاں

شیخ بولے ہیں ہمیں پا در رسن
بے خبر دنیا سے حق سے باخبر

گر تو ہوتا ہے ہمارا دوستدار
کھینچ لیتے ہیں تجھے دنیا سے باہر

اور ہماری دشمنی گر ہے تجھے
دین سے دکھلائیں خارج کر تجھے

دوست ہے تو آ ہمارا ہو رفیق
ہے اگر دشمن تو لے اپنا طریق

پس کہا سنجر نے بخشو کو مجھ کو تم
یں یہ دو باتوں سے ہوتا ہوں گم

نہ تمہارا دوست ہو سکتا ہوں میں یا
نہ تمہاری دشمنی رکھتا ہوں میں

نہ تمن سے فخر ہے نہ مجھ کو ننگ
نہ تمن سے صلح رکھتا ہوں نہ جنگ

میں ابھی جاتا ہوں تم خوش ہو رہو
نہ مجھے تم یہ کہو نہ وہ کہو

کیل ہے ہمت یہ بکھیرو سر بسر
دمبدم پرواز جس کا تیز تر

سیر اس کا عالم ہستی سے جدا
عالم ہشیاری و مستی سے جدا

حکایت مرد دیوانہ کہ بشب زاری میکرد

اک دیوانہ رات کو رو رو کے زار
بولتا تھا یہ جو کیا ہے روزگار

اک پٹارا ہے کہ جس میں ہم تمام
پھر پھڑاتے ہیں گے جوں مگس مدام

موت جب سر سے اٹھا وے پوش کار
جس کو پر ہیں جائے وہ باز و کو مار

اور نہیں جس کے پر اوس سے پڑا رہے
پس پٹاری میں بلا کی اڑا رہے

گر تجھے بھی ہوئینگے ہمت کے پر
جائیگا اس قید سے پرواز کر

بند ہے تو اس پٹاری مین جلک — گر آپسکے بال و پر پیدا اتلک

نیں تو بال و پر جلادے تو بھی جل — تا کہ سب جلکے پہونچیگا اول

حکایت مرد عاشق و شپرک

کوئی کہا شپرک کو اے بدروزگار — کیوں نہیں دن کو نکلتا گھر سے بھار

تا نظر آوے اُجالا روز کا — مُنھ دکھاوے سورج جگ افروز کا

اس اندھارے میں رہیگا کب تلک — گھر کے ساندان (سوراخ) میں چھپیگا کب تلک

دیس تیرا سب سے، تجہ ہے سیاہ — رین ہے تیرے پہ ظلم دود آہ

گر تو دیکھیگا جو مکھڑا سور (دن) کا — پائیگا آنکھوں میں حصہ نور کا

آ ادھر تو دیکھ شمس موج زن — کب تلک ساندان میں پکڑیگا وطن

پس کہا شپرک اُسے اے بے خبر — کیا مجھے کام آئیگا سورج چندر

سور کا مجھ کو دکھانا کیا ہے نور — سور تو نور حقیقی سے ہے دور

زرد روہی ماتمی کا بھیس کر — تا کتا پھرتا ہے نت اُٹھ در بدر

شام کو خوں میں شفق کے ہوکے لال — چھپ رہے ساری رین جا [illegible]

ایکدن ہو جائیگا وہ بھی سیاہ — نہ کرے اُسکی طرف کوئی نگاہ

روز میرا در حقیقت ہے رین — دیکھتے جسکے ٹھنڈے ہوئے دو نین

عاشقوں پر جلوہ گر جب ہو گی رات | دیکھتے ہیں آفتاب نور ذات
آشکارا ہووے جب وہ آفتاب | خلق ساری ہو رہے مشغول خواب
پرتوے سے اسکی شرماکر یہ سور | چھپ رہے مغرب کے گوشے میں ضرور
جسکو بیداری ملے ہے میرے من | آئیگا وہ آفتاب اسکے نین
تجھکو بھی گر دیکھنے کی ہے ہوس | سو نہ تو غفلت سے ہرگز یک نفس
ہے مجھے جو شب کی بیداری بوجت | گرد اس خورشید کے پھرتا ہوں نت
دیکھتی ہوں جب میں خورشید مجاز | چھپ رہی ہوں گھر میں اپنے ہو دراز
جسکے تئیں ہے نقد خورشید آلہ | وہ کسے آتا نہیں ہرگز نگاہ
گر تجھے ہمت ہے باز اسکے تمن | ہاتھ پر شاہاں کے ہو تیرا وطن
ہور مچھر سمنے اگر ہمت نہیں | کس کے نظروں میں تجھے حرمت نہیں
جس کو ہمت ہوئیگی سو مرد ہے | سو رسمنے گندگی سے فرد ہے

سوال مرغ پانزدہم

پس پوچھا پکی پندرہواں باصفا | کیوں ہے اس درگہ میں انصاف و وفا
طبع میں میری تو حجم الصاف ہے | بیوفائی سے بھی سینہ صاف ہے
ہوئیگی جسکی طبیعت اس وضع | کیا جزا اس کا ہوئیگا کس وضع

جواب دادن ہدہد اور را

پس دیا ہدہد نے یوں اسکا جواب | سب سے ہے انصاف کی خصلت صواب
کیا کہوں انصاف کی میں تجھ سے بات | ہے سبھی انصاف سلطانی صفات
تجھ سے گر ہو آئیگا انصاف ایک | غم کے روز ے او نماز و سے ہے نیک
دل سنے انصاف اپنے جو کرے | سب سے زیادہ وہ جوانمردی دھرے
نہ کرے انصاف جو کوئی آشکار | باطن اُسکا بیوفائی سے ہے خوار
مرد ہیں انصاف منگتے کس کنے | وہ سو منصف آپ ہیں اپنے منے

حکایت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ

احمد حنبل رح امام روزگار | کچھ نہیں جنکی فضیلت کو شمار
جب فراغت علم سے پاتے تھے وہ | تب بشر حافی کنے جاتے تھے وہ
لوگ انکو منع کرتے خیرخواہ | کیا سبب ہے بشر تک تنا کو راہ
خلق عالم کے تمہیں ہو کر امام | کیا تمہیں سر پا برہنہ سے ہے کام
پس کہے احمد رح کہ مجھ کو بیشتر | گرچہ ہے مسایل کی خبر
علم حق میرے سے ہے انکو زیادہ | حق کی پہچانت میں ہے وہ اوستاد
جن کے دلمیں اس طرح انصاف ہوئے | کیوں نہ سینہ آرسی سا صاف ہوئے

اے کہ تو انصاف سے ہے بہرہ ور　　منصفی پر منصفاں کی کر نظر

حکایت اسیر نمودن سلطان محمود راجۂ ہند را و مسلمان کردن او را

ہندوان میں کوئی راجہ تھا گبھیر　　گیں ہوا محمود سلطاں کا اسیر

لے کے آئے جب اُسے محمود پاس　　تب کیا دیں سے نبی کے روشناس

جب ہوا اسلام سے وہ آشنا　　دل دو عالم سے کیا اپنا جدا

ایکلا جا کر کہیں گوشہ کنار　　راتدن رونے لگا وہ زار زار

کچھ نہ تنہا اُس کو بغیر از سوز و آہ (اکیلا)　　روز اُس کا رات سے بدتر سیاہ

سوز و زاری جب گئی حد سے گذر　　ہوئی بزاں محمود سلطاں کو خبر

بس بلا راجا کو شاہ نامدار　　مہربانی سے کہا کیوں تو ہے زار (بعد ازاں)

میں تجھے دونگا ابھی کچھ ملک و مال　　جو تو اک ساعت میں ہو ویگا نہال

ورنہ تو اسطرح سے راجا گبھیر　　دُکھ سے منے اپنا نہ کچھ کاٹو سر پر

پس لگا کہنے کو راجا شاہ سوں　　میں تو روتا نیں ہوں ملک و جاہ کوں

گریہ زاری ہے مجھے اسکے سبب　　جب قیامت میں کہیگا مجھ کو رب

اے مرے بدعہد بندے بیوفا　　تو کیا ہے کسطرح مجھ سے جفا

نیں کیا تو یاد میرا تب تلک　　تجھ پہ نیں محمود آیا جب تلک

جب کیا لشکر کشی تیرے پہ او | آسرا ایسا لیا اے زشت خو
نیں کیا تو یاد بن لشکر مجھے | دوست سمجھوں یا کہ دشمن کر تجھے
اس وفاداری منے ہے کیوں روا | کب تلک مجھ سے وفا تجھ سے جفا
اس طرح گر حق کرے مجھ سے خطاب | کیونکہ دوں اس بیوفائی کا جواب
ہے شرم ساری مجھے اس بات کی | سوز دن کا او وزاری رات کی
تو بھی اے درویش یوں درلیش آ | آہ انصاف و وفا در پیش لا
ہے وفا تجھ کو تو عزم راہ کر | نیں تو ہاتھ اس بات سے کوتاہ کر
جو ہوا راہ وفاداری سے دور | ہے جوانمردی میں اسکی کچھ قصور

حکایت غازیان کہ با کافران جہا کردہ بودند

غازی و کافر ہوئے تھے جنگ ساز | آ لگا ایسے منے وقت نماز
پس رضا کافر سے غازی لے کو پھر | وے نماز اپنی لگے پڑھنے کو پھر
بعد ازان کافر ایس کے وقت پر | لے رضا غازی سے جا استان کر
ہو کے اوندھا ئے جھکا کر بت کنئے | تب کہا غازی ایسے دل منے
یہ تو اوندھا ہو رہا ہے بے خبر | وقت فرصت کا مجھے ہے خوبتر
کھینچ کر شمشیر جب جانے لگا | ہاتف غیبی ندا اسکو دیا

کافرِ جوان بیوفا بے اعتبار | خوب عہد اپنا دکھایا استوار

وہ جو تھا بیدین کافر بت پرست | نہیں کیا تیرے سے عہد اپنا شکست

تو مسلمان ہو کے بد عہدی پہ آئے | کیا کہا جاوے تجھے ائے وائے

دیکھ کافر کی بھلائی تھی سو کیوں | تو جوانمردی نکر اب اس سے یوں

وہ کیا نیکی تو کرتا ہے بدی | نہ ملیگی تجھ کو بھی نیکی کبھی

تھی وفا کافر سے اور تجھ کو امان | ہے اتا تیری وفاداری کہاں

اے مسلمان نا مسلم ہے تو کیوں | کافروں سے عہد میں کم ہے تو کیوں

گر تجھے ہے عقل کے سودے میں سود | دیکھ جا مصحف میں اوفوا بالعہود

سن یہ غازی بات حیرت سا پڑا | خوے میں ڈوبا خجالت میں گڑا

کافر اس کو دیکھکر حیران و زار | ہاتھ میں شمشیر ننگی آبدار

پس اُسے پوچھا کہ تو روتا سو کیوں | تب کہا غازی نے تیر کلیج یوں

حق تعالیٰ نے کیا مجھ پر عتاب | بیوفائی کا دیا مجھ کو خطاب

سن کے اتنی بات کافر آشکار | ایک نعرہ مار رویا زار زار

پس کہا یا رب کہ مجھ دشمن ملل | دوست کے احوال پر لایا خلل

بیوفائی کیوں لکھوں ایسا لیے وا | لطف سے دکھلا مجھے ایدھرا

اے دریغا میں سا تو سب اپنی عمر — فضل سے تیرے رہا ہوں بے خبر

اس وضع کا فریبہ ہے جب فضل رب — پس نہ ہو تو ہو وفا اور بے ادب

فضل کر کوئی روز تا طاس فلک — تجھ سے تیرے فضل بولے یک بیک

حکایت قحط سالی کنعان و آمدن برادران یوسف علیہ السلام در مصر

قحط سے بھائی دیکھو یوسف کے جب — مصر میں کنعان سے آئے چلکے سب

قحط سالی کا لگے رونے کو دکھ — آب سے چشموں کے ہر اک دھوئے مکھ

حضرت یوسفؑ تو برقع منہ پہ ڈال — تخت پر بیٹھے تھے با جاہ و جلال

پاس تھا اک طاس پس اس طاس پر — ہاتھ مالے تب اٹھا جھنکار کر

پس کہے بھائیوں کو یوں اے یار ہو — کیا خبر ہے طاس کیا کہتا ہے سو

بعد ازاں بولے وہ یاران ناشناس — کیا سمجھ ہم کو یہ کہنا کیا ہے طاس

تب کہے یوسفؑ کہ میں بولوں تمن — طاس جو کہتا ہے سو راز سخن

کوئی تمھارا بھائی تھا یوسفؑ مگر — پاک صورت رشک خورشید و قمر

پھر کے مارا طاس پہ یوسف نے ہاتھ — پس کہے یہ طاس یوں سا کہتا ہے بات

جو تمھیں اس بھائی کو صد آہ آہ — جو نک ڈالے ہیں کوئیں میں بے گناہ

پیرہن اسکا رنگا پھر خون سے — گرگ نے کھایا کہے یعقوبؑ سے

بار دیگر طاؤس کو یوسفؑ بجا — طاؤس کہتا ہے سنو پھر اس وبا

بیچ ڈالے بعد اسکے بھائی کو — جھوٹ بولے بات پھر یعقوبؑ کو

کون کافر بھی کرے نہیں اس وضع — جو کئے ہو بھائی سے تم جس وضع

یہ سخن سنکر وہ حیران تب ہوئے — گئے تھے رونے کو سو گل پانی ہوئے

تب تو بیچے تھے فقط یوسفؑ کی ذات — اب میں بیچے گئے حسرت کے سات

جوں کوئیں میں ڈال اُس آئے سبھی — آ پڑے ہیں وے کوئیں میں ال ابھی

کیا وہ اندھا ہے جو یہ سن کر قصہ — دل منے غیرت سے نہ لیوے حصہ

کیا کہوں ہے تجھ کو خوبی کی نظر — یہ قصہ تیرا ہے سن اے بے خبر

بے وفائی کا جو تو کرتا ہے کام — آئیگا تیرے ہی آگے وہ تمام

عمر کے جب طاس پہ مارینگے ہات — دستی آویگی تجھے ہر ایک بات

تب ترا حشر کو تجھ کو جگائیں — کام نالایق ترے تجھ کو بتائیں

عمر کا بجنے لگیگا طاس جب — دستے آوینگے ترے افعال سب

ہوش ہے تو عافیت کا کر بچار — نیں تو آخر طاس بولیگا پکار

حکایت در سوال مرغ شانزدہم و در گستاخی کردن او

سولھواں پنکھی سو آکر یوں کہا — ہے کچھ اس درگہ میں گستاخی روا

جو کرے گستاخ ہو کر بات کوئی　　کیا جزا اسکی کہو کس دھات ہوئی

حکایت جواب دادن ہدہد او را

پس کہا ہدہد کہ جو ہے اہل راز　　قرب سے حق کے ہے دایم سرفراز

گر او گستاخی کرے تو سہل ہے　　محرمیت کے سبب وہ اہل ہے

جس کو ہے معلوم حرمت اور ادب　　وہ جو گستاخی کرے تو نیں عجب

نہ کہ ہر اک بے ادب جا کر نفر　　قرب کے دستور سے ہے بیخبر

وہ جو گستاخی کرے خاصوں کے سار　　جان اور ایمان کھووے ایکبار

ناز محبوباں کریں تو کیا عجب　　جو دیوانے ہیں محبت کے وہ سب

وہ جو گستاخی کرے تو خوش دسے　　بات دیوانے کی سن ہر کوئی ہنسے

وہ سلامت ہیں ملامت سے مدام　　کوئی برا مانے نہ سن انکا کلام

تو بھی دیوانہ ہے تو گستاخ ہو　　باد کو دیوانگی کے شاخ ہو

حکایت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ

کہیں جنگل میں بایزید نام دار　　شوق سوں اک جھاڑ کے سائے تلہار

مست بیٹھے تھے دو جگ سے بیخبر　　سر پہ ٹوپی اور گدڑی اوڑھ کر

غیب سے ویسے میں آیا یہ ندا　　بیچنا ہے اپنی ٹوپی اے گدا

پس کہے گستاخ ہو کر بایزیدؒ — تو یہ ٹوپی کر نے سکتا ہے خرید
کیا ہے تیرے پاس جز دو دنیا و دیں — میں تو اتنے پر نہ دوں ٹوپی یقیں
بھی اچھیگا اس سے زیادہ وہ بھی لا — نیں تو چپ کر بیٹھ اپنے ٹھار جا
بھی ندا آیا کہ بس اے بایزیدؒ — گر نہ گستاخی از یں اور تو مزید
نیں تو عالم کو کہونگا ایک باز — وے کریں سب ملکے تجھ کو سنگسار
بایزیدؒ اس کا دیا پھر یوں جواب — تو بھی بس کر اے خدا مستطاب
نیں تو کر دیتا ہوں تیرا فضل فاش — تا عبادت کی کریں نیں کوئی تلاش
ہیں جو کوئی درگاہ حق کے رازدار — ان کو گستاخی اچھے یوں سازوار

حکایت مجذوب کہ گستاخی کردہ بود

آپڑا تھا مصر میں کیں قحط سال — خلق عالم کو ہوا جینا محال
جا بجا مردوں کے پڑتے تھے ڈھیگار — نیم جاں مردوں سے کرتے تھے ادعا
یک دیوانہ اس وضع کا دیکھ حال — پس کہا گستاخ ہو اے ذوالجلال
رزق دینے کی تجھے گر نیں سکت — کا ہے کو پیدا کیا ہے یہ خلقت
جن کو ہوا اس بھانت گستاخی کی راہ — ہو سکیں اپنی خطا کے عذرخواہ
جو نکالیں منھ سے گر وہ بات کج — عذر کر سکتے ہیں خوبی سے سمجھ

حکایت گستاخی کردن دیوانہ در جناب کبریا

یک دیوانہ شہر کے طفلوں سے ڈر — مارتے تھے اس کو کنکر اور پتھر

جا چھپا تل گھر اندھارے میں کہیں — پس لگے گاراں برسنے کو وہیں

از قضا تھا گھر کو کیں روزن کدھر — وہاں سے آئے گار ہچ کے سیس پر

ہچ نے سمجھا کوئی پتھر مارا پس — گالیاں دینے لگا لاکھوں سوں بس

بعد ازاں بارا چھوٹا سو بھر بھراٹ — کھل پڑے تل گھر کے دروازے کے پاٹ

روشنائی کا ہوا پر تو عیاں — ہچ دیکھا کوئی نہیں ہے طفل واں

غیب سے آکر لگے ہے سر پہ گار — اس سے دیوانہ ہوا کیں شرمسار

پس کہا یارب اندھارے میں تجھے — میں جو کچھ بولا نہ سمجھا تھا مجھے

گر دیوانہ ہو کے میں تجھ کو کہا — تو نہیں کر دور میرے سے مبا

میں تو مطلق مست لا یعقل تھا — بیقرار و بیکس و بیدل اتھا

عمر میری گئی سو ناکامی منے — دم بدم بے عقلی و خامی منے

تو زبان طعنے کی مجھ سے دور رکھ — عاشق دیوانہ کو معذور رکھ

جان لے مجھ کو تو لے نوراں منے
گن مجھے بھی ایک معذوراں منے

سوال کردن مرغ ہفدہم

سترھواں پنکھی کہا جی ہے تلک | عشق کے بس میں پڑا ہوں میں ہلک
کام میرا عشق سے ہے ہم نفس | سر کو میرے عشق سے سودا ہے بس
عشق نے جب سے کیا پروانے مجھے | نیں اچھا کچھ جیو کا پروا مجھے
وقت ہے اب جی کروں جیو کو نثار | تا کہ جا دیکھوں جمالِ روئے یار
دیکھ کر اسکو انکھیاں روشن کروں | داغِ دل کو ایکدم گلشن کروں

جواب دادن ہدہد آن مرغ را

پس کہا ہدہد نے تو نیں مار لاف | نہ ملیگا لاف سے سیمرغ قاف
لاف دعوئی عشق کا ہرگز نہ کر | عشق دونوں بات سے ہے دور تر
گر تجھے دولت مددگاری کرے | فضل اور توفیق رب یاری کرے
کھینچ کر اپس طرف تجھ کو نجاے | اکیلا خلوت منے اپنے بلائے
تب ترا یہ لاف دعوی خوش دسے | بات تیری صدق آوے ہر کسے
جب تلک اسکی نہیں تجھ کو کشش | تو کیا کوشش تو کیا اسکی روش

حکایت کسے از بایزید پرسید منکر نکیر در گور چگونہ سوال کرد

چھوڑ گئے دنیا کو جب دم بایزید | خواب میں دیکھا انھوں کوئی مرید

بعد ازاں پوچھا کہ اے پیر کبیر — کیا تمھارے سے کہے منکر نکیر

شیخ بولے جب مجھے وہ نامدار — کون ہے پوچھے ترا پروردگار

میں کہا یہ مت کرو مجھ سے سوال — ہے عجب میرا تمھارا قیل و قال

جو کہو سو وہ خدا میرا ہے بس — یہ سخن دستا ہے جب چیو کا ہوس

جاؤ تم پوچھو خدا سے پھر کے ویں — وہ مجھے بندہ سمجھتا ہے کہ نیں

جانتا ہے گر مجھے وہ بندہ کر — پس بندہ تحقیق ہوں میں نامور

اور جو بندوں میں نہیں گنتا مجھے — پس کلانا بندہ نیں بنتا مجھے

جس بندے سے نیں ہے صاحب آشنا — وہ اگر بندہ کلایا (کہلانا) بھی تو کیا

گرچہ نیں ہوں بندگی سے میں جدا — لیک بندہ کرکے (کہلایا) جانے جب خدا

اے بندہ جب تجھ پہ وہ عاشق ہوا — عشق اسکا تب تجھے لائق ہوا!

وہ اگر تجھ کو کرے اپنے سے یاد — ہے روا تجھ کو جو ہووے شاد شاد

اصل میں اسکی کشش درکار ہے — نیں تو کوشش تیری سب بیکار ہے

حکایت دیوانہ کہ بجناب باری تعالیٰ گستاخی کردہ بود

عشق سے درویش تھا کوئی سوزدار — دوستی میں آگ مانند بیقرار

جل گیا تھا عشق کی آتش سے جان — سوز سے سینے کے جلتی تھی زبان

ہو گیا تھا جان و دل جلکر کباب　　جیو میں اس کے نہ طاقت نہ تاب

دکھ سے چھاتی پھوڑ اپنی زار زار　　راہ میں بکتا چلا تھا بیقرار

عشق سے جلتا ہے جیو میں کیا کروں　　اس اگن کی ڈھیر میں کب لگ دھروں

یس کہا ہا آئیف نکو تو لاف مار　　خواہ مخواہ کیونکر ہوا ہے خوار و زار

یوں کہا درویش پھر الجھا ہوں کب　　بلکہ وہ الجھا ہے مجھ سے یہ عجب

کیا ہوں میں اور کیا سو وہ کس کی مجال　　جو کروں اسکی محبت کا خیال

کیا کیا میں جو کیا سو وہ کیا　　دل کو میرے خوں کیا تو وہ کیا

اے گدا الجھا ہے وہ تیرے سنگات　　تو اپس کی کائے کو لاتا ہے بات

کیا ہوویگا تو سو ایسے کام میں　　لائیگا وہ سو اس اپنی فام میں

عشق وہ تیرے سے اپنا کب لگائے　　صنع سے اپنی وہ اپنا عشق لائے

کیا ہے تو اور کیا ہے تیرا کاروبار　　ہے جو کچھ سو صنع و صانع کا بچار

لائیگا گر تو اپس کو درمیاں　　نہ ترا ایمان رہیگا نہ یہ جاں

ہوش کر اس راہ میں اے بھائی جان　　دزد باطن ہے اسی رہ میں پچھان

حکایت بیرون رفتن سلطان محمود و آمدن بخانہٴ

ایکدن محمود سلطاں کہیں نگر　　جا کے نکلا ایک بھرطبھونجے کے گھر

اُٹھ کے بھر بھو نسجا تواضع سے شتاب　　لا رکھا آگے خوشی سے نان و آب

بادشاہ کھا کر ہوا محظوظ جب　　وہ لگا پھر جھونکنے بھاڑے کو تب

پس کہا شہ نے کہ اے مسکیں گدا　　کب تلک تو بھاڑ جھونکیگا سدا

آ تجھے دولت سے کرتا ہوں نہال　　منگ جو کچھ منگتا ہے میرے سوا تا بال

پس کہا وہ کیا منگوں اے بادشاہ　　بس ہے مجھ کو گر تو آوے گاہ گاہ

دیکھنا تیرا مجھے دولت ہے پس　　بھی کسی دولت کی مجھ کو نیں ہوس

بیٹھنا مل تجھ سے اس چوکھٹ اپر　　مسند دولت سے مجھ کو خو بتر

تو جو اس دولت سے آیا میرے گھر　　چھوڑ کر اس گھر کو میں جاؤں کدھر

گھر مرا یہ تجھ سے جب روشن ہوا　　چوکھٹ اس گھر کا مجھے گلشن ہوا

کیا ہو ویگی اس سے وہ دولت زیاد　　جو کیا دیدار سے تو مجھ کو شاد

نیں ہے دولت کی مجھے کچھ اب طلب　　تو ملا مجھ کو تو میں پایا ہوں سب

ملک و دولت سب ملا تو گر جو ہے　　کیا ہو ویگی تجھ سے بہتر کوئی شے

تو ہی بس ہے مجھ کو میرا بادشاہ　　لیک آتا اب تو یوں نہیں گاہ گاہ

عشق اس کا تجھ کو اے درویش بس
بھی نہ کر کس بات کی تو کچھ ہوس

سوال کردن مرغ ہژدہم از ہدہد

آٹھ پر دسواں پنچھی آ کر کہا　　سب عمر میں تو ریاضت میں رہا
میں کیا ہوں پانچ سب حاصل کہاں　　راہ چلنا مجھ کو دستا ہے محال
معرفت جب مجھ کو حاصل یہاں رہے　　تب بھٹکنا مجھ کو لایعقل دسے
کون ہے جو گھر میں اپنے چھوڑ گنج　　جا کے بیہودہ جنگل میں ہووے رنج

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ اے شیطان صفت　　یہ منی تیری نہیں ہے معرفت
یہ خیال خام اور تیرا غرور　　معرفت کی قرب سے ڈالا ہے دور
کر رکھا ہے نفس تجھ کو زیر دست　　ہو رہا ہے دل ترا شیطان پرست
میں پنے کے بند میں اٹکا ہے تو　　سر سے پا تک چھند میں پڑا ہے تو
معرفت کا نور تجھ پر نار ہے　　وجد نہیں ہے یہ خودی کا بار ہے
روشنی یہ نہیں تجھے اندکار ہے　　بسکہ تیرا نفس تجھ کو یار ہے
نفس کے ہے نور کا تجھ پر جھلک　　تس سے گئی ہے نین تیری یوں جھپک
کر نہ تو اس نور ناقص پر غرور　　ذرہ ہو رہ جب پہچانا نیں تو سور
نور گر یہ نفس دکھلاوے تجھے　　تو ضلالت میں لیجا ڈالے تجھے

جب تلک تجھ کو ہے تیرا میں پنا
ہے بڑا پردہ نکو سمجھ نھنا

آنکھ میں اک بال اگر آتا ہے آڑ
وہ سو آتا ہے نظر میں جوں پہاڑ

ذوق تیرا ہے تجھے مفسد خیال
تو جو کہتا ہے سو سب ہے بد خیال

میں پنے کی جائے جب غفلت نکل
تب سے حاصل حقیقت ہو سکل

مار تارہ نیستی کا دم جسم
نیستی ہووے تو نیں ہستی کا غم

ایک ذرہ تجھ کو ہستی ہووے تو
کافری اور بت پرستی ہووے او

گر کیا تو اپنی ہستی آشکار
تب کریگا سرزنش سے روزگار

حکایت احوال شیخ نیشاپوری

شیخ نیشاپور بو بکر ایک بار
سب مریداں ساتھ لیکر آئے بہار

آپ خر پر اور مریداں پیش و پس
باد چھوڑا اس منے خر نے و بس

شیخ پر وو حال سب تھا آشکار
پھاڑ کپڑے گر پڑے مالے ہار

سب مریداں ہو گئے آپس میں دنگ
شیخ کی حالت سے لاول میں تنگ

ایک مرید آکر کیا تس پر سوال
کیا سبب پیدا ہوا حضرت یہ حال

شیخ بولے اے عزیزاں کیا کہوں
نفس کا ہے زور میرے پر اجھوں

جو ہوا اس خر یہ میں پا در رکاب
ساتھ میرے ہو چلے سب شیخ و شاب

خطرہ آیا تب مجھے اس فور کا | جو ہوں میں بھی بایزید اس دور کا
آج گر نیں اس وضع کی مجھ کو نشان | کیا عجب جو قبر میں پاؤں امان
بس دیا خر نے جواب اسکا مگر | یعنے یہ ہے فکر تیری گو ز خر
اس سخن سے دل منے آتش پڑی | بیخودی کے حال سی مستی چڑھی
جب تلک تجھ کو منی ہی اور غرور | تو حقیقت سے پڑا ہے دور دور
میں پنے کو چھوڑ مغروری کو جال | راہ کے دندیاں سوں آپس کو سنبھال
طبع میں تیرے غروری ہے اگر | مو بمو تیرا ہے فرعون دگر
جب تلک باقی ہی تیرے میں منی | آفتوں سے تجھ کو نیں ہی ایمنی
میں نہ کر، ہے میں پنا کچھ نیں بھلا | جگ منے ابلیس اس کو مت کلا

خطاب کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام

حق تعالیٰ نے کہا موسیٰ سنگات | جا کے تو شیطان سی کچھ پوچھ بات
پس ملا موسیٰ کو وہ شیطاں کہیں | بعد ازاں ہنسکر اُسے پوچھا وہیں
پس کہا وو یاد رکھ تو یک سخن | کر نہ تو ہرگز منی میرے نمن
نیں تو ہوگا تو بھی میرے سار کا | میں پنے سے راندہ اس دربار کا
بال بھر گر تجھ کو باقی ہے منی | حق منے تیرے ہے ڈونگر کی کنی

کام تو مرداں کا ہے ناکامی منے
نا سرانجامی سرانجامی منے

خودنمائی اور خود بینی تجھے
بے سخن ہے دشمنِ دینی تجھے

حکایت یک عابد خود بیں

عابد اک تھا حضرت موسیٰ کے عہد
تھا عبادت میں جسے نس دن جہد

لیکن اس کو تھا بڑی داڑھی سے پیار
نت رکھے داڑھی کو کنگھی سیں سنوار

از قضا دیکھا انے موسیٰ کو کیں
دوڑ کر نزدیک آیا اسکے ویں

پس کہا اس نے کہ اے سالار طور
عرض کر میری خدا سے یک ضرور

جو میں کرتا ہوں عبادت روز و شب
ذوق میں حاصل مجھے سو کیا سبب

بعد ازاں موسیٰ گئے جب طور پر
حال عابد کا کہے رب سے مگر

پس کہا حق نے کہ بولو اسکو جا
ذوق تو طاعت کا پاوے از کجا

ذوق ہے تجھ کو تو داڑھی کے سنگات
جو پھیراتا ہے کنگھی سے یہ ہات

جب دیا عابد کو موسیٰ لا جواب
لو چنے داڑھی لگا عابد شتاب

پھر کے بھیجا وحی موسیٰ کو خدا
شغل سے داڑھی کے نیں عابد جدا

اے رہا ہے تو جو داڑھی میں الجھ
نیں ہے اس دریا کے خوں کا تجھ سمجھ

چھوڑ دے جلدی سے داڑھی کا خیال
شوق سے جا دیکھ دریائے کمال

گر تو اس داڑھی سے نہ بچ جائیگا ‏ تو سلامت بچ کے کیونکر آئیگا

حکایت غرق شدن مرد ریش دراز

ایک احمق جسکی داڑھی تھی بڑی ‏ آب میں ڈوبنے لگا تھا جس گھڑی
دیکھکر اس کو کوئی بولا ز دور ‏ کاڑھکر سٹ یہ تو بڑا گردن سے دور
تب کہا اس نے کہ اے پاکیزہ خو ‏ تو بڑا نیں ہے مری داڑھی ہے یو
پس کہا اس مرد نے ہنسکر مگر ‏ گر یہ ہے داڑھی تو جا اب ڈوب کر
اے جو تجھ کو شرم داڑھی کی نہیں ‏ ذات تیری ایک کاڑی کی نہیں
دل میں جب تک نفس اور شیطان ہے ‏ تجھ کو وہ فرعون اور ہامان ہے
گر تجھے موسیٰ امثل ہے زور و تاب ‏ جا پکڑ فرعون کی داڑھی شتاب
شک نہ تو فرعون کا کچھ دل میں دھر ‏ جوڑ کر داڑھی سے داڑھی جنگ کر
کر نہ تو داڑھی کی پروا اے عزیز ‏ گر تجھے ہے دین کی فکر و تمیز
دین کے رستے میں ہے فرزانہ وہ ‏ جو رکھے نہ ریش خاطر شانہ وہ

سوال کردن مرغ نوزدہم بہ ہدہد

پس کیا انیسواں پنچھی سوال ‏ کیوں سفر میں جیو رکھا جاوے سنبھال
رہنمائی کر مجھے اس بات کی ‏ تا ہمت ہووے مجھے تجھ سا ہی کی

بول ایسی بات مجھ سے تو ضرور / جس سے آساں ہووے مجھ پر راہ دور

دل کو دوں کس بات سے میں جمعیت / تاکہ ہووے تفرقہ سے امنیت

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ دل کو شاد رکھ / طبع کو وسواس سے آزاد رکھ

یاد حق سے رکھ تو اپنے دل کو شاد / جب بسر جاوے تو کر تو اس کو یاد

شادئ جاں دید مرداں اس سے ہے / زندگی چرخ گرداں اس سے ہے

تو بھی اب شادی سے ایم زندہ رہ / شوق میں جوں آسماں گردندہ رہ

اس سے بہتر کیا ہوویگا اے فلاں / ہوویگا تو جس سے یکدم شادماں

حکایت وعظ گفتن عزیزے بخلق خدا

کیا کہا ہے خوب کوئی صاحب نفس / شاد ہوں میں یاد سے ستر برس

جب مجھے رب یار کا ہیگا دھنی / پاک مطلق نام جس کا ہے غنی

تجھ کو یہ غفلت کی سر پر دھول ہے / خلق کے عیبوں میں تو مشغول ہے

کب تجھے یاد آویگا پروردگار / تا خوشی سے گذرے تجھ کو روزگار

عیب جوئی سے اول آزاد ہو / پس خدا کی یاد سے دل شاد ہو

جب تلک ہے چشم تیری عیب بیں / کس طرح تو ہو سکیگا غیب بیں

عیب میں لوگوں کے تو ہے مو شگاف ۔ عیب کو اپنے رکھا ہے کر غلاف
گر تو اپنے عیب سے مشغول ہوئے ۔ گرچہ تو معیوب ہے مقبول ہوئے

حکایت یکے بیخود و دیگر مست

ہو گیا تھا مست کوئی پیکر شراب ۔ کر لیا تھا حال کو اپنے خراب
دیکھکر بد مست اسکو ہوشیار ۔ باندھ مشکیں لیچلا وہ اپنے ٹھار
ناگہاں مست دگر آیا نظر ۔ بڑبڑاتا اور کرتا شور و شر
مست آکر دیکھکر اُس مست کو ۔ یک بیک بولا کہ ہے بدمست تو
دو پیالے کم پیے ہوتے مگر ۔ تو بھی رہتا مجھ سری کا باخبر
ہے بیگانے عیب پر تیری نین ۔ دیکھتا کیوں نہیں اپنے عیوب کد ھن
عیب میں ہے تو جلگ تماشق نہیں ۔ عاشقی کے کام کے لائق نہیں
عشق سے گر تجھ کو ہوتی کچھ خبر ۔ اس کے ہوتے عیب سب تجھ پر ہنر

حکایت کسے عاشق شدن بر زن سفید رو

کوئی جوان شیر صورت نامور ۔ ناگہاں عاشق ہوا کس نار پر
از قضا اُس نار کے ابرو کنار ۔ ایک ذرہ تھی سفیدی آشکار
اس سفیدی سے جواں تھا بےخبر ۔ گرچہ دایم زن پہ تھی اسکی نظر

عشق سے جو کوئی رہتا ہے نزار   کب نظر آتا ہے اُس کو عیب یار

بعد مدت کے ہوا وہ عشق سرد   رنج سے پایا خلاصی شیر مرد

نظر میں آئی سفیدی نار کی   بعد ازاں پوچھا کہ اے زن پیار کی

آنکھ پر تیری سفیدی آئی کب   وہ کہی تیرا ہوا کم عشق جب

عشق میں تیرا ہوا نقصان جوں   عیب پیدا ہو کے آیا مجھ کو یوں

اے جو غفلت کا ہے تیرے دلمیں تور   دیکھ اپنے عیب تو اے مرد کور

عیب کب لگ خلق کے دیکھیگا تو   دیکھے اپنے کو تو سمجھے عیب کو

عیب تیرے تجھ نظر آوینگے جب   عیب لوگاں کے نظر میں آویں کب

حکایت دیگر برایں حکایت

مارتا تھا محتسب کس مست کو   مست نے بولا کہ اے بدمست تو

مفت کے کھا کھا کے سب ٹکڑے حرام   تجھ کو مغروری کی مستی ہے تمام

مست تر مجھ سے زیادہ تو دسے   نیں وولے مستی تری دستی کسے

مجھ پہ ناحق تو زبردستی نہ کر   مستی اپنی دیکھ بدمستی نہ کر

سوال کردن مرغ لبستم بہ ہدہد

بلبل سوال سنکی کہا اے رہنما   میں اگر یہو نیچا تو مانگوں شش سو کیا

فضل جب تیرے یہ ہوویگا سو | نیں سمجھتا کیا منگوں ہیں شاہ سے
چیز جو خوبی کی ہو تو مجھ کو بول | تا منگوں ایں شاہ تے دادا کو کھول

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ اے ناداں تجھے | وہ ملا تو کیا رہا ارماں تجھے
کیا ہو ویگا اس سے بہتر کوئی شئے | دو جہاں کا آرزو تو وہی ہے
جس کو وہ پایا سو سب پایا انے | تو بھی جا منگنے اسے اسکے کنے
جب وہ صاحب آشنا تیرا ہوا | تو سمجھ لے دو جہاں تیرا ہوا

حکایت شیخ بو علی رحمۃ اللہ علیہ

رودباری بو علیؒ مرتے بزاں | بات یہ کیا خوب بولے ہیں تداں
جو گگن کے مجھ پہ کھولے ہیں دوارے | بہشت میں مسند بچھی ہے استوار
قدسیاں دیتے ہیں مجکو یوں ندا | جلد آ اے عاشق حق جلد آ
شکر کر شادی کناں اے بو علیؒ | جو نہیں پایا مکاں یوں کوئی ولی
گرچہ یہ ہے سب عطا مجھ کو دلے | جیو میرا بات کس پر نہ ڈھلے
ہیں تو اپنے جیو سے کمتر نہیں | یہ عطا مجھ کو ہوا تو غم نہیں
عشق ہے تیرے ہے جو میرا سرشت | میں نہ دوزخ مانگتا ہوں نہ بہشت

میں تجھے منگتا ہوں اے پروردگار | عشق سے تیرے میرا ہے کاروبار

تو ہوا میرا تو سب کچھ ہے مجھے | دین اور دنیا میں اتنا بس مجھے

آرزو میری جو کچھ ہے سو توں | نہ ہے مطلب دین سے اور نہ کفر سوں

تجھ سے مقصد ہے مرا ہر دو جہاں | بے جہاں ہونا نہ مجھ کو دو جہاں

جیو مرا حاضر ہے لیو یکتا تو سے | مت جدا کر آپ سے مجھ کو ولے

حکایت حضرت داؤد علیہ السلام

حق کہیا یوں حضرت داؤدؑ کو | یوں میرے بندوں کو جا کر بول تو

گر نہ میں دوزخ بناتا نہ بہشت | بندگی میری تی اتھی تمنا کو زشت

گر نہ میں پیدا ہو کرتا نار و نور | کیا عبادت میرا تھے کرتے قصور

گر نہ ہوتا خوف میرا اور رجا | کیا نہ لاتے تھے کی میری بجا

ہے روا سب کو جو مجھ تی ڈرے | صدق ستے میری عبادت سب کرے

بول بندیاں کو جو چھپے سب ہاتھ | بندگی میری کریں دل جان ساتھ

ہے جو کچھ دو جگ منے سب ہوا | ذرہ ذرہ تو کر سب کو جلائے

جب وہ سب جل کے ہو جاوے بھسم | نہ رہے آس میں تجھ بیش و کم

بس بھسم کو بھی اڑا دیوے تمام | تا کہ حاصل ہووے قربت کا مقام

جس کو دیتا ہے بہشت او حور وہ　　اس کو رکھتا ہے اپس سے دور وہ

حکایت سلطانِ محمود کہ ایاز را سلطنت بخشیدہ بود

بردہ (غلام) تھا سلطان غزنی کا ایاز　　شاہ نے اس کو کیا یوں سرفراز

بادشاہی تخت و افسر سب دیا　　ملک و کشور لاؤ لشکر سب دیا

پس کہا جا تخت پر بیٹھ اے ایاز　　ملک کو دے قول لشکر کو نواز

خلق و عالم شاہ کا یہ دیکھ رنگ　　ہو رہے ہے حیرت سے اپنے دل میں دنگ

پس لگے کرنے اپس میں آپ بات　　نیں کیا کوئی شاہ یوں بندے سنگات

لیکن اس ساعت ایاز ہوشیار　　پھوڑ کر سینہ لگا رونے کو زار

پس کہے لوگاں کہ دیوانہ ہے تو　　یا اپس کے شہ سے بیگانہ ہے تو

بادشاہی آئی ہے جب تجھ کو یوں　　شکر کر اور شاد ہو روتا ہے کیوں

پس ایاز حالی (اسی وقت) دیا ان کو جواب　　ہو تمھیں سب غافلاں از رہ صواب

نیں سمجھتے تم کہ شاہِ کامگار　　مجھ کو اپنے قرب سے کرتا ہے بھار (باہر)

کام فرماتا ہے مجھ کو بادشاہ　　جو رہوں میں دور مشغولِ سپاہ

میں سو مطلق کس وضع راضی نہیں　　جو رہے سلطان کہیں اور میں کہیں

مجھ کو تخت و تاج درکار نیں　　بادشاہی مجھ کو جز دیدار نیں

میں نہ رہ سکتا ہوں اس بن یک نفس ۔۔۔ بادشاہی کی نہیں مجھ کو ہوس

سیکھ لے اے مرد طالب پاکباز ۔۔۔ بندگی یہ ہے جو کرتا تھا ایاز

جب تلک نیں تجھ کو ہمت کا کمال ۔۔۔ وصل کی دولت اچھے تجھ کو محال

جنت و دوزخ پہ ہے جب لگ نظر ۔۔۔ نیں تجھے اس بات کی ہرگز خبر

جب گذر کر جائیگا دونوں سے تو ۔۔۔ صبح دولت تجھ کو دکھلاویگی مو

مرد ہے جو چھوڑ دے دونوں سبھی ۔۔۔ دل نکو رکھو اس پہ بھی اور اسے بھی

چھوڑ دے دونوں سے جو ہووے فرد ۔۔۔ گر ہے عورت تو کہینگے اس کو مرد

مناجات بی بی رابعہ رح درجناب باری تعالے

رابعہ رح بولی کہ اے دانائے راز ۔۔۔ دشمنوں کو دے کہے یہ دنیا نواز

دوستوں کو آخرت سب دے تمام ۔۔۔ میں تو ہوں بیزار دونوں سے مدام

نہ دنیا نہ آخرت چاہے مجھے ۔۔۔ گر تو میرا ہے تو کیا غم ہے مجھے

ہرگز ان دونوں سے میں پر کم نہیں ۔۔۔ گر تو ہے مجھ مہرباں تو غم نہیں

گر دو عالم پر کروں کوری نظر ۔۔۔ جانتی ہوں اس نظر کو کفر کر

جس کو وہ رب ہے تو سب کچھ ہے اسے ۔۔۔ دو جہاں میں دنق و رنگ ہے اسے

بت ہے تیری راہ کا اس کے سوائے ۔۔۔ کفر ہے گر جی کو بھی خاطر میں لائے

حکایت سلطان محمود غزنوی و ظفر یافتن بر سومنات

شہر سورٹھ پر جو شاہ غزنوی ۔ جبکہ پائی غیب سے فتح قوی

ہندوؤں کا بت جو تھا وہ سومنات ۔ از قضا آیا مگر سلطان کے ہات

جمع ہو کر ہندواں آنے لگے ۔ دس برابر بت کے زر دینے لگے

بادشہ نے زر پہ نہ رکھ کر نظر ۔ بت کو فرمایا کہ ڈالیں پھوڑ کر

پس کہے لوگاں کہ زر لینا تھا ۔ لشکری کو بانٹ کر دینا تھا

شاہ بولا مجھ کو یہ ڈر ہے بڑا ۔ جب مجھے آذر برابر کر کھڑا

حشر میں آواز دیوےگا سروش ۔ جو وہ بت گر ہے تو یہ ہے بت فروش

بعد ازاں اس بت کو ڈالے توڑ کر ۔ آٹھ من اس سے نکل آئے گہر

جب سنا ہے تو وہ آواز الست ۔ مت بلیٰ کہنے سے کر کوتاہ دست

جو اول سے تجھ کو وہ اقرار ہے ۔ اب تجھے کس بات سے انکار ہے

جو بندھا ہے عہد تو میثاق میں ۔ مت بسر جا اس کو رکھ کر طاق میں

جو اول کیا ہے تو اقرار الست ۔ کر نہ تو آخر کو انکار الست

حکایت سلطان محمود غزنوی

جبکہ شاہ غزنوی کر قصد جنگ ۔ ہند کو لوٹنے چلا ہندواں کے سنگ

دیکھ کر لشکر انھوں کا بے شمار — دل میں وہ بولا کہ اے پروردگار

گر میں اس لشکر پہ پایا ہوں ظفر — جو غنیمت آئی گی سو سر بسر

سب لٹا دونگا فقیروں کو تمام — ایک جو اپنے پہ سمجھونگا حرام

عاقبت کو فتح پایا شہریار — ہاتھ آئی جو غنیمت بے شمار

جو کرے اُس پر نظر حکمت شناس — چل سکے نہ بیت غنیمت پر قیاس

اس وضع بیحد غنیمت پائے جب — ہندواں سے نہ نیت پائے تب

شاہ فرمایا کہ یہ سب مال و زر — ترت درویشاں کوں دو میں بانٹکر

تاکہ ہووے نذر کی میری وفا — نیں زیاں اس بات میں غیر از نفا (نفع)

پس کہے لوگاں کہ یہ سب مال و زر — کیا کرینگے وے گدایاں بے خبر

یا سپاہ کو دے جو آوے تیغ کے کام — یا خزانے بیچ جتن کر رکھ تمام

شاہ تو یہ بات سُن حیراں رہا — فکر و اندیشے میں سرگرداں رہا

از قضا لشکر میں اک دیوانہ تھا — لیکن آپس ٹھار فرزانہ تھا

شاہ نے اس کو نظر کر دور سوں — دل منے بولا کہ اے محمود توں

مشورت کر اُس دیوانے کے سنگات — جو کہیگا بیغرض ہو تجھ سے بات

پس دیوانے کو بلا شاہ جہاں — کھولکر اپنا کہا راز نہاں

تب کہا دیوانہ سن اے بادشاہ   یہ سنو اک کام تیرا یوں آلہ

بار دیگر کر تجھے ہے اس سے کام   بانٹ دے سارا فقیروں کو تمام

جس نے یہ نصرت دیا ہی تجھ کو آج   اس کو سب معلوم ہے تیرا مزاج

بعد ازاں محمود نے وہ مال سب   کل فقیروں کو دیا در حال تب

سوال کردن مرغ بست و یکم

بعد ازاں آیا پنکھی اکیسواں   پس کہا اے پیشوائے رہرواں

کیا ہے لائق چیز اس درگاہ کے   جو لیجاویں ہم نذر اس شاہ کے

دست خالی نہیں روا جانا وہاں   تحفہ لازم ہے کہ لیجانا وہاں

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ یہ بولا بجا   جو نہیں کچھ واں سو تو یہاں سے لیجا (لے جا)

جو لیجاویگا یہاں سے وہ ہے سب   زیرہ کرماں کو لیجانا کیا سبب

علم ہے واں حکمت و اسرار ہے   طاعت روحانیاں بسیار ہے

کیا نہیں بولوں تجھے میں اے فلاں   عاجزی اور درد دل و سوز جاں

گر تو یہ لے جاوے تو مقبول ہے   شاہ کن یہ تحفہ معقول ہے

گر کرے تو درد دل سے ایک آہ   کوئی اس کے جائیگا نہ پیشگاہ

خاص جا گہہ آہ کی ہے مغز جاں
پوست اُس کا کیا ہی نفسِ بدگماں

باہر آوے آہ گر جا گہہ سے خاص
رنج و غم سے کر سٹے پل میں خلاص

حکایت در زندان فرستادن زلیخا یوسفؑ را و ضرب زدن او را

جب زلیخا طیش سے دعوی پہ آئی
ترت یوسفؑ کو بندیخانہ بھی بجائی (ڈالی)

پس غلاموں سے طلب کر اِک غلام
حکم فرمائی کہ اے با اہتمام

مار تو یوسف کو لکڑیاں جا بجا کس
تا صدا آوے مجھے مانند طاس

تب وہ بیچارہ غلام نرم دِل
دیکھ یوسفؑ کو ہوا دل میں خجل

ناگہاں چمڑا کہیں آیا نظر
مارنے چمڑے کو لاگا کھینچ کر

جب لگے لکڑیاں اٹھے یوسف بچا
تب زلیخا اس کو بولی اور مار

پس کہا آخر کو یوسفؑ سے غلام
میں تجھے کہتا ہوں سُن اے نیکنام

گر نہ دیکھیگی زلیخا تن پہ داغ
ہووےگی مطلق مرے پر بے دماغ

ہاتھ اٹھا کر دل کو کھنکر ایک بار
مارتا ہوں ایک لکڑی استوار

گرچہ ہے تجھ نازنیں تن پر زیاں
ہے ولے تجھ پر نشاں مجھ کو اماں

پس اُٹھائے ہاتھ یوسفؑ مبتلا
دُکھ اٹھا سا توں گگن پر کھلبلا

جبکہ مار کھینچکر اک ہاتھ او
آہ یوسفؑ نے کیئے غمناک ہو

تب زلیخا نے کہا وہ سنکے آہ | سیر ہوئی میں اب یہ سنکر ایک آہ
تب تعجب نا چیز نے آیاں تمام | آہ نے اس بار کی کیتی ہے کام
گرچہ بیٹھے حلقہ کر سارے غمیں | آہ اک ماتم زدے کی ہے نگیں
گر تجھے بھی دل کے اندر درد ہے | سیب میں نور کے مثال جوں فرد ہے
عشق کا جو درد ل سنے ہے تاب و تب | سب خوشی اس کو رہیگی روز و شب

حکایت غلامے کہ از دنیا دست شستہ بود

ایک صاحب کو اتھا زنگی غلام | دھولیا وہ ہاتھ دنیا سے تمام
رات ساری وہ غلام پاکباز | صبح لگ کرتا اچھے دایم نماز
تا کہہ صاحب کہ اے مرد خدا | جب تو جاگیگا مجھے بھی دے جگا
بھی وضو کر کے کروں تجھ سنگ نماز | پس جواب اس کو دیا یوں پاکباز
نار جلنتے وقت بیزار اٹھانے جب | وہ جگاؤ مجھ کو کئے ہے عجب
اے دہنی اگر تجھ کو ہوگا درد دیں | آپ سے تو آپ جاگیگا یقیں
جب جگا و یگا تجھے بھی ور کوئی | وہ عبادت اسکی ہے تیری نہوئی
جسکے دل میں دین کا کچھ درد نیں | سر پہ اس کے خاک ہے وہ مرد نیں
درد سے ہی تو اصل میں نبی سرشت | تو اس کے آگے ہے نے دوزخ بہشت

حکایت بوعلی طوسی را خبر دادن از بہشت و دوزخ

بوعلی طوسی کہ پیر عہد تھے دین کے مارگ میں صاحب جہد تھے

جس مکان پر وہ رکھے ہونگے قدم وہاں تلک پہونچا ہوویگا کوئی کم

وہ کئے ہیں ذکر یوں اس بات کا حال میں اپنے بیاں عصیات کا

جے صبا اہل دوزخ زار زار اہل جنت سے پوچھینگے آشکار

کیا تمھارا حال ہے جنت منے کیا خوشی ہے کیوں ہو تم راحت منے

تب کہینگے بہشتی سن اس وضع ہے نہ اب جنت میں خوبی کس وضع

جب سے دیکھے ہیں جمال لایزال نہ دسے جنت میں خوبی کس کمال

جب نظر آیا جمال تابدار ہوگیا تب سات جنت میں اندھار

اہل جنت یوں کہینگے دن حساب اہل دوزخ پھر کے دیوینگے جواب

اے تمھیں جنت سے بی بیزار کرد دیکھکر اس کے جمال پاک کو

آگ کی ہم کو نہیں حسرت ہنوز آگ سوں دوزخ کی نیں ہے دل کو سوز

آگ حسرت کی جہاں سے کاڑ کر آگ کو دوزخ کی ہے وہاں کا اثر

جس کو اسکے دید کی حسرت ہوئی کب اسے اس آگ کی غیرت ہوئی

زخم دل کو آہ حسرت ہے ضرور رنج کی لذت کو راحت ہے ضرور

گر ترا اس غم سے دل مجروح ہے — محرم اسرار ذوق روح ہے

گر ترا زخمی ہے دل تو دم نہ مار — داغ حسرت زخم پر کر استوار

سوال مرغ بیست و دویم ۲۲

پس کیا بائیسواں پنچھی سوال — راہ کی سختی تو دستی ہے کمال

بولنا ہمکو تو اے دانائے راہ — یہاں سے کئی فرسنگ ہے درگاہ شاہ

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد نے اس پنچھی سنگات — راہ میں پوچھتا ہے تو وادیاں ہیں سات

نیں وے معلوم فرسنگاں کہے — جو نہ کوئی واں جاکے پھر آماد ہے

جو گیا ہے سو رہا ہے وہاں اٹک — پھر نہیں آیا ہے کوئی پیچھے پھٹک (پلٹ)

پہلے وادی ۱ طلب کی سخت تر — عشق ۲ کی وادی ہے دوسری پر خطر

معرفت ۳ کی تیسری وادی پچھان — وادی ۴ استغنا کی چوتھی اے سجان

پانچویں ۵ توحید کی وادی ہے پاک — ہے چھٹی ۶ حیرت کی وادی خوفناک

ساتویں ۷ ہے وادی فقر و فنا — اس سے آگے رہ نہیں سو کیا کہتا (کہنا)

وہاں کشش ہے نہ ہے کس کو روش

گم ہے سب راہ و روش الا کشش

حکایت وادی طلب

جب تو وادی میں طلب کی آئیگا
دم بدم ہر ہر قدم دکھ پائیگا

ہر گھڑی پیش آئینگی سو سو بلا
آسماں اس سوز کا ہے اِک چھلا

کام ہے کوشش سوں ستّاں سر بسر
رہے سدا کوشش منے ساری عمر

مال کا یہاں ترک کرنا ہے ضرور
ملک اپنا چھوڑ کر جانا ہے دور

لہو کو پانی کر کے دکھلانا ہے یہاں
جیو کو رنج و درد میں بھانا ہے یہاں

سب علایق سے تو اپنے دل کو توڑ
جس پہ تیرا پیار ہے دے اس کو چھوڑ

جب گنوا ویگا اپس کی سب صفات
تب دکھاویگا تجھے وہ نورِ ذات

ہو ویگا جب دل پہ وہ نور آشکار
یک طلب سے ہو وینگے چندین ہزار

گر اگن کا گھاٹ تیرے آئے آڑ
یا بلا کا آپڑے تجھ پر پہاڑ

جا پڑیگا تو سو پروانہ نمن
شوق سے ناچیگا دیوانہ نمن

محوِ مشتاقاں نمن ہو جائیگا
جرعہ ساقی پاس منگنے آئیگا

شوق سے جب ہو ویگا تو جرعہ نوش
نہ رہیگا دو جہاں کا تجھ کو ہوش

غرقِ دریا میں رہیگا خشک لب
سر جاماں کو کریگا جو طلب

جب ترا جیو آرزو سر کی کرے
اژدہا سے جانستاں نہ ڈرے

کفر اور ایمان اگر دربیش ملائے نہ یہ لیویگا جو کوئی باٹ پائے
راہ پکڑے پر کہاں ہی کفر و دیں وہاں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے ایں

حکایت حضرت عمر ابن عثمان مکی رحمتہ اللہ علیہ

عمر بن عثمانؓ مکی کے رفیق یوں لکھے ہے گنج نامہ اس طریق
جو منگے دینے بدل حق جان پاک قالب آدم کو جو تھا آب و خاک
پس کہا یہ جیو بھروں تن کے اندر جو فرشتوں کو نہ ہو اس کو خبر
حکم فرمایا فرشتوں کو تمام تا کریں آدم کو سجدہ والسلام
پس فرشتوں نے رکھے سر بر زمیں اس سبب او سر کوئی دیکھا نہیں
یہ جو تھا ابلیس لایا دل میں یوں یہاں نہیں کوئی دیکھتا سجدے کو جوں
میں کروں آدم کو سجدہ کس سبب کیوں نہ دیکھوں ستر حق انکھوں سے اب
جانتا ہوں میں کہ آدم خاک ہے او سو الحق تجھ ستر پاک ہے
سر کروں میں دیکھوں پر وہ ہے سو کیا گر خدا کاٹے مرے سر کو تو کیا
جو نہ تھا ابلیس کا سر خاک پر ستر مولا کو نہ دیکھا بھر نظر
پس کہا حق نے کہ اے جاسوس راہ تو کیا ہے ستر مولا پر نگاہ
گنج نہاں تھا سو تو دیکھا عیاں تجھ کو ماروں تا نہ بولے دو جہاں

بادشاہ جب گنج رکھتے ہیں کہیں　　مار رکھتے ہیں کمنائے کو وہیں

کھینے والا

تو سو میرا گنج دیکھا آشکار　　نہ کرنا کر توں خالی اختیار

پس کہا ابلیس دے مہلت مجھے　　جو کیا ہوں یہ عبادت میں تجھے

تب کہا حق تجھ کو مہلت ہے ولے　　طوق لعنت بھاونگا تیرے گلے

جو کیا ہے اس وضع بد دیانتی　　دور ہو جو ہے تو میرا لعنتی

پس کہا ابلیس کا اے پروردگار　　کر جو کچھ کرتا ہے تیرا اختیار

لعن بھی تیری ہے رحمت بھی تری　　جو تو دیوے مجھ کو سو قسمت مری

مجھکو تو لعنت سے تیری باک نیں　　زہر بھی ہونا کہ سب تریاک نیں

نہاٹتی ہے خلق جس لعنت سے سب　　میں اُسے لیتا ہوں سر پر با ادب

بھاگتی

گرد عالم کو کیا ہوں میں قبول　　بس بندھا ہوں لعنتی میں پر فضول

آدمی کو اس وجہ ہوتا طلب　　نیں تو دعوٹی سر بسر جھوٹا ہے سب

ڈھونڈتا ہے تو مگر پاتا نہیں　　کیا او گم ہے کم طلب ہے تجھ یقین

حکایت شیخ شبلیؒ بوقت سفر کردن از دنیا

جب کہ مرتے وقت شبلیؒ بیقرار　　موندھ کر چکھ دل ہوا تجھ پر انتظار

آنکھ

جانوا پلے گلے میں باندھ کر　　خاک پر گرتے تھے ہو کر بے خبر

جینو

اشک سے سب خاک تر کرتے تھے وہ | خاک سر پر لے کبھی دھرتے تھے وہ
کوئی پوچھا اے شیخ اس حالت منے | جانو ادم لا ہے کوئی دنیا منے
شیخ بولے کیا کروں جلتا ہے جاں | آگ سے غیرت کی باطن میں نہاں
جب کہا ابلیس کو حق لعنتی | حرف ی اس منے ہے نسبتی
مجھ کو اس نسبت سے غیرت ہے تمام | آگ میں جلتا ہوں آس سے صبح و شام
لفظ لعنت گرچہ ہے محض غضب | حرف میں ی کے لطیفہ ہے عجب
طالب صادق نہیں تو اے عزیز | سنگ و گوہر میں اگر ہے کچھ تمیز
گر تجھے گوہر ہے پیارا سنگ رد | صدق دعوی میں طلب کے پائے کد
سنگ گوہر کو سمجھنا ہے خطا | وہ جو کچھ بخشے سو تجھ کو ہے عطا
گر تجھے معشوق مارے لے پتھر | خوب ہے اس سے جو کوئی دیوے گہر
مرد کو ہونا طلب اور انتظار | تا کرے جیو و مبدم رہ پر نثار
نہ رہے یک تل طلب کو چھوڑ کر | نہ رکھے آسودگی پر کب نظر
ایک تل ہووے طلب سے گر جدا | ہے وہ مرتد نیں اُسے راہ ہدا

حکایت خاک بیزی مجنون

از قضا کوئی راہ میں صاحب نگاہ | چھانتے مجنوں کو دیکھا خاک راہ

پس پوچھا مجنوں کو ڈھونڈھتا ہی کیا ‏ ‏ ‏ ڈھونڈھتا لیلی کو ہوں یوں کر کہا

ہنس کے بولا کیوں تو ہوتا ہے ہلاک ‏ ‏ ‏ خاک میں کہاں پائیگا وہ دُر پاک

پس کہا مجنوں کہ ڈھونڈھتا ہوں مگر ‏ ‏ ‏ کیس تو بھی لیلی ملے مجھ کو گکر

کہر کر

حکایت شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ

یوسف ہمداں امام نامدار ‏ ‏ ‏ صاحب اسرار و شیخ روزگار

کیا کہے ہیں وہ زمیں سے تا گگن ‏ ‏ ‏ گر تو دیکھے کھول کر اپنے نین

ہے سبھی ہر ذرہ یعقوب دگر ‏ ‏ ‏ پوچھتا ہے اپنے یوسف کی خبر

درد ہونا مرد کو اور انتظار ‏ ‏ ‏ صرف ان دونوں میں کرنا روزگار

گر نہیں دونوں بھی تجھ کو تو بھی تو ‏ ‏ ‏ ڈھونڈھتا رہ شوق سے اسرار کو

صبر لازم ہے طلب میں مرد کو ‏ ‏ ‏ کام ہے لیکن صبر اہل درد کو

صبر کرنا ہے تجھے یہاں خواہ مخواہ ‏ ‏ ‏ پائیگا اس سے تو بھی یک روز راہ

جیونکہ ماں کے پیٹ سے چھوٹا بچا ‏ ‏ ‏ لہو ایس کا آپ پیتا ہے کچا

تو بھی باطن میں ایس کے رہ دین ‏ ‏ ‏ خون دل کھا رنج و غم کو سہ وہیں

سالکوں کے دل میں ہے منزل مقام ‏ ‏ ‏ یار جانی سے نہیں کب اُن کو کام

تو بھی طوبی صبر کر مرداں ثمن ‏ ‏ ‏ تا کہ حاصل ہوئے مطلب اے سجن

حکایت سلطان محمود غزنوی و خاک بیز

ایک دن جاتا تھا کہیں محمود تیز   راہ میں اس کو ملا اک خاک بیز

وہ کیا تھا جا بجا ماٹی کے گنج   کسب میں مشغول تھا با سعی و رنج

شاہ کے دل میں جو کچھ آیا خیال   جب چلا ماٹی میں باز و بند ڈال

شہ جو آیا پھر کے وہاں باز دگر   جوں اٹھایوں خاک بیز آیا نظر

پس کہا اے خاک بیز بوالہوس   کل جو پایا تو سو میں تجھ کو ہے بس

کیا سبب یہ کھینچتا ہے رو و رنج   سات کرسی کو تری بس ہے وہ گنج

پس کہا یوں خاک بیز اے بادشاہ   خاک سے پایا ہوں میں اقبال و جاہ

خاک نے مجھ کو کیا ہے سرفراز   خاک سے کیونکر نہوں میں بے نیاز

خاک سے پایا ہوں میں اپنی طلب   خاک سے ہے آن میری روز و شب

مرد ہو رہ تا کہ یہ در ہوئے باز   مت چھپا سر تا کہ ہوئے سرفراز

تو طلب میں راہ سدا اے مستمند   بند نیں دروازہ یہ ہیں نیں بند

حکایت بے خودے

بولتا تھا کوئی بیخود اے الٰہ   کھول دے دروازہ اور دے مجھ کو راہ

رابعہؓ وہاں روز یک بولی مگر   بند تھا دروازہ کب اے بے خبر

ہے یہ دروازہ کھلا لیکن تو آ — مانگ لے جو مانگتا ہے اے گدا

حقیقت عشق

بعد ازاں ہے عشق کی وادی کٹھن — کس کو طاقت ہے وہاں لگ جاوے چل

آگ کے دریا ہیں اور غم کے پہاڑ — درمیاں آتے ہیں کئی کئی ٹھار آڑ

عاقبت اندیش کا وہاں کام نہیں — ایک ذرہ جیو کو وہاں آرام نہیں

جائے وہاں تک چلکے و مرد ہنگ — جس کو عالم کا ہووے نام و ننگ

وہ نہ جانے کفر کیا اور کیا ہے دین — وہ نہ سمجھے شک بہچانے یقین

جا پڑے اڑکر اگن میں جوں پتنگ — نہ رکھے کچھ جیو کی پروا ایک رتی

نیک اور بد سب سے یکساں اچھے — عشق جب آوے تو یو دو کاں اچھے

کھیلتا ہے عشق کا جو کوئی قمار — نقد ہستی ایک دم میں یلے ہار

عشق آتش عقل سوں جوں دود ہے — عشق آگے عقل سب نابود ہے

عقل یا یہ عشق کے سودے میں کھوئے — عشق کے غم سے خلاصی کیونکہ ہوئے

جو ہر تن کو کئے تنک میں غبار — یہ غرض دلکشا کیوں ہو تیار

دیکھ اصل عشق کیا ہے اے گدا — کر دیا ہے غیب میں انکھیاں جدا

غیب سے انکھیاں جو تجھ پر باز ہوئے — ذرہ ذرہ سب تجھے ہمراز ہوئے

عقل کی آنکھوں سے دیکھیگا اگر	نہ دے گا عشق تجھ کو بال بھر

عشق کو درکار ہے یہاں مرد کار	تا رکھے دل کو اپس کے استوار

نہ تو مرد کار نہ عاشق ہوا	عاشقی کے کس وضع لایق ہوا

زندہ دل کو کام یہ ہے سازوار	تا کرے دم اپس کا جیو نثار

حکایت عاشق و معشوق گوید

ہے دکھن میں قصبہ نوسا کہکر (کہہ کر)	جو ندی گنگا سے ہے نزدیک تر

واں بسہارا تھے دو شخص کوئی	خوبصورت پاک سیرت نیک خوئی

ایک کو بیٹا تھا جوں روشن گہر	ایک کو بیٹی تھی سندر جوں چندر

از قضا نھنوادگی کے سن منے	وہ بچے ہم درس تھے ملّا کنے

ناگہاں محبت ہوئی دونوں منے	آ پھنسے وے عشق کے پھندے منے

عاشق جانی ہوے ایکس کے ایک	یار تیہانی ہوئے ایکس کے ایک

پس کئے قول و قرار آپس میں مفت	جو نہوئیں ایک کس باج جفت

گل کھلے اس بات میں جب ناگہاں	بات پائے کیں سندر کے باپ ماں

شرم سے دونوں میں لا ڈالے حجاب	پس ہوئے حسرت سے دونوں جل کباب

پس انہ تھے سدھ میں اپس کی اے تد	کیں کئے ماں باپ اس کو نامزد

تا کیتک دن بعد ماندی بیاہ کاج
ہو گئی دل میں سندر آتش مزاج

آگ کی حسرت اٹھی دل سے بھڑک
جاں جگر جلنے لگے غم سے تڑک

پس کہی دل کے تئیں اے دل کیا علاج
نیں خلاصی مجھ کو جیو دینے کے باج

کس طرح وعدہ نبھاؤں یار کا
کیوں رکھوں خاطر ایس دلدار کا

اے فلک یہ کیا جفا کیا جور ہے
ہائے یہ کیسا ستم کا طور ہے

وہ سوا اپنے دل منے یوں زار زار
لوگ تو شادی منے سب کامگار

جمع بیبیاں گھر منے اور بھار مرد
شاد و خوش بیٹھے اتھے سب فرد فرد

جا بجا مسند بچھائے تھے تمام
بھار دیگاں سوں پکائے تھے طعام

تب تلک شب گشت نوشہ پھیر کر
آ کے پہونچا دھوم سے دلہن کے گھر

لوگ نوشہ کے آگے گئے پیشوا
بیبیاں ہو ئیں چھوڑ دلہن کو جدا

کوئی رہا نیں اس منے خانہ منجھار
تب سمجھ کر وقت فرصت او نگار

کوٹھری کو قفل سے در بند کر
پس کہی دل سے کہ اے دل کیا خبر

وقت تہمت کا ہے کر ہمت آ تال
کر مدد گاری مجھے تو لے سنبھال

اے دل اب یہ جیو تجھے کیا کام آئے
جیو بیگانہ تن کو پیر ہاتھ لائے

اس سے آگے زندگی میں نیں نفا
حیف ہے عاشق کہے گر بیوفا

نفع

پس اپس کے تیل سے کپڑ بھگا
آگ دیتی شمع کے نزدیک جا

ہو گئی یک پل منے جل بل کے راکھ
غم سے عالم ہور ہا سب دردناک

از قضا عاشق بھی اس غلغان میں
تھا مگر اپنے پریشاں حال میں

دیکھ کر جو ملے میں دھک دھکتی انگار
جا پڑا اک آہ کر بے اختیار

ہو گیا اک پل منے وہ بھی فنا
جا ملا اس آشنا سے آشنا

عاشقاں تو یوں فدا کرتے ہیں جان
تو کہاں اور تجھ کو یہ ہمت کہاں

حکایت عاشق شدن گدا بر ایاز

کوئی گدا پیدا کیا عشق ایاز
ہو گیا سارے جہاں میں فاش راز

جا آتا جب ایاز شہ سوار
دوڑتا آگے یہ جاتا خاکسار

جس طرف جاتا تھا وہ گھوڑے کو ڈٹا
یونہی ہوتا اس کے آگے وہ گدا

کوئی کہا محمود کو جا کر مگر
ہے گدا عاشق ایاز خاص پر

دوسرے دن کو ہوا سلطاں سوار
ساتھ لے کے وہ ایاز کامگار

وہ گدا عاشق بھی تب ہمراہ ہو
دوڑتا خوش خوش انگے جوں پیش رو

بادشاہ نے جو کیا اس پر نظر
دیکھ کے آیا عاشق بے پا و سر

بیٹھ چوگان سٹریں چوگاں کا بٹا
گیند
دوڑتا تھا جو نکہ میداں کا بیٹا

پس بلا اس کو کہا شہ اے رکیک — کیا تو ہونے کو منگے میرا شریک

پس کہا درویش نے اے بادشاہ — عشقبازی کو گدا کیا شاہ کیا

بلکہ ہے عشق گدا اس سے زیاد — جو گدا سے عشق رکھتا ہے سواد

نیں ہے کچھ اس بات میں یک ذرہ شک — مفلسی سے عشق پاتا ہے نمک

عشق تیرا تو ہوا دولت کے زور — عشق میرا رنج اور محنت کے زور

وصل کا سامان حاصل ہے تجھے — صبر کا سب ہجر درد ہے مجھے

چھوڑ دے یہ وصل کا سب کر و فر — ہجر میں آ صبر کر مرد ہے اگر

پس کہا شہ کیا سبب لیکن تو چھوڑ — گوے سوں چوگاں کے چک کھاتا ہے جوڑ

تب گدا بولا کہ اے شاہ جہاں — کوئی بھی ہے مجھ سری کا سرگراں

میں بھی اور یہ گوے بھی دونوں جنے — ہیں ہمیشہ یار کے چوگاں منے

ہے ہمیں ہر ایک یوں سرگشتہ تر — اس کو میری مجھ کو اس کی ہے خبر

لیکن اتنا فرق ہے بے گفتگوے — نعل بوس اُس کے ترنگ کی ہوئے گوے
گھوڑا

گرچہ ہیں دونوں ہمیں بے پاؤں سر — ہے منے اے مجھ رنج اُس سے بیشتر

زخم چوگاں گرچہ تن پر کھائے گوے — مجھ کو ہر دم زخم سینے جیو پہ ہوئے

گوے کو ہیں گرچہ زخماں بیشمار — دوز ہے پیٹ اس کے آسن پار

گوٹے کو تو یہ حضوری کہ تھی ۔۔۔ یہ خوشی تو مجھ کو ہر دم نیں دکھی

گوٹے کے تو مغز میں ہے بوئے وصل ۔۔۔ لے گیا ہے مجھ سے کوئی گوئے وصل

بعد ازاں شہ نے کہا سن اے گدا ۔۔۔ ہے گدا وہ کوئی جو مفلس ہو سدا

گر تو مفلس ہے تو لا اسکی دلیل ۔۔۔ مفلسی کی کیا وضع کیا ہے سبیل

پس گدا بولا کہ میں مفلس نہیں ۔۔۔ مفلسی کی صورت مجلس نہیں

جب تلک یہ جیو ہے میرا تن منے ۔۔۔ ہوں نہ صادق مفلسی کے فن منے

جب کرونگا جیو جاناں پر نثار ۔۔۔ مفلسی کا ہویگا تب اعتبار

تو بھی اے محمود اب ہو جاں فشاں ۔۔۔ جاں فشانی عاقبت کا ہے نشان

بات اتنی کر کے وہ مفلس گدا ۔۔۔ جی کیا اک پل میں جاناں پر فدا

یہ تماشا دیکھکر محمود شاہ ۔۔۔ دل منے کیسا کیا افسوس آہ

نیں جلک یہ کام تا ہر مرد کو ۔۔۔ جانتا ہے کیا وہ عاشق درد کو

حکایت لیلیٰ و مجنوں کہ عاشق صادق بود

لوگ لیلیٰ کے کہیں مجنوں کے تئیں ۔۔۔ چھوڑتے تھے نہ ایس جہلت کے تئیں

ایک دن جنگل میں جا کر ہو تبنگ ۔۔۔ پوست دنبہ کا لیا وہ کس سے منگ

بعد ازاں اس جلد کو تن پر پہن ۔۔۔ سر کو نیچے کر ہوا دنبہ نمن

پس کہا دھنگر کو اے صاحب شرف
ہانک ذبوں میں مجھے لیلیٰ طرف

تا میں دیکھوں دور سے لیلیٰ کو جا
لے تو اب آشنا برائے کبریا

بعد ازاں دھنگر سخن وہ سن لیا
جوں کہا مجنوں نے اس کو یوں کیا

عاقبت مجنوں جو پہونچا جا کے واں
دور سے لیلیٰ کو دیکھا ناگہاں

ہو گیا یکبار گی بیہوش و تاب
سب نکل جاتا رہا جب جوش و تاب

موج کا پانی ہوا سر سے گذر
لے گیا دھنگر بزاں بھی ہانک کر

بھار لا چھڑ کا جو تک سامنہ پہ نیر
جوش سے ٹھنڈا بڑا اسرار اشیر

پس لگا پھر نیکو مجنوں ننگ دھڑنگ
تب کہا کوئی دوست اے مجنوں بھرنگ

تجھ کو جو پوشاک چاہے سو مجھے
بولدے درحال تالادوں تجھے

تب کہا مجنوں کہ اے غمخوار دوست
نیں مجھے پوشاک بہتر غیر پوست

پوست لا کر دے مجھے گر تو دوست ہے
الله رفعت میرا پوست ہے

اس میں دیکھا ہوں جمال دوست کو
دوست رکھتا ہوں تیں سے پوست کو

دل منے تیرے ہے گر یہ عشق دوست
تو بھی جا مجنوں کے نمنے ڈھونڈ پوست

پوست بند ہوا ہو بھر رنگ اے مرد دیوانہ ہیچ
سب اٹھا دے ماسوی الله ہے جو کچھ

حکایت شرابی کہ از عرب در ہند آمدہ بود

کوئی عرب سے ہند میں آیا عرب — رسم و رہ وہاں کا دسیا اس کو عجب
کیتیں بھڑ ہانگ کے گیا مجلس منے — دیکھتا ہے تو نہیں کوئی کس منے
سب جواری اور شرابی داؤ گیر — سب لٹوے اور جٹو رسے بے نظیر
بات پر لاہات پر دھر جاٹ جائیں — جو ادھر سے آئے سو یدھر اڑائیں
تو پیاہ ایک کے جام شرب — جا کہنا اُن کا مزا کھانا شراب
دیکھو اُن کو جو عرب شیدا ہوا — شوق اُن کے بزم کا پیدا ہوا
وہ عرب بھی جا ملا ان میں وہیں — سترِ پنہاں تھا اسے سترہ نہیں
وہ بھڑ ہانگاں بھی عرب کو دیکھکر — منفعت روزی غیب سے سمجھے مگر
سب لگے کہنے کو آ مانے بھڑ ہنگ — ہو ہمارے ساتھ ملکر ایک رنگ
لا دیا اُس کو بھی اک جام شراب — یہ پیا سو ہو گیا مستِ خراب
لے گئے یاراں جو کچھ تھا اس کے پاس — نقد و زر اور تن پہ تھا جو کچھ لباس
جام دوسرا دے کے پھر دوسرا بھڑ ہنگ — پس اُسے گھر سنے نکالا ننگ دھڑنگ
پھر گیا ملک عرب کو وہ عرب — بھیک منگتا بھوک مرتا روز و شب
پوچھنے کو آئے لوگاں کیا ہوا — کاں گنوایا کس وضع اپنا رِدا

سرایہ

چور لے گئے یا گیا کوئی لوٹ کر ۔۔۔ کس سبب سے یوں گیا تو ٹوٹ کر

ہند کا جانا ہوا کیوں شوم تجھ ۔۔۔ کیا دسیا واں کیا ہوا معلوم تجھ

پس عرب کہنے لگا با درد و سوز ۔۔۔ میں بھرنگوں میں گیا تھا ایک روز

وہ کہے آ جا مجھے میں واں گیا ۔۔۔ اُس سے آگے ہوش مجھ کو نیں رہا

کاں گیا وہ مال و زر کاں وہ لباس ۔۔۔ کچھ نہ تھا اس بات کا مجھ کو قیاس

پس کہے لوگاں وہ کیسے تھے بھرنگ ۔۔۔ بول ہم کو تا ہووے ان سنگ رنگ

پس کہا دیکھو مجھے تم اے عزیز ۔۔۔ یوں ہی ہے ور کل بھرنگوں کی تمیز

جس طرح سے میں بکھرا ہوں سنگ ڈھنگ ۔۔۔ اسی وضع دیکھو تمھیں سارے بھرنگ

یوں ہی آ جا تو بھی اس مارگ منے ۔۔۔ شوق گرچہ تجھ کو ہے رگ رگ منے

رکھ قدم اس راہ میں مردان من ۔۔۔ دے اڑا کر جان و تن اور مال و دھن

کھینچ کر جیو سوں پکڑ اسرار عشق ۔۔۔ ہو کے جا اُس جام سوں سرشار عشق

حکایت مردے کہ بکشتن معشوق قصد کردہ بود

ایک کا معشوق مرتا تھا مگر ۔۔۔ کوئی دیا عاشق کو جا اس کی خبر

لیکے دوڑا اُترت خنجر آبدار ۔۔۔ تا سٹے دلبر کو اپنے ہاتھ مار

پس کہے لوگاں کہ کیا کرتا ہے کام ۔۔۔ وہ تو اب اک پل میں ہوتا ہے تمام

سر پہ اپنے تو عبث لیتا ہے خون — کون ایسا کام کرتا ہے زبون

مارنا مُردے کو کیا حاصل اچھے — جو کرے یہ کام وہ جاہل اچھے

پس دیا عاشق نے یوں اسکو جواب — مارنا معشوق کا ہے مجھ کو لاب
عیب

تا مجھے بھی مار ڈالیں لوگ یاں — اس پہ دوزخ میں جلاویں مجھ کو واں

ہے بزرگی اس ستی دونی مجھے — جو کہیں معشوق کا خونی مجھے

عاشقاں تو اس وضع جانباز ہیں — جیو میں اپنے دو جہاں سے ازہیں
فارغ

حکایت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

جب خلیل اللہ کی آئی اجل — جیو نہ عزرائیلؑ کو دیتے اول

پس کہے رب سے تمھیں یوں جا کہو — جیو نہیں دیتا خلیلؑ اللہ ہو

تب کہا حق نے اگر ہے تو خلیل — کر خلیل اپنے پہ اپنا جیو سبیل

گر تو رکھتا ہے اپس کا جیو دریغ — ہے پڑی نزدیک میرے تیز تیغ

تا کہا کوئی ان کو اے شمع جہاں — کیوں نہ عزرائیل کو دیتے ہیں جاں

عاشقاں ہوتے ہیں جانبازاں اے — تم سو کیوں رکھتے ہو اپنا جیو نگا ۔

یوں کہا میں کیا کروں اے ترک جاں — پاؤں عزرائیلؑ کا ہے درمیان

مجھ کو اس آتش منے جب جبرئیلؑ — آکے پوچھا کیا ہے مطلب اے خلیلؑ

نیں کیا ہیں اُن طرف ہرگز نگاہ | تھی نظر میری بقربانِ آلہ
جب کیا نیں میں نظر جبریلؑ کو | جیو کب دیتا ہوں عزرائیل کو
جب تلک جیو آپ میں منگتا ہے رب | دوسرے کو جان میں دیتا ہوں کب
وہ منگے جب جاں کروں میں کیوں غدر | ایک جاں کیا لاکھ جاں ہوویں تو دوں

در بیان وادی سویم کہ در باب معرفت عشق گوید

معرفت کی آئی وادی بعد ازاں | پائے نہ جسکی نہایت سالکاں
بسکہ اس مارگ میں ہیں کانٹے بہت | سالکوں پر آپڑے آفتے بہت
راہ ہر اک کی نہ ہر اک طور ہے | سالک تن سالک جاں اور ہے
پس ہر اک کو ہے ہر اک راہ ضرور | حد مقرر ہے کسے نزدیک کس کوں دور
کیونکہ چل سکتی ہے کڑی ناتواں | یک قدم چل جائیگا ہاتھی جہاں
زور سے مچھر اڑیگا کاں لگوں | تیز تر بارا چلیگا جاں لگوں
سیر ہر کس کا اچھے اس کے قدر | ایک ساں نیں ہے کمال یک دگر
مختلف ہے ایک سے ایکس کی سیر | اک روش پر اڑ سکے نہ کوئی طیر
تو تفاوت معرفت میں ہے بہت | کوئی ڈھونڈے مسجد کوں پوجے کوئی بت
جب حقیقت کے گگن کا آفتاب | معرفت کی خلق کو دکھلاوے تاب

تب موافق ہوئیگا بینا ہر ایک　　وا ز اپنا پائیگا سینہ ہر ایک

نہ دیگا کیں اُسے بے مغز پوست　　کچھ نظر آوے نہ اس کو غیر دوست

ہر طرف اس کو دیگا روے یار　　ذرہ ذرہ ہوئے سے آئینہ وار

صد ہزار اسرار اسے زیر نقاب　　یوں نظر آوینگے جوں ہے آفتاب

یہ سوکب جب ہووے لاکھاں کا شمار　　ایک دو اسرار میں ہوئے مرد کار

ہوئے جو کوئی مرد کامل پاکباز　　وہ کرے غواصی دریائے راز

آئیگا اسرار کا جب تجھ کو ذوق　　ہر گھڑی تجھ پر گھریگا تازہ شوق

ہوئیگی جب پیاس تجھ کو پر کمال　　صد ہزاراں طور تجھے ہووین حلال

غرق کر دریاے عرفاں میں اپس　　نیں تو سر پر خاک بھاجا بیٹھ بس

نیں تجھے حاصل اگر شادی کبھی　　جا کے اپنے سر پہ کر ماتم تبھی

نیں اگر تجھ کو میسر وصل یار　　ہر گھڑی ماتم سے نہ دل کو بسار

نیں نظر آتا جمال یار اگر　　چپ نہ رہ جا کے طلب اسرار کر

نیں طلب تو شرم رکھ دل کے منجھار　　خر تمن کب تک رہیگا بے مہار

حکایت سنگ شدن مردے در شہر چین

چین میں کوئی ہو گیا انسان پتھر　　پس وہ روتا ہے ابھی تک نین بھر

جو انسو پڑتے ہیں اس کے چک سے مل ‏ پل میں ہو جاتے ہیں وہ کنکر بگل

وے کنکر گر ہاتھ بادل کے چڑھیں ‏ حشر تک افسوس کے آنجو جھڑیں

کیا ہے انساں وہ پتھر کالے عزیز ‏ علم ہے جا جین کو کرے تمیز

علم ہے جو یوں ہوا ہے ننگ سخت ‏ ننگ سے بے ہمتوں کے ایک لخت

بسکہ ہے تاریک یہ محنت سرا ‏ علم کا جوہر ہے اس میں رہنما

علم کا گوہر اگر تجھ ہاتھ آئے ‏ رہنما اپنا تو اس ظلمت میں پائے

یہ وہ گوہر ہے کہ جو سکندر جسے ‏ لیو کر ظلمت میں بولا ہر کسے

پس لیا کوئی اس گوہر کو کوئی نہیں ‏ جب نکل کر آئے ظلمت سے وہیں

وہ گہر دس آئے آخر بے بہا ‏ سب رہے وے یکطرف افسوس کھا

جن لیا تھا وہ گہر پچھتائیا ‏ جی بہت سے کیوں نہ میں وہ لالیا

جن لیا نہیں وہ بھی پچھتایا بہت ‏ دل میں نہ لینے کا غم کھایا بہت

ہوویں اس گوہر کے پچھتانے منے ‏ جو لیا اور نہیں سو وہ دونوں جنے

تو تو اس ظلمت منے اے بیخبر ‏ ہے سکندر کی نمن بے راہ بر

علم کا گوہر اگر پایا ہے تو ‏ دو جہاں کا راہبر پایا ہے تو

جب تو یہاں سے جائیگا چلکر وہاں ‏ نہ رہیگا یہ جہاں نہ وہ جہاں

وہ جہاں دونوں جہاں سے ہے جُدا ۔۔۔ نیں ہے تن سے جان تن جاں سے جدا

دو جہاں سے بہار وہ درگاہ اچھے ۔۔۔ وہاں تو انسان خاص کا جاگاہ اچھے

گر تو اندر یا جا کے وہاں اے پاکباز ۔۔۔ ہر نفس میں پائیگا سو بھانت راز

بھی اگر اس راہ سے رہ جائے تو ۔۔۔ ہے روا رو کر کے حسرت کھائے تو

شب لو مت سو دن کو کم کم کھا طعام ۔۔۔ تا طلب ہووے تجھے پیدا تمام

کر طلب یہاں تک جو گم ہووے طلب ۔۔۔ بھول جاوے دن کی روٹی خواب شب

حکایت مرد عاشق کہ در مزار خفتہ بود

ایک عاشق تھا دوانہ بے خبر ۔۔۔ سو رہا تھا نیند میں اک گور پر

از قضا معشوق نکلا جا کے وہاں ۔۔۔ نیند میں عاشق کو دیکھا ناگہاں

بیس چیٹھی اک لکھ کو اُس کے بند سوں ۔۔۔ باندھ کر جانا رہیا آنند سوں

اُٹھ کے عاشق وہ چیٹھی دیکھا جو کھول ۔۔۔ یار کے خط سے وسی اس بیت بول

اے دیوانا اس وضا سوتا ہے کیا ۔۔۔ اُٹھ جو سوداگر ہے تو دوکان جا

اور اگر زاہد ہے تو بیدار رہ ۔۔۔ بندگی کر رات دن ہشیار رہ

گر جو عاشق ہے تو آتا ہے عجب ۔۔۔ نیند جگ میں عاشقوں کو آئے کب

مرد عاشق تو سدا بیدار ہیں ۔۔۔ دن کو حیراں رات کو ہشیار ہیں

تجھ کو تو لُچھ ہے نہ وو اے مرد خام — لاف میرے عشق کا تجھ پر حرام

عشق میں سونا تجھے گر سہل ہے — عاشقی کے کسب میں نا اہل ہے

حکایت عاشق شدن مرد پاسبان

کوئی چوکیدار عاشق کیں ہوا — خواب و خور آرام اُسکا گم ہوا

نیند سے ہو گئی بیگانی اسکی نین — گم ہوا دل سے صبر اور اسکا چین

شور سے شب کو جگاوے خلق کو — پھاڑ لیوے ناحق اپنے حلق کو

کب نقارے پر لگاوے جا کے بم — کب اُٹھاوے شور و غوغا کا علم

یُس کہا کوئی شخص اس تیج اب کوں — آشنا اکدم کبھی ہو خواب سوں

جاگتا کب تک رہیگا رات دن — کب تلک یہ رنج سو سیگا کٹھن

بعد ازاں عاشق دیا اس کو جواب — کس طرح میرے نین میں آوے خواب

اصل میں اوّل سے چوکیدار تھا — اور اک دلبر کا میں عاشق ہوا

جس کو ایسا دُکھ یہ دبل ہوئیگا — کس طرح سکھ سے کبھی وو سوئیگا

ہووے چوکیدار کو سُن خواب کب — اشک بن عاشق کے انکھ پر آب کب

مرد عاشق جبکہ چوکیدار ہوئے — خواب اُس کے نین کا کب یار ہوئے

جاگتا رہ تو بھی اے عاشق یونہیں — خواب عاشق کو ذرہ لایق نہیں

پاسبانی دل کی کرتا ہے وہ مدام ۔ پاس دل کے ہے سو چور نکا مقام
چھپ رہتے ہیں چور تجھ میں چوگردن ۔ جو بر دل کو بہت سا کر جتن
جب نگہبانی کریگا دل کی توں ۔ معرفت و بینش ہوگا آپ سوں
جس کو اس سنے میں وو دل اچھے ۔ جاگنے سے معرفت حاصل اچھے
جسکی آنکھوں ستے ہووے گا خواب دور ۔ وہ سو دل بیدار لیجاوے حضور
جبکہ بیخوابی سے دل بیدار ہوئے ۔ جاگتے رہنا تجھے درکار ہوئے
کیا کہوں کیتا تجھے اے غرق آب ۔ بات میری تجھ کو ہوتی نا صواب
عاشقاں تو نیند نیں کھوئے ہیں ۔ پس محبت کے متی ہو ہوئے ہیں
عشق کی لذت سے جو ہے کامیاب ۔ وہ ہوا دونوں جہاں میں فتحیاب

در بیان وادی چہارم در حقیقت استغنا گوید

آئی استغنا کی وادی بعد ازاں ۔ نہ کسے دعویٰ ہے نہ معنے وہاں
بے نیازی کا وہاں ایسا پون ۔ جو کہیگا تو اڑے گا بر گگن
اڑگئی سب اس ہوا سے قوم عاد ۔ کس کو واں پروا تھا اور کس کو یاد
نوح کے طوفاں سے گر ڈوبا جہاں ۔ کیا کمی ہو گئی ہوا کیا کم وہاں
یہ سو ہیگا بے نیازی کا حباب ۔ گر موا اور کوئی جیا تو کیا حساب

سات دریا یہ جو ہیں اتنے گنبھیر (بڑے) — واں سو ہیں یک چھیمی میں جوں نیر

یہ ستارے سات اور سورج چندر — ایک چنگاری ہے چقمق کی مگر (اٹھائی تن)

سات جنّت کو نہیں کچھ واں قا — سات دوزخ سرد ہیں مانند گار (پتھر)

ہر نفس سو سو ہتھی وہاں اے عجب — ایک چمٹی کی ہے روزی بے سبب (چیونٹی)

تا بھرے لوٹا ایس کا ایک کوا (ہاتھی) — چٹ کرے یک قافلہ تو بے روا

ہوئیں گم اس ٹھار لاکھاں سوں گر — تا ایک آدھا ہوئے تجھ سا بہرہ ور

جل گئے غم سے ہزاراں جب ملک — تا لیا آدم کی صورت نے جھلک

صد ہزاراں تن چھپٹے جب روح سوں — بن پڑی تب ایک کشتی نوح سوں

صد ہزاراں خاک میں جب سر ہوئے — تا خلیل اللہ صاحب سر ہوئے

صد ہزاراں جب گئے طفلوں کے سیس (سر) — تا ہوئے موسیٰ کلیم اللہ انیس

صد ہزاراں جب ہوئے زنار بند — تا ہوئے مقصد سوں عیسیٰ ارجمند

صد ہزاراں جان و دل تاراج آئے — تا محمدؐ ایک شب معراج پائے

نہ نوے کو قدر نہ جونے کو وہاں (پرانا) — کچھ تو بھی کریا نہ کر کچھ اے فلاں

گر ہزاراں دل جو دیکھا ہے کباب — تو سمجھ لے جو کہ دیکھا ایک خواب

گر ہزاراں جیو سے خالی ہوئیں تن — وہ سو اس دربار میں یا شبنم من

بے نیازی کا جہاں تیاں نیں جتا　　گرچہ ہووے یک جہاں سارا خراب

چھوڑ دیں گر انجم و افلاک سات　　پیڑ سے سمجھو پڑا اک جھڑ کے پات

گر عدم ہو جائے دنیا چار دانگ　　تو سمجھ چیونٹی کی ٹوٹی ایک ٹانگ
چیونٹی

گر دو عالم ہو کے سب جاویں عدم　　سنگریزہ جان ریگستاں سوں کم

نہ رہے گر جن و انساں کا اثر　　جان لے نیں مینوں کا یک بند گر

خاک میں مل جائے گر سب یو جہاں　　نیشتر سے حیواں کی یک دم کم پچھاں

جزو و کل گر ہو کے جاوے سب عدم　　تو سمجھ لے گھانس کا اک پات کم

ہو کے جاوے گر اگر یہ چرخ تنہ　　سات دریا میں پڑا گویا کہ بند
بوند

حکایت ارشاد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

یوسف ہمدان کے مرد راہ تھے　　سینہ صاف و پاک دل آگاہ تھے

وو کہے ہیں گر تو جاوے عرش لگ　　پس اتر آوے زمیں کے فرش لگ

تو جو کچھ اور ہو یگا خالی جو ہے　　ذرہ ذرہ دیکھ لے ہر ایک تھے

کیا بتے یکاں اس دریا کا بند ایک　　خواہ بد آوے نظر میں خواہ نیک

سخت تر وادی ہے یہ کچھ سہل نیں　　سہل گر سمجھا ہے پس تو اہل نیں

گر اتھا کر ہوسے دریا خون دل　　نیں گھٹے ہے بات تیری ایک تل
ذرا

گر چلے تو راہ یہ ساری عمر | جان لے اوّل قدم اے بیخبر

نہ کسے اس راہ کا پایاں نہ ہے | نا کسے اس درد کا درماں دسے

سب عمر کو دوڑتا تو جائے گا | تا ابد بانگ جرس نہ پائے گا

گر تو ماندہ ہو پڑیگا باٹ میں | ہوئیگا جوں یک تنہا اس گھاٹ میں

نہ کھڑے رہتے نہ چلتے بنے آئے | نہ تو کچھ مرنے سے نہ جینے سے پائے

پس یہاں سختی سے نہ کر تو جیا | رات دن رستے میں اپنا تن کھپا

کام سارے چھوڑ کر یہ کام کر | کام میں تھوڑے بہت ہی عمر بھر

کام کرتا رہ جو کچھ تب آئے سو | دیکھلے سیوٹ کو کیا ہو جائے او

ہر دو جہاں رہ کام میں اے یار تو | خوب نیں ہیگا رہت بیکار تو

کام سے مت بیٹھ ہو رہ ندان | جب تلک ہووے تجھے حاصل جہان

جب تلک تو کام کو جانا نہیں | کیا تجھے حاصل جو پہچانا نہیں

بے نیازی دیکھتا رہ سب یا جنم | خواہ خوش ہو خواہ بھی رہو دیں غم

برقِ استغنا پڑے کر جب کڑک | جل اٹھے سو سو جہاں یکدم بھڑک

تو نہ رکھ اس برق کا کچھ دل میں دھاک
اک جہاں جلکر گیا تو کیا ہے باک

حکایت منجم و تقویم

جب نجومی پاترا کرنے منگے | خاک تختے پر بچھارا کھے انگے

(یعنی جنم پتری)

پس کرے واں نقش دہ منے در فلک | چاند اور سورج ستارے یک بیک

بعد ازاں اس پر لکھے بارہ بروج | کیں ستاروں کا تنزل کیں عروج

کیں نحوست کیں سعادت کر دکھائے | موت کا گھر کیں جنم کا گھر دکھائے

کچھ رہا نیں جب حساب نحس و سعد | پس اگر تختے کو جھٹکے اس کے بعد

ہووے پل میں وہ نقش سب بے نشان | اس جہاں کا نقش بھی ایسا ہی جان

نیں ہے استغنا کی گر تیرے میں تاب | جا کنارے بیٹھ کیلئے ہے تجھ کو لاب

(فایدہ)

حکایت کسے کہ اورا ہاتف آواز داد

کس نے بولا راز دل کوئی اہل راز | ہو گیا جب پردۂ اسرار باز

ہاتف غیبی کہا تب اس کے سنگ | اے فلاں کیا مانگتا ہے تو سو منگ

پس کہا وہ کیا منگوں جو انبیا | سب جنم سو سہے ہیں نت رنج و بلا

(سہے)

ہے جو کچھ رنج و بلا جگ میں جتا | انبیا پر اس سے اگلا تھا دوتا

(زیادہ)

جب نبیاں کو یہ بلا ہووے نصیب | پاونگا راحت کہاں تے میں غریب

بس نہ میں عزت نہ میں خواری منگوں | خوب ہے جی درد سے دل کو رنگوں

جو کہ خاصوں پر کھڑا ہے درد و رنج — کاں ملے ہم عالم گاں کو یہ گنج

وہ جو تھے خاصے سو انکا حال یہ — میں بچارا آب لا سکتا ہوں کیوں

یوں کہا گر میں تجھے تو کیا نفا — نیں کھڑا اب لگ ترے سر پر جفا

گرچہ ہیگا تو بھی در بحر خطر — ہے ولے کف کے نمن پانی اُپر

پس اول ولیں ایس کے کر بچار — جا پڑا تو کب نکل سکتا ہے بچار

کان نہنگ قعر کا تجھ کو سمجھ — پائیگا تو راہ یہاں تک کیوں سمجھ

یک مکھی پھرتی تھی چارے کے بدل — کیں وہ دیکھی شہد کی کوٹھی نکھل

شوق نے مد کے کیا جب ولیں جوش — شاد شاداں وہ لگی کرنے خروش

جو مجھے لیجائے اس کوٹھی بھتر — میں اسے دیتی ہوں یک جو نقد زر

آرزو کے جھاڑ کو گر آئے بار — شہد کی کوٹھی مجھے بھیتر ہے ٹھار

از قضا پیدا ہوا کوئی ناگہاں — لے کے جو زر اسکو پہونچایا وہاں

جو مکھی خوش ہو کے گئی کوٹھی منجھار — بند ہو گئی شہد میں بس استوار

سست ہو گئی بند پھر پھڑنے منے — جیو لگا جانے کو ترپھڑنے منے

بس لگی کہنے کو یہ کیا قہر ہے — شہد میٹھا مجھ پہ جانی زہر ہے

گرچہ یک جو زر دے میں آئی ہوں یہاں — اب دو جو دوں جو مجھے لے جاوے وہاں

کوئی اس وادی منے آسودہ نیں ۔ کون ہے جو دکھ سے منے آلودہ نیں

تو سو غفلت میں پڑا ہے اے عزیز ۔ کاں ہے اس وادی کی ہے تجھ کو تمیز

عمر بیجا حاصل کیا ہے صرف سب ۔ کیا آتا حاصل کریگا تو سو اب

اٹھ کھڑا ہو کاٹ اس وادی کی باٹ ۔ جیوں پہ وا چھوڑ دے اور دل کی آٹ

جب تلک ہے جی کہ بھٹ جانے منے ۔ کھٹ رہا ہے تیر کس کے جانے منے

حکایت عاشق شدن خرقہ پوشی بر دختر سگبانا

تھا نمونہ کہیں شیخ خرقہ پوش ۔ دختر سگباں پہ کھویا عقل و ہوش

ہو گیا وہ اب عشق میں سے زبوں ۔ جو چلا دل سے اُبل کر موج خوں

بیٹھنے روزانہ ذات دمعہ اُمنگ ۔ سو رہے شب کو کتوں کے جا کے سنگ

ماں کو اس دختر کی ہوئی جب یہ خبر ۔ بس کہی آکر کہ تو اک کام کر

تب کہتے میرے تن کر ایک سال ۔ مذہب گبری و سگبانی سنبھال

گر تو عاشق ہے تو کر یہ کام نقد ۔ بس تجھے میں دیوں بیٹی کر کے عقد

شیخ تجھے جوں عشق پر ثابت قدم ۔ بس کہے اسکا نہیں ہے مجھ کو غم

وے چلے ڈوری کتوں کی لیکے ہات ۔ خوش لگے کرنے کو خدمت رات

تا ملا بازار میں کوئی دوستدار ۔ بس کہا اُن کیا کیا تو اختیار

زہد مرداں کے نمن کر نیش سال — کیوں ہوا سگبان گبر آید فعال

پس کہا عاشق نہ کر قصہ دراز — گر سمجھتا نیں تو اس پچ دے کے راز

حکمت تقدیر سے چارہ نہیں — جو ازل سے ہے سو ہوتا وہیں

کس کو ہے معلوم یہ علم قدیم — عاقبت کیا ہوئیگا سوائے ندیم

گر خدا چاہے تو میرے ہاتھ تے — یہ کتے دیوے چھڑا اسبات سے

کیا کہوں دل کا تجھے میں درد آہ — خوب ہو لیکن ہوا نیں مرد راہ

راز داں اسرار کا جو ہوئے سو — بات کو میری سمجھ میں لائے او

گر کہوں میں راہ کا دکھ آہ واہ — سو رہیں گے چپ تمیں گم کر کے راہ

حکایت مردے کہ از پیر خود ارشاد طلب نمود

پیر کو بولا ایس کے کوئی مرید — کچھ مجھے بولو کہا جاے پلید

موں کو اپنے خوب دھو کر آ اول — تب کہونگا تجھ سوں یک نکتہ محل

مشک کی بو پائیگا کب گندہ مغز — مست مجنوں کب سنیگا نکتہ نغز

در بیان وادی پنجم در حقیقت توحید

آئی وادی بعد ازاں توحید کی — منزل تجرید و تفرید کی

ملکے سب اسی جنگل میں جائینگے — جمع ہو آخر کو یک ہو جائینگے

بہت ہوں اس تھار یا تھوڑے سنو | یک ہمیں ہیں تب رہینگے ایک ہو
جو کہیں اک ہو ویں یا ہووے یک کنے | فرق کرتے کس سے کس کو نہ بنے
نیں ہے یک ایسا جو وہ گنتی میں آئے | بلکہ ایسا ہے کہ دوجا کوئی نیائے
ایک ہے ایسا نہ از روئے عدد | نہ ازل معلوم اس کو نہ ابد
جب ازل کو اور ابد کو ئی نیائے | ہیچ ہیں دونوں سے کچھ بھی نہ آئے
جو ہمیں سب ہیچ ہیں اور ہیچ سب | ہیچ بن کوئی اصل ہیں کیا پائے کب

حکایت مرد دیوانہ کسے از احوال جہان پرسید

کس دیوانے سے کہا کوئی یوں عزیز | بول مجھ کو یہ جہاں کیا ہے سو چیز
پس کہا وہ یہ جہان نام و ننگ | یک ذرت موم ہے سو بھانت رنگ
جب گرگرا ڈالیں اسے یوں لیکے ہات | ہوئیگا سب موم ملکر ایک ذات
چونکہ یہ سب موم ہے ہے کچھ نہیں | جان لے کس رنگ کو وہاں رہنا نہیں
ہو گئے جب یک سبھی دوئی کچھ نہ رہے | یہاں نہ کوئی ہیں کہے نہ تو کہے

حکایت بو علی قلندر رحہ کہ پیرزن رقعہ نذر آوردہ بود

ایک بوڑھی بو علیؒ کے پڑ گلے | رقعۂ زر کر نذر بولی کہ لے
شیخ بولے کہ مجھے ہے عہد یوں | جو خدا دے اس سوا کچھ بھی نہ لوں

بعد ازاں بولی بوڑھی اے بوعلیؒ — نیں گئی تجھ سے ابھی تک احولی

مرد یہاں ہرگز نہ جانے کس کو غیر — ہے اگر کعبہ و گر ہے نقش دیر

اوسنے سوں اس کے ہور اس سے سیکے — ذات سے حق کی ہمیشہ وا ہے

وہ کبھی دیکھے نہ غیر از حق کسے — وہ نہ جانے غیر حسن مطلق کسے

وہ سوا اُس کے ساتھ اُس سے ایں ہم — اور جدا تینوں صفت سے ہے جسم

بحر میں وحدت کے جو کوئی گم نہیں — شکل ہے مردم کی پر مردم نہیں

عاقبت یک روز وہ خورشید غیب — منھ دکھاویگا ایس کا کھول جیب

جو ملا خورشید سے آپس کے سو — نیک و بد سے اپنے فارغ ہے سو او

جب تلک تو ہے تلک ہے نیک و بد — گم ہوا تو نیک و بد نہ پائے کد

لے رہا ہے تو جلک کے او وجود — نیک و بد ہوتا ہے سب تجھ کو نمود

کاش ہوتا تو عدم اول نمن — تا نہ ہوتا تجھ کو کچھ یہ ما و من

آ ابھی تو ہو صفات بد سے پاک — بعد ازاں کچھ پا نہ کچھ ہو پاک خاک

کیا سمجھ تجھ کو جو تن میں ہے اے فلاں — کیا نجاست کیا بلائیں ہیں نہاں

سانپ بچھو تن کے ہیں پردا اندر — سوئے ہیں خاموش ہو کر بیخبر

گر جگاویگا ٹک ان کو ٹک ہلا — تجھ پہ دوڑیں ہو کے ہر یک برملا

سانپ بچھو تن میں ہے کس کے ہیں وہیں　　خوب دیکھیگا تو کچھ دوزخ میں نہیں

سانپ بچھو تن کے کر سب دور یو　　بعد ازاں جا گور میں آسودہ شو

نیں تو یہ بچھو تجھے اور سانپ جم　　کاٹتے رہیں گے قیامت تک جنم

وحدیا بیہودہ کیا بکتا ہے بول　　شیخ کی توحید کا اسرار کھول

مرد سالک نے اس وادی میں جب　　نہ رہے آپس اپیں وہ سو تب

ہونے گم یہ جبکہ پیدا ہووے او　　ہوگیا گم جو کوئی پایا ہووے او

جز و کل ہو کر نہ جز نہ کل رہے　　جان و تن جا کر صفت صورت رہے

دیکھ اس مکتب کا یہ سر عجب　　صد ہزاراں عقل ہیں یاں خشک لب

یہاں نگاہ عقل کو کچھ نیں دھندا　　ہو کے مانگے بیٹھ سے بہرا اندھا

جس کو یہ ٹک گر جھلک اپنا دکھائے　　وہ دو عالم سے الس کا منہ پھرائے

سب خودی اپنی گنوا خود ہو رہے　　بندہ سے اپنی جل کے بانسہ ہو رہے

نیست ہو کر ہست کا لیتا ہے نشان　　نیں بھی آتے ہے بھی یہ مطلق پہچان

حکایت حضرت لقمان کہ دعا از جناب کبریا کردہ بود

حبشی لقماں کہے ہیں یا آلہ　　میں بندہ بوڑھا ہوں اور بسر یا ہوں راہ

پس رکھیں بوڑھے بندے کو شاد کام　　کر کے آزاد اس کو نہ فرمائیں کام

میں عبادت میں کیا ہوں سر سفید ۔۔۔ مجھ کو بھی آزادگی کی ہے امید

پس کہا ہاتف کہ سن اے بندہ خاص ۔۔۔ بندگی سے جو منگے ہوے خلاص

عقل اسکی ہووے کم تکلیف جائے ۔۔۔ چھوڑ کر دونوں کو اس درگہ میں آئے

شیخ نے بولے کہ میں منگتا ہوں تجھ ۔۔۔ عقل اور تکلیف میں درکار مجھ

پس یکایک ہو گئے دیوانہ شیخ ۔۔۔ عقل اور تکلیف سے بیگانہ شیخ

پس کہے کوئی یہ گرہ کھو تو تمیں ۔۔۔ بندہ میں تو کیا ہوں میں تو تمیں

یہاں نہ بندگی اور آزادی رہی ۔۔۔ دل منے کچھ غم نہ کچھ شادی رہی

پُر صفت ہوں اور نہیں میں بے صفت ۔۔۔ مرد عارف ہوں و لے بے معرفت

نیں سمجھتا میں ہوں میں یا تو اہے ۔۔۔ ہو گیا جب محو میں تو نہ ہے

حکایت عاشق و معشوق گوید

کیں ہوا معشوق کس کا غرق آب ۔۔۔ عاشق اسکا بھی پڑا جا کر شتاب

ڈوبنے دونوں لگے پانی میں جوں ۔۔۔ تب کہا معشوق نے عاشق سے یوں

میں تو یہاں آ کر پڑا تھا ناگہاں ۔۔۔ آپسے آ کر پڑا تو کیوں یہاں

پس کہا میں یوں پڑا ہوں آن کر ۔۔۔ آپسے تجھ کوں جدا نہ جان کر

کئی مدت سے میں تجھ بِن تھا نِسنگات ۔۔۔ ہو رہا ہوں ایک نہیں میں تو کی بات

حکایت سلطان محمود و گفتگوے ایاز

غزنوی محمود سلطان نامدار ۔۔۔ دیکھنے لشکر کو نکلا ایک بار

جمع کر لشکر حشم سب یک شمار ۔۔۔ یک بلندی پر ہوا میں سوار

خاص تھے خدمت منے دو اہل راز ۔۔۔ یک حسن پر دھان لی ور دوجا ایاز

شاہ اپنا دیکھ کر لشکر حشم ۔۔۔ دل دیا دل گھوڑے اتھے سب یکدم

شاہ واں خاطر ہو بولا اے ایاز ۔۔۔ تو سو ہے محبوب میرا دل نواز

سب جتنا یہ ملک اور لشکر سپاہ ۔۔۔ سب یہ تیرا تو سو میرا بادشاہ

گرچہ یہ بولا شہ عالی گہر ۔۔۔ چپ رہا سنکر ایاز نامور

پس حسن بولا نہ رہ سک بالضرر ۔۔۔ اے ایاز بے ادب آشنا غرور

شاہ نے تجھ کو نواز اتھا یوں ۔۔۔ تو ادب اسکا بجا لایا نہ کیوں

پس ایاز اس کو دیا حالی شتاب ۔۔۔ سن حسن اس بات کے میں دو جواب

ایک تو یوں ہے زمیں کو چوم کر ۔۔۔ عجز کیتا یا پڑا میں خاک پر

پس مقابل شاہ کے انعام پر ۔۔۔ میں ہوا گویا برابر سر بسر

کون ہوں میں تا برابر کر سکوں ۔۔۔ خود نمائی کا سخن میں کیوں کروں

تو غلام اسکا ہوں اور یہ فضل بھی ۔۔۔ حکم حکم اس کا ہے میں کچھ نہیں کبھی

یہ سخن سن کر حسن بولا بہ یاس — آفریں ہے اے ایاز حق شناس

کیوں نہ ہو روزی تجھے انعام شاہ — کیوں نہ ہووے ہمدم پیغام شاہ

یہ سخن جو تو کہا سو ہے صواب — بول دیگر بھی ابھی جو ہے جواب

بعد ازاں بولا ایاز ہوشیار — راز پنہاں کیوں کروں میں آشکار

شاہ سے خلوت اگر ہوتی تجھے — بات کی لذت دگر ہوتی تجھے

تو سو حال راز کا محرم نہیں — کیا کہوں تجھ سے جو تو ہمدم نہیں

پس حسن کو شاہ فرمایا خطاب — حاضر ہی لے فوج کی جا کر شتاب

جو ہوا خلوت کہا شہ اے ایاز — اس جواب خاص کا کر کشف راز

بعد ازاں بولا ایاز نامور — شاہ جب کرتا ہے میرے پر نظر

روشنی سے اس نظر کی بے سخن — محو ہو جاتا ہے میرا تن بدن

شاہ کے پرتو سے میرا یہ وجود — گم ہو جاتا ہے کروں میں کیوں سجود

تو کیا جو یک نوازش با ہزار — وہ نوازش جان تو آپس کی شمار

ہیں سو کیا کچھ تابندگی کر دکھاؤں — تو ہے جوں خورشید روشن میں ہوں حباب

چھاؤں جوں خورشید میں گم ہو کے جائے — چھاؤں کا نام و نشاں پھر کر نہ پائے

جب بندہ ہووے فنا تب حق بچے — باطل اٹھ جاوے تو حق مطلق شاہ ہے

گفتار وادی ششم در حیرت

بعد ازاں حیرت کی وادی پیش آئے ۔۔۔ مرد یہاں حیرت سے اپنی سُدھ گنوائے

ہر نفس اسکو اچھے یکتا تڈے کی دھار (تلوار) ۔۔۔ پھوڑ چھاتی روئے تلمل زار زار (بے چین)

آہ و درد و سوز سے نت تلملے ۔۔۔ درد و غم سے شب ٹلے نہ دن ٹلے

ہوئے ہر اک مو اسکے نیشتر ۔۔۔ خون دل آئے ابل کر ہر نیشتر

مرد حیراں کب وہ منزل پائے ۔۔۔ معرفت کی راہ حیرت سے گنوائے

جب سے توحید دل پر آئے سو ۔۔۔ پل میں گم ہو پل میں گم ہوجائے سو

گر اسے پوچھیں کہ تو بھی ہے کہ نیں ۔۔۔ او کہے کچھ میں سمجھتا ہوں سو میں

مرد عاشق ہوں و لے کس کو کہوں ۔۔۔ نہ مسلماں ہوں نہ کافر ہوں اچھوں

عشق سوں مستی کی مجھے کچھ نیں خبر ۔۔۔ ہے ولیکن عشق کا دل میں اثر

حکایت دختر بادشاہے کہ غلام عاشق شد

تھا کہیں کوئی بادشاہ نامدار ۔۔۔ اسکی دختر ایک تھی چنچل نگار

طرۂ شب رنگ اس کا دام دل ۔۔۔ رخ نورانی آفتاب بام دل

حسن میں تھی بسکہ وہ رشک پری ۔۔۔ ڈھونڈھتی پریوں پہ تھی وہ سروری

وتر لب نوشیں دہن شیریں سخن ۔۔۔ بے تکلف خضر کا چشمہ ذقن

غمزہ جادوگر تبسم دلفریب
خوش نگاہی دشمن صبر و شکیب

ہوشیاراں دیکھ اُس کے تین مست
ہوئیں پل میں بیخود و بے پا و دست

دلبر نازک ادا شیریں مقال
جلوہ گر سر تا قدم اُس کا جمال

از قضا اُس شاہ کا بھی یک غلام
حسن میں تھا غیرت ماہ تمام

یوسف ثانی کہا جاوے جسے
جگ میں جوڑا کوئی اسکا نہ دسے

جس گلی بازار میں چلجاوے او
نار و نر حیرت سے جاوے ٹک ہو

ناگہاں دیکھی اُسے چنچل کہیں
عقل و ہوش اپنا گنوائی سب وہیں

جوش کھا کر پڑی یکبارگی
تن منے جیو نے کیا آوارگی

عشق کے آنے سے گئی سب عقل ناٹ (بھاگ گئی)
سدھ نکل جا ہوئی صبوری بارا باٹ

جب نپٹ ہوئی دلمیں وہ زن بیقرار
تب سہیلیوں سے لگی کرنے بچار

از قضا اُس کی سہیلاں تھیں جو واں
شکل و فن میں یک ایکس تے سیں (اتی)

خوش گلو گانے منے ہر یک پری
ناچنے میں طاق ہر یک چھند بھری

گیان میں اور گُن میں ہر یک سحرکار
چاند کو آسمان سے لاویں اُتار

بعدازاں وہ شاہزادی ان سنگات
راز دل ظاہر کری اور جیو کی بات

جیو مرے پر عشق نے لایا ہے زور
ہوئی میں یک ماہ سے مکھ کی چکور

عشق نے اس کے کیا ہے مجھ کو زیر — رنج و حسرت نے لیا ہے مجھ کو گھیر
وہ سو ہے باپ کا بیٹا غلام — کیوں کروں میں پختہ یو سودائے خام
گرا سے میں پھسلاؤں اپنے سنگ (بہلاؤں) — نہ رہے ہرگز مرا ناموس و ننگ
صبر کرنے کی بھی نئیں طاقت مجھے — درد سہنے کی کہاں ہمت مجھے
نہ کسے میں راز دل کا کہہ سکوں — نہ بغیر از یار کے میں رہ سکوں
کون ہے جو اس کو مجھ سے لا ملائے — اور اُسے یہ ہی حقیقت کہہ سنائے
بس لگیں کہنے کو وہ سب حور زاد — جمع رکھ خاطر کو اور کر دل کو شاد
ہم اُسے اس رات لاویں اس وقت — جو نہ سمجھے راز اس کو کس وضع
بعد ازاں اٹھ کر سو یک رنگی چلی — اُس غلام خوش لقا سے جا ملی
ناز سے جام وہ اس کی کر طلب — بزم کو خلوت کے کیتی پر طرب
بعد ازاں دارو بیہوشی ملا — اس کو وہ سہ جام بھر دیتی پلا
ہو گیا جب مست و بیخود وہ غلام — یہ سندر دلمیں ہوئی بس شاد کام
بس وہ باقی کی بھی ناریاں آکے سب — لے چلیاں اُس کو پلنگ پر ڈال تب
لا رکھا اُس ناز پرور کے حضور — وہ بہت دلمیں ہوئی اپنے سرور
لے کے بیٹھی اُس کو اپنے تخت پر — اور نثار اس پر کئے دُر و گہر

جو گئی یک پاس جالی وہ رین | اس غلام مست نے کھولا نین
دیکھتا کیا ہے کہ ہے زر کا محل | تخت پر بیٹھی ہے زر کی یک چنچل
ہر طرف جلتی ہے شمع عنبریں | کامنیاں گاتی ہیں آکے نازنیں
فرش عالی ہے مصفا جا بجا | قصر و ایواں جوں بہشت دلکشا
نازنیاں مثل حوراں پر طرب | لے کھڑیاں ہیں جام شیشے باادب
اور اپیں وہ شاہزادی کامگار | مست ہو کر دیکھتی ہے روئے یار
عشق کی مے سے نین سرشار ہیں | نرگس شاداب گوہر بار ہیں
ہو گئی ہے عقل گم بیہوش جاں | نیں سمجھتی یہ جہاں نہ وہ جہاں
دل میں حسرت شوق کا سینہ میں جوش | جیب سے خاموش لب سے بادہ نوش
بوئے سے عنبر کے ہے تر مغز سر | لذت مے سے جگر ہے باخبر
لگ رہی ہے چک رخ باناز سے | کان ہو سیتار کی آواز سے
جو کہ دیکھا کھول کر چک وہ غلام | اس پری پیکر نے دیتی بھر کے جام
دیکھنے دین کو جواں حیراں ہوا | فکر و اندیشہ میں سرگرداں ہوا
خواب و بیداری کیا نیں فہم کچھ | بیخودی میں باخودی کا وہم کچھ
راز کا بھی کچھ سررشتہ نہ سمجھ | دیکھکر صورت پڑا ابند میں الجھ

بعد ازاں وہ نازپرور خود پرست — یار کے دیدار سے ہو جا کے مست

قند سے لب سے شکر لینے لگی — بوسہ بادام تر سے لینے لگی

شوق کے لب جوش سیں چومے نین — ہاتھ میں لے بوسہ دیوے کبر فقن

چاند سے چہرے اُپر قربان جائے — کب پریشان ہو سیہ زلفاں سنجھالے

ناگہانی صبح کا آیا پیام — سو گیا آخر کو مستی سے غلام

بعد ازاں وہ نازنیناں چھند بھریاں — لے گیاں تیاں اسکو جاسے لا دھریاں

آشکارا جب ہوا غوغائے روز — یہ غلام انکھیاں کھولے لگ ہنوز

دل منے آ کر بسی وہ نس کی نار — بہہ چلے چشموں سے آنسو بیشمار

حال سے تب کے پڑا حیرت منے — خون دل کھانے لگا حسرت منے

چار ٹکڑ کر کپڑے کیا سب تن کے چاک — ڈال کر سر پر اپس کے گرد خاک

پوچھنے کو آئے لوگاں حال جوں — پس کہا میں کیا کہوں لوگاں سو کیوں

شب کو یہ سے بر میں تھا ایک آفتاب — نہ کہا جاے اسکو بیداری نہ خواب

خواب گر بولوں تو میں تھا جاگتا — جاگتا بولوں تو سپنا ہے آتا

میں جو کچھ دیکھا ہوں آپس کی نظر — خواب میں بھی کون دیکھیگا بشر

حال گذرا ہے جو مجھ پر آج رات — کیا کہوں کہنے میں نا آتی ہے بات

پس کہے لوگاں اسے اے مرد نیک — بول آخر بات کچھ باتاں سوں ایک

پس لگا کہنے کہ نیں مجھ کو خبر — میں نہ ایسا کوئی دیکھا ہوں بشر

تب کہے دیکھا ہوئیگا خواب توں — جس سے ہے دیوانگی تجھ کو اجھوں

ابھی تک

یوں وہ بولا ہے مجھے معلوم نیں — خواب و بیداری ذرا مفہوم نیں

میں نہ جانوں مست یا ہوشیار تھا — خواب میں تھا یا کہ میں بیدار تھا

نہ مجھے یہ بات جاتی ہے بسر — نہ نظر آتا ہے اسکا کیں اثر

کیا کہوں کیسی تھی وہ صاحب جمال — نیں کہیں دنیا میں کوئی اسکا مثال

یہ سورج اسکے آگے یک ذرہ ہے — ذرہ کب سورج طرف لیجاوے پے

نیں کہا جاتا ہے اسکا کچھ نشاں — گرچہ میں دیکھا ہوں انکھیوں سے عیاں

ہور رہا ہوں جان کر انجان میں — نت ہوں اس حیرت منے حیران میں

حکایت دخترے کہ مادرش بر تربت او میگریست

گور پر دختر کے کوئی روتی تھی ماں — زاہد و کوئی شخص نکلا آکے واں

پس کہا مردوں کی بہتر ہے یہ نار — جو ہے پنہاں راز اُس پر آشکار

جانتی ہے تو پڑی ہے کس سے دور — کس خاطر اس وضع ہے ناصبور

خوش ہے اسکا حال جو سمجھا ہے سو — کس پہ تو روتی ہے زار و زار ہو

وائے میرے پر نہیں بندہ کو سمجھ　　زار گریاں کس پہ ہوں نت اٹھ سبھ

یہ نہیں مجھ کو جو حیرت میں ہوں　　دکھ منے گل جانپٹ حسرت میں ہوں

ہو گیا ہے دل گم اس منزل بھتر　　بلکہ منزل بھی نہیں آتی نظر

نہ تو اس گھر کا مجھے کیں دار پایا　　نہ سر رشتہ عقل کا کچھ ہاتھ آئے

جانے جو کوئی وہاں ملک سر گم کرے　　چار دیواری کھڑا در گم کرے

تب یک آدھا شخص وہاں تک بار پائے　　ایک پل میں سب سے اسرار پائے

حکایت صوفی کہ بر راہ میرفت

کوئی صوفی راہ سے جاتا اتھا　　کیں سوں یوں آواز اُسے آتا اتھا

کس نے کیلی گھر کی میری پائی ہے　　دیو مجھ کو نیں تو مشکل آئی ہے

جو پڑا ہوں میں اس کے گھر سے بھار　　اس کے غم سے ہے مرا دل خار خار

یس کہا صوفی کہ در بند ہے اگر　　جمع رکھ خاطر نہیں کچھ گھر کو ڈر

نیں تو دروازہ پکڑ کر بیٹھ رہ　　قفل کی بھی کوئی کھولے گا گرہ

ہے و لیکن مجھ کو مشکل سخت تر　　نیں مجھے کیلی سیڑتی ہے نہ در

آپڑا ہوں وادی حیرت منے　　ہر نفس گذرے مجھے حسرت منے

حیرت و حسرت کے کب تک دن بھروں　　گم کیا ہوں سو کہاں ڈھونڈتا پھروں

ایک ذرہ گر تو حیرت میں پڑے ۔۔۔ دمبدم ہر لحظہ حسرت میں پڑے

حکایت مریدے کہ پیر خود را در خواب دیدہ بود

پیر کو کوئی خواب میں دیکھا مرید ۔۔۔ پس لگا کرنے کہ یو گفت و شنید

میں تو تیرے غم سے اے شمع جہاں ۔۔۔ رات دن جلتا ہوں نت اس میں نہاں

حال تیرا کس طرح ہے ہاں سو بول ۔۔۔ گوہر معنی زبان سے اپنی رول

پس کہا اس پیر نے حیرت سنگات ۔۔۔ کاٹتا ہوں میں یہاں حسرت سے رات

بس کہ ہے اس ٹھار مجھ کو قید و بند ۔۔۔ تم سے حیراں ہوں زیادہ چار چند

اس جہاں کی مجھ کو حیرت ہے ایک ۔۔۔ ایک ڈونگے ہے تمھیں سمجھو سو نیک

وادی ہفتم فقر و فنا

بعد ازاں ہے وادی فقر و فنا ۔۔۔ یہاں سو گونگے او بہرے ہو رہنا

کیا ہے یہ وادی فراموشی محض ۔۔۔ بیخودی مستی و بیہوشی ہے محض

سور روشن جگ میں ہو جب نمود ۔۔۔ چھاؤں کا ہرگز نہ ہوئے کیں وجود

جب سمندر کی بلوری موج جوش کھائے ۔۔۔ نقش کچھ ہرگز سمندر پر نہ پائے

کیا ہے یہ دنیا سراسر نقش آب ۔۔۔ ہوئیگا یہ نقش یک پل میں خراب

اس سمندر میں جو کوئی گم ہو کے جائے ۔۔۔ اس کو آسایش سو گم ہونے میں پائے

دل کو اس دریائے آسائش بہتر ۔۔۔ نیں ہے گم ہونے بجز چارہ دگر

آئے جو گم ہو بیچ آسائش کے بحار ۔۔۔ جان اس کو صنع حق کا رازدار

یعنی سالک وہ جو ہے مردانہ د ۔۔۔ سیر کرنے جب لگے میدان ورد

ہووے گم اول قدم ہو تے منے ۔۔۔ پس قدم دوسرے کو جا کر کیوں گنے

جب قدم پہلے منے گم ہووے تب ۔۔۔ پھر کے آوے وو تو دستا ہے عجب

لیکن آتا ہے کہاں گم گشتہ وہ ۔۔۔ ہوئی جدا کیوں بند ملا دریا میں جو

جس کو اس عالم سے ہے ایک ہوا اثر ۔۔۔ اس کو اس عالم میں ہیں یک مو خبر

حکایت پروانہا

جمع آئے ایک دن سارے پتنگ ۔۔۔ شمع کے طالب ہوئے سب ایک رنگ

پس لگے کہنے یہاں سے کوئی جاوے ۔۔۔ ہے کہاں شمع خبر جلدی سے لاوے

بعد ازاں جا کر پتنگ یک دو رسے ۔۔۔ دیکھ آیا نور کو کیں شمع کے

جس طرح حاصل کیا تھا معرفت ۔۔۔ شمع کی کرنے لگا سب سے صفت

بعد ازاں دوسرا پتنگ وہاں سے چلا ۔۔۔ جا پڑا سو شمع پر کچھ کچھ جلا

وہ سیانا اس کو بھی بولا وہیں ۔۔۔ کچھ خبر تحقیق اس کو بھی نہیں

تیسرا بھی اٹھ کے جوش دوڑ گیا ۔۔۔ شمع پر جلکر انگارا ہو رہیا

دیکھ کر اُس کو بیانا دور سوں — شمع کے ہم رنگ اُس مکھ نور سوں
پس کہا اس کو خبر ہے شمع کی — جو اگن باہر اندر ہے شمع کی
کیا سمجھتا ہے وہ مرد بے خبر — ہے جیسے اک ذرہ ہستی کی خبر
ہووے جب یوں بیخبر اور بے اثر — اس کو سمجھو سب سے اگلا باخبر
جسم و جاں سے بیخبر جب لگ نہ آے — وہ خبر جاناں کی بولو کیونکہ پاے
ہے تجھے یک بال بھر اپنی خبر — جیو میں تیرے آئیں ہے دم سو خطر
دم گذرتا ہے سو نہیں محرم یہاں — دوسرے کو تم کہو جاگا کہاں

حکایت صوفی کہ بر راہ میرفت

کوئی صوفی راہ سے جاتا اتھا — پیچھے سے کوئی رند بھی آتا اتھا
ناگہاں اس رند نے صوفی کے تیں — کھینچ کر مارا اُنگلی گردن پہ دیں
اُس مکی کا سوں کر کا صوفی نے دکھ — رند سے بولا اپس کا موڑ مکھ
اے فلاں جس کو تو مارا ہے اتال — ہو گئے ہیں اس کو مر کر تیس سال
رند بولا ہے مجھے آتا عجب — کیا جو بات یوں کرتا ہے کب
تجھ کو یہ دم ہے جلک بید م نہیں — بال بھر تو ہے تلک محرم نہیں
بال بھر گر ہے اضافت درمیاں — ہے تجھے سو سو مسافت درمیاں

خواہش اس منزل کی ہے تجھ کو اگر رکھ نکو اپنیس کی ہستی بال بھر

پاس تیرے ہے جو کچھ وہ سب جلا سر پہ کی دستار تا تنبان پا
پا جامہ

مت اندیشہ کر کفن کا کچھ کبھی جا اگن میں پڑستی ہو کر ابھی

خاک ہو کر جائے تیرا رخت جب ذرہ خود بینی تری گم ہوئے تب

جو کہ پردہ ہے تجھے تیرا وجود وہاں کہاں اس مال و دولت کا نمود

ہے جو کچھ نزدیک تیرے دور کر خلوت دل کو اپسکے نور کر

ہوئیگی جب دل کو تیرے بیخودی جائیگی گم ہو کے سب نیکی بدی

جب گئی نیکی بدی عاشق ہے تو بس تمامے عشق کے لایق ہے تو

حکایت بادشاہے کہ پسرش خوبصورت بود

بادشاہ کوئی تھا بڑا نامور اُس کو بیٹا ایک تھا رشک قمر

پاک سیرت خوش لقا یوسف مثال مکھ پونم کا چاندا ور ابرو ہلال

کوئی نہ تھا خوبی منے کو اُس کے جوڑ چاند کو تولیں تو اس میں بھی ہے کھوڑ
خرابی

رخ نورانی غیرت ماہ تمام جگ کے خوباں سب دکھیں اسکے غلام
دیکھیں

کر سکے کوئی کس وضع اسکی صفت جس صفت کو وہاں نہ تھی کچھ معرفت

رات کو آتا اگر پردے سے بہار آفتاب تازہ ہوتا آشکار
باہر

چھوڑ دیتا مکھ پہ جب زلف سیاہ　　چھپ کے جاتا رات کے پردے میں ماہ

جس طرف کرتا نگاہ نرگس نمن　　اس طرف نرگس کے کھلتے صد چمن

ہنسکے مکھ سے پھول جب کرتا نثار　　باغ کھلتے صد ہزاراں بے بہار

کیں نہ دستا تھا دہن کا کچھ نشان　　جو عدم ہے سو نشاں اسکا کہاں

فتنۂ جانِ و جہاں تھا وہ جواں　　الاماں فتنے سے اسکے الاماں

جب نکلتا باہر کہیں ہوکر سوار　　ساتھ چلتے ہر طرف شمشیر دار

کوئی اگر اس کی طرف کرتا نگاہ　　کاٹ لیتے سر کو اس کے بے گناہ

ناگہانی از قضا درویش ایک　　نہ ایس کا کچھ برا سمجھا نہ نیک

یک بیک اُس کے اُپر شیدا ہوا　　سوز دل میں عشق کا پیدا ہوا

غوطہ دل کے خون میں کھانے لگا　　سرد آہیں دمبدم بھانے لگا

گرچہ دلمیں چھپت رہ سکتا تھا　　کس سے اپنا کچھ نہ کہہ سکتا تھا

جان و دل میں لے رہا جب عشق و غم　　دیکھنے ہر دم لگا رنج و الم

رات کو کوچہ پہ اسکے کرکے ٹھار　　دمبدم روتا تھا وہ نت زار زار

کوئی نہ تھا محرم اُسے جز درد و غم　　درد و غم نت کھینچتا تھا اور ستم

رہا باقی نہ کچھ مرنے منے　　دن گذرتے تھے سو دم بھرنے منے

اس محل سے جب کبھو شہزاد جاے　　نیمجاں درویش وہ پھر جیو پاے

ساتھ کے جو تھے نقیباں راہ بن　　کئی غریبوں کو دیے خونی کفن

غل پڑا یہ بھار مارا مار کا　　شور محشر کا اٹھا اک بار کا

سن کے وہ درویش بھی یہ غلغلا　　دور سے دیکھا نظر اپنی چلا

ہو گیا بیہوش شہزادے کو دیکھ　　طور نے مارا جو غش شہزادے کو دیکھ

گھبرا یا ہو کھایا پچھاڑی نعرہ مار　　اڑ گیا دل سے وہیں صبر و قرار

بڑھ چلے انکھیوں سے ہو کر اشک جوں　　ہو گیا بیہوش یک پل میں یوں

رنگ اڑ جا کر پڑا یوں جو بھنگ　　رہ گیا جیو آ کے ہونٹھوں میں اٹک

کوئی رقیب اس راز سے آگاہ ہو　　شاہ سے چغلی لگایا جا کے او

جو ترے نور بصر پر یک گدا　　عاشق جانی ہے اور جیو سے فدا

شاہ غیرت سے ہوا بیہوش میں　　دل منے غصے سے لایا جوش میں

پس کہا لیجاو اسے سولی دلاو　　رحم اس کے حال پر ہرگز نہ لاو

سنکے دوڑے یہ نقیباں او وزیر　　لے چلے حالی گدا کو کر اسیر

لیکے آئے جب اسے سولی کنار　　حیف کھمار دیا جگت سب زار زار

نہ تھا واں کوئی شفاعت خواہ تھا　　نہ کوئی اس درد سے آگاہ تھا

جب اُسے سولی پہ وہ دینے لگے | تب گدا نے وہاں کے لوگاں کے انگے
عجز وزاری سے لگا کہنے کو یوں | بیگنہ تم مارتے ہو مجھ کو کیوں
دیو مجھے فرصت تو بارے اس قدر | جو کروں میں سجدہ حق کو یاد کر
بعد ازاں فرصت دیا اس کو وزیر | تا کرے سجدہ خدا کو وہ فقیر
پس گدا سجدے میں بولا اے الٰہ | مارتا ہے شاہ مجھ کو بے گناہ
جب تلک اس تن کو ہے جیو کا وصال | شاہزادے کا مجھے دکھلا جمال
تا دیکھوں دیدار اس کا ایک بار | شوق سے جیو کو ڈالوں اس پہ وار
آئیگا وہ جس گھڑی میری نظر | ہوئیگا جیو مجھ کو دینا سہل تر
یا الٰہی کر اجابت یہ دعا | یو پہنچ ہے آخر کو میرا مدعا
میں سو تیرا ہوں بندہ باصدق وسوز | گرچہ عاشق ہوں نہیں کافر ہنوز
جوں دو عالم کا ہے تو حاجت روا | یوں ابھی کر تو مری حاجت روا
جا نشانے پر لگا در حال تیر | جو دعا یوں عجز سے مانگا فقیر
ناگہاں اس راز کا آواز کیں | کان میں آیا وزیر شہ کے وہیں
وہ مناجات و دعا درویش کی | دردمندی زاری اس درویش کی
عرض کیتا شاہ سوں سب سر بسر | شہ کا دل بھی ہوا زیر و زبر

پس کہا اب شاہزادے کو بلاؤ — جاکے اس درویش سے جلدی ملاؤ

تا کرے دلداری اس درویش کی — نوش لب ہے فکر اس کے نیش کی

جو لگا ہے اس کو تیرا نیشتر — لطف کا رکھ اس پہ مرہم بیشتر

بس ترا دیکھا اُنے ہے بہت قہر — دے اُسے شربت کہ موا اس کا ہے زہر

دلبری سے لے اُسے یہیں سے اُٹھا — آئیگا تو اس کو اپنے ساتھ لا

بعد ازاں شہزادہ یہ سنکر خبر — صدق سے لایا بجا حکم پدر

دلبری سے جاکے اُس درویش پاس — دیکھتا کیا تو پڑا ہے وہ نراس

لوٹتا ہے خاک پر سولی تلے بہار — عالم اک روتا ہے اس پر زار زار

اشک خوں سے اس کے ہوئی ہے خاک تر — اُسے کچھ تن کی سدھ ہے نہ خبر

دیکھ شہزادے نے اسکا حال جوں — بھر لیئے آنکھوں میں اپنے نیر کوں

نیر چھپانے کو لگا ہر چند انجھو — نیں ہوئے نینوں سے ہرگز بند انجھو

جوں نکھا دل کے لہو سے بہہ چلے — قطرہ قطرہ لعل و گوہر ہو ڈھلے

عشق میں جو شخص یوں صادق ہووے — کیوں نہ معشوق اس اُپر عاشق ہووے

عاقبت وہ شاہزادہ لطف سے — پاس جا بیٹھا وہ پھر درویش کے

جب کیا درویش نے بالا نظر — شاہزادے کو دیکھا وہ نین بھر

پس کہا اے شاہزادے نامدار — مار سکتا ہے اگر تو مجھ کو مار

فوج و لشکر کیا تجھے درکار تھا — مجھ کو بس آنا ترا دیدار تھا

بول کر یہ بات اک نعرہ کیا — جان شیریں یار شیریں کو دیا

یک نظر سے دیکھ دلبر کا جمال — ہو گیا یک پل میں پانی کی مثال

بوند تھا سو جا ملا سمدور سے — ہو گیا نابود ذرہ سور سے

پائیگا تو کہاں سے اے سالک خبر — جب تلک دل میں ہوا زیر و زبر

جو ترا لذت سے نت آلودہ ہے — خواب اور غفلت منے آسودہ ہے

چھوڑ دے غفلت کو بیش اندیش ہو — خویش سے بے خویش ہو کر بیش ہو

ہوئیگی جس وقت بے خویشی تجھے — پائیگی اس وقت درویشی تجھے

دل منے ہمت پکڑ مردانہ ہو — دے جلا کر عقل کو دیوانہ ہو

نیں تو بارے آ تماشا دیکھ جا — ہو گئے ہیں کس و ضیا مرداں فنا

حکایت شنیدن مرغان تمام بیان وادیہا

جب سنیں پنکھیوں نے یہ باتیں تمام — ہفت وادی کا بیان منزل مقام

ہوش سب کا یک بیک جاتا رہا — جو آتا دکھ کس سے جاویگا سہا

ہو گئے سب یک طرف سے بیقرار — مر گئے کتنے اسی منزل میں ٹھار

بیٹھ رہے بعضے و بعضے اٹھ چلے | کوئی جب مارگ میں بھی ہیبت سے گلے
کوئی ہمت سے لے دھے پیش راہ | رنج و راحت پر کیے نیں وہ نگاہ
الغرض یوں کئی برس لگ پے بہ پے | صرف کرکر عمر کیستی راہ طے
رنج و سختی راہ میں دیکھے جو وہ | جانتا ہے کیا نہیں دیکھا سو وہ
رہ گیا کوئی راہ میں ڈونگر پکڑ | کوئی سو بارے ٹھنڈ میں بیٹھا اکڑ
کوئی گرمی کی نہ لا کر دل میں تاب | دھوپ میں جل بل کے ہو کر جیوں کباب
کوئی رستہ چھوڑ کر ہو کھپ پرا | بارو بحری کے پڑا یہ جنگل میں جا
کوئی پانی باج بن میں خشک لب | مر گیا رکھ دل میں پانی کی طلب
کوئی بھوک سے مر گیا کھانے بنا | کوئی دکھی ہو کر ہوا جیو سے فنا
کوئی رستہ میں تماشا دیکھ کچھ | رہ گیا سنگیتاں کی سنگ سوں جوں کہ بچ
عاقبت لاکھوں سے کوئی یک جانور | شاہ کی درگاہ تک پہونچیا مگر
تیس پنکھی دل شکستہ ناتواں | بے پرو بے بال سست و نیم جاں
آئے جو سیمرغ کی درگاہ لگ | ہوش و طاقت سے جدا ہو کر الگ
دیکھ کر سیمرغ کی درگہ بلند | ہو گئے حیرت سے ہر اک پائے بند
برق استغنا کڑکتی یوں تھی واں | جو پڑے تو جل کے جاوے یک جہاں

کئی ہزاران خلق صاحب اعتبار　　ہیں بکھڑے دیدار کا رکھ انتظار
کئی ہزاران چاند تارے آفتاب　　منتظر ہیں وہاں نیں کس کا حساب
کل یہ سب ذرہ نمن حیران ہیں　　سب ہوا میرا اُنکی سرگردان ہیں
یہ پنکھیر و دیکھکر و اں کا اصول　　سب یکنہ رہو گئے دلمیں ملول
پس لگے کہنے کہ ایسے لوگ یہاں　　ہیں پریشان تو ہمیں جاگہہ کہاں
ہے جہاں ذرہ برابر آفتاب　　کیا ہمن سے واں نمیہاں کا حساب
او ہمیں سمجھے تھے جو کچھ سو غلط　　سب ہماری محنتیں ہو ہو غلط
اے دریغا وہ ہمارے رنج را　　ہو گیا ناچیز سارا او تباہ
ہو گئے جب یہ پنکھیر سب نراس　　ٹوٹکر ان پر پڑا گویا اکاس
سب یکایک دلمیں بیدل ہو رہے　　جونکہ مرغ نیم بسمل ہو رہے
ناگہاں سیمرغ کی درگاہ سے　　ایک پیک آیا جلال و جاہ سے
دیکھکر ان میں پنکھیوں کو نزار　　بال و پر سے لنڈ منڈ بوڑی کہنار
پاؤں سے سر تک سبھی حیرت منے　　جان و دل سے رنج اور حسرت منے
بعد ازاں پوچھا کہ اے قوم غریب　　کیوں ہوئی تم کو یہ حیرانی نصیب
کانسے آئے ہو تمھیں اور ہو سو کون　　دُکھ منے گلتے ہو جوں نمک پانی میں یون

کہاں تمہارا ملک اور کہاں گاؤں ہے　　کیا تمہارا نام اور کہاں ٹھاؤں ہے

کیا سبب آئے ہیں اس درگاہ میں　　کیونکہ بھٹکے آئے ہیں وے راہ میں

پس دیا ان تیس پنکھیوں نے جواب　　دیکھنے آئے ہیں یہ عالی جناب

ہے ہمارا بادشاہ سیمرغ جوں　　دیکھنے اس کو ہمیں نہ آئے کیوں

جب ہیں ہیں بندے سبھی درگاہ کے　　خاک رو عاجز اسی کی راہ کے

لمبی بہت سے راہ طے کر شہ گنوائے　　صد ہزاراں ہیں یہاں تیس آئے

شاہ کے ملنے کی ہے دلیں امید　　تھک ہوئے ہیں انتظاری میں سعید

آئے ہیں یہاں لگ ولیکن ہم اگر　　کب ہمارے پر کریگا شہ نظر

پس کہا وہ پیک نے بیجا صلاں　　شہ کی استغنا سے بالکل غافلاں

یہاں تو مشکل ہے بڑی لوگوں کی یار　　پس تمن سے کہاں غریباں کا شمار

صد ہزاراں عالم اس درگا میں　　ایک چیونٹی کی نمن ہے راہ میں

کہاں تمہارے ہاتھ وہ شہ آئیگا　　کہاں تمہارے باج کم ہو جائیگا

یہ سخن سن پنکھیاں امیدوار　　ہو گئے سب دلیں اپنے بیقرار

پس لگے کہنے کہ گر ہمنا کو شاہ　　اس وضع دکھلائیگا خواری کی راہ

وہ نہیں خواری اگر ہم کو شرف　　سو شرف اسکے ہیں ہم کو ہر طرف

کیا کہا ہے خوب یہ مجنوں نے بات — گر کہیں مجھ آفریں سب کائنات

آفریں کس کی مجھے درکار نیں — شادماں لیلیٰ کی گالی سے ہوں میں

اسکی گالی آفریں سے خلق کے — مجھ کو شیریں تر ہے میوے سے لگے

یوں ہی ہم سب بیکھیاں کی ہے تمیز — اس کی خواری سب سے ہے ہم کو عزیز

آگ سے ڈرتا ہے کب دل میں تپنگ — جب سے ہے اس کی محبت شمع سنگ

گرچہ استغنا ہے ستہ کا بیشمار — ہیں ہمیں تو لطف سے امیدوار

جب کہا بیکھیوں نے یہ باصدق و سوز — ہو گیا اُن پر غضب تاریک روز

فضل ربانی ہوا فریاد رس — جو زمیں تھا سو ہوا سب سے سرس

صدر پر قربت کے سب بٹھائے — تخت عزت پر مکاں اعلیٰ ان نے پائے

بعد ازاں رقعہ دیئے لا یکے ساتھ — پس کہے اسکو پڑھو تم غور ساتھ

جو نکہ ان بیکھوں نے وہ رقعہ اٹھائے — شرم سے ہرگز نہ اپنا سر اٹھائے

یہاں جو کچھ فعل ان کئے تھے سو تمام — یکبیک رقعہ میں تھے والسلام

سخت انفعال سے تھا منفعل یو — جو چلے ہے نفس کی خواہش اپو

یوسف اپنے کو کوئیں میں ڈال کر

بیچ کر کھانے خدا سے کچھ نہ ڈر

حکایت حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسفؑ نبیہ حق پسند — جس پہ ہوتا تھا ستاریاں کا سپند

بیچ ڈالا اُسکو دس بھائیوں نے جب — لکھ لیا مالک نے اک خط اُن سے تب

از قضا یوسفؑ ہوئے جب بادشاہ — لے کے مالک سے رکھے رقعہ نگاہ

جب وہ بھائی مصر کنعاں سے آئے — قحط سے روٹی بدل پانی گنوائے

نیں پہچانے شاہ کو جو کون ہے — منہ پہ اس کے کس وضع کا نور ہے

پس کہا یوسفؑ نے اے یاراں اگر — خط عبری جانتے ہو بانچہ کر

ہے ہمارے پاس عبری ایک خط — گر تمہیں بانچینگے تو ہے نیک خط

پڑھ سناؤ گے اگر وہ خط ہمن — جو منگو گے تم سو دیونگا بے سخن

بسکہ عبری خواں تھے سب یار راو — پس کہے وہ خط کہاں ہے لا دیو

بعد ازاں اُس خط کو جو ان یوسفؑ دیئے — شرم سے سب یار سر نیچے کیئے

خاک ہو گئے آگ میں جل کر گل — آب ہو گئے خوی میں گل کر سگل

خوف سے نیں پڑھ سکے لرزیں آئے — دل منے اپنے ہزاراں حیف کھائے

ہو گئی ہوں منہ زبان پھرنے سے بند — تن کے سارے سست ہو گئے بند بند

پس کہے یوسف کہ کیوں جیتا ہے سو تم — ہو گئے ہو کس سبب اس بھانت گم

بعد ازاں بولے اُنو اے شہ کیا کنا　خوب ہے اس سے کہ گردن مارنا

کیا سمجھتا ہے تو اے مرد دغل　جو نہ آویگا صباح تجھ پر خلل

بیچتا ہے یوسفا پنے کو جو یوں　ہوئیگا آخر کو تیرا حال کیوں

ہو ویگا جس دن وہ یوسف بادشاہ　کیا کریگا عذر تو اے روسیاہ

ایکدن تو بھی گدایاں کی نمن　جائیگا ہو کا ننگا یوسف کو حسن

ہوئیگا آخر پشیمانی سے جُفت　بس نہ تو یوسف کو اپنے بیچ مفت

حکایت خجل شدن ہمہ مرغان

ہو گئے پنچھی خجل خط دیکھکر　اشک حسرت سے پیئے منوں کو بھر

آگ سے غم کی ہوئے جل بل کے خاک　دل میں دُکھ سینے میں آہ دردناک

ہو گئے اس دحات ناامید جب　بحر کو بخشش کی آیا جوش تب

بہہ گئے سارے گنہ یک موج سے　سرفرازی کا لگا سر اوج سے

آفتاب قرب نے کیا ظہور　محویت میں ہو گئے سب غرق نور

عکس سے سیمرغ کے سب ایکبار　چہرۂ سیمرغ دیکھے آشکار

جب السپ پر بھی کیئے پنچھی نظر　صورت سیمرغ دیکھے یک دگر

ہو گئے حیران پنچھی دل میں یو　جی ایں سیمرغ پنکے یا کہ او

یکدگر آپس میں حیراں ہو رہے ــ یہ اُسے سیمرغ بولے وہ اُسے

نیں دہی ہرگز کسے کس کی پچھان ــ جو ادیں ہوں یا کہ او آخر ند جان

جب ہوئے سیمرغ سارا یک رنگ ــ ہور ہا ہر اک پنکھی حیران و دنگ

نیں ہوا معلوم کس کو کس کا حال ــ پس کیئے درگاہ عزت سے سوال

اے جناب پاک یہ کیا ہے سبب ــ جو ہمیں ہو گئے تیں یوں سیمرغ سب

ایک اکیس کو نہیں پنا ہیں سکتے پچھان ــ بلکہ آپس کو بھی نیں سکتے پچھان

بعد ازاں درگاہ سے آیا خطاب ــ جو مثال آرسی ہے یہ جناب

ہوئیگی جس کو طلب جس چیز کی ــ شکل اسکی ہوئیگی اُس چیز کی

اور اگر دیکھے اس آئینہ بعتر ــ آئیگی اُس کو وہی صورت نظر

تیس پنکھی تم جو یہاں تک آئے ہو ــ تم اپس کو آپ ظاہر پائے ہو

گر تمیں چالیس ہوتے یا پچاس ــ یوں ہی کر لیتے اپس آپ میں شناس

گرچہ کم یا بیش تم سب آئے ہو ــ تم اپس کو آپ میں خود پائے ہو

نیں تو مجھ کو دیکھنے کا کس کو تاب ــ دیکھ سکتا کب ہے شپر آفتاب

او پنکھی اتنے جو آتے تھے ادھر ــ پس گئے ہیں وے سبھی رستے سے پھر

ہر یکس کو صورت مقصود اچھے ــ ہر یکس کو معنی معبود اچھے

جو تمھیں تھے سو یہ تھی سیمرغ کاج / آئے ہیں یہاں تک تمھیں محبت سے آج

پس تمھیں سیمرغ ہونا کیا عجب / محو ہو تم آپ اپنے حب میں سب

اصل میں سیمرغ سمجھو مجھ کو تم / سایہ تھا سو ہو گیا سورج میں گم

بیان حقیقت بقا بعد فنا

جو فنا میں گم رہے بنجمی خموش / پس کتی مدت کو پھر پاوے ہوش

بیخودی میں جا کے باخود آئے پھر / سر فنا میں دے بقا کو پائے پھر

اس فنا اور اس بقا کا کچھ بیاں / جو پوچھے تو نہیں دیتا کچھ نشاں

جو کہ اسرار بقا بعد از فنا / نیں سمجھتا ہے ہر ایک نا آشنا

مغز کو اس بات کے وہ پا سکے / جو دنیا سے ہاتھ دھو کر آسکے

ہے جہلک تو در وجود و در عدم / کب سکیگا رکھ تو اس رہ میں قدم

اس فنا اور اس بقا سے درگذر / تا تجھے ہووے بقا کی کچھ خبر

دیکھ اول کیا تھا تو اور کیا ہے اب / اب نہیں سمجھا تو سمجھیگا تو کب

اصل میں تھا تو سو نطفہ خوار و زار / بعد ازاں عاقل ہوا اور ہوشیار

پس تجھے اسرار سے واقف کیے / معرفت کی آپ آگاہی دیے

بعد ازاں دنیا سے کر ڈالے فنا / اس فنا میں راز پنہاں ہے گھنا

اس فنا کے بعد گر تجھے بقا
ہر صبح اٹھ دیکھنا تیرا لقا

گر نہیں کس بات سے تو رازدار
فکر کر ہشیار ہوا اور کچھ بچار

جب تلک یہاں نہیں ہوا اے دل فنا
پائیگا تو کس وضع عزو بقا

جب تلک دیکھا نہیں تو درد و رنج
کاں لیگا تجھ کو کیونکر حسن یہ گنج

نیست ہو جاتا تجھے ہستی ملے
جب تلک تو ہے تو ہستی کیوں ٹلے

نیں ہوئی لگ محو خواری سوں فنا
کاں سے دیکھے گا تو عزت او بقا

حکایت عاشق شدن بر پسر وزیر

بادشاہ کوئی تھا جہاں میں بے نظیر
ہفت کشور تھا جسے فرماں پذیر

جانتی تھی خلق اسکندر اُسے
قاف سے تا قاف تھا لشکر اُسے

جاہ کا اس کے تھا رخ ماہ پر
ماہ کا رخ شاہ کے تھا جاہ پر

از قضا اس شاہ کا تھا یک وزیر
اس کو بیٹا ایک جوں بدر منیر

آفتاب آسمانِ دلبری
جگ کے محبوباں نے اس کو سروری

دن کو گر وہ ماہ نکلے گھر سے بہار
جگ منے ہوئے قیامت آشکار

مہوں نورانی غیرت خورشید و ماہ
اس پہ کالی ابر کی چھتری سیاہ

نوش لب وہ چشمۂ آب حیات
تس پہ خطِ سبز ہریالی صفات

نرتش سے دکھلاوے یوں افسونگری — جسکے آگے خجل ہووے سامری

سیم تن سیمیں بدن سیمیں ذقن — عاشقاں کی دام زلفاں کی شکن

فتنۂ جانِ جہاں خالِ سیاہ — سو قیامت کے برابر یک نگاہ

شرح اس کے حسن کا کاں تک کروں — عمر اگر اس فکر میں ساری بھروں

الغرض شہ اس کو اک دن دیکھکر — ہوگیا بیہوش و بیخود و بے خبر

نقد جاں اس کی محبت میں دیا — آرزو سے عشق کا سودا کیا

رہ نہ سک محبوب کے بن ایک تل — گم ہوا سدبدھ گنوایا دین دل

خلوت و جلوت منے اس کے بغیر — صلح کل غم سے کیا راحت سے بیر

رات دن اس کو رکھے اپنے حضور — نہ کرے یک پل جدا نظروں سے دور

دن کو سووے تو جھلے اس پنکھیاں — رات کو دیوٹیاں (چراغ) کرے پر اس انکھیاں

صبح سے تا شام دیکھے بادشاہ — دل کو الفت میں کیا اس کی تباہ

حسن کی اس کے کبھی دیکھے بہار — کب کرے در و گہر اس پہ نثار

کب پیے مے دیکھ اس کے مست نین — کب گنوا ڈالے اپنے دل سے چین

ایک دم نہ یارہ سکے شہ اس کے باج — تھا ہوا وہ بھی بیچارا لا علاج

شاہ کے ڈر سے کہیں نہ جا سکے — نہ کبھی ماں باپ کے پاس آ سکے

باپ ماں فرزند کو تربیس مدام   کیا کریں وہ تھا ولیکن سخت کام

یونہی گذرا جو کتنے دن روزگار   تا کہ اُس نوخیز کا آیا بہار

از قضا سیجار سو شہ کے گر   کوئی اتھی خورشید سی ناری سندر

کیں سو دیکھا اس کوں فرزند وزیر   ہو گیا یکبارگی اسکا اسیر

وہ سندر بھی اُس پہ ہو گئی مبتلا   ایکدن ناگاہ اُسے لیتی بُلا

اتفاقاً ایک شب شہ مے پرست   سو رہا تھا اُس رین ہو جلکے مست

جاگ اٹھا وہ یار کو نہ دیکھ کر   ڈھونڈھتا ناخوش ہو نکلا یہ کدھر

جاکے نکلا شاہ تو ویسے منے   تھے بیٹھے جس ٹھار پر دونوں جنے

دیکھتا کیا ہے کہ دونوں لب بلب   شاد بیٹھے ہیں خوشی سے کامراں

شاہ کے دلمیں پڑی غیرت سے اگ   پیچ کھایا تلخ ہو کر جوں کہ ناگ

مست اور عاشق تھا اس پر بادشا   کیوں کرے لبر یہ اس کے کوئی نگاہ

پس لگا کہنے کو شہ وہیں دل منے   کیا کہوں اپنا کیا میں کس کنے

میں تو اس نوخیز کو کس ناز سے   پال کر کیتا ہوں واقف راز سے

مال دھن جیوں جان سگلا کر نثار   ہاتھ میں اس کے دیا سب اختیار

وہ سو مجھ کو چھوڑ کر اوروں کے ساتھ   جیو لگایا ہے سو یہ کیسی ہے بات

اب مجھے واجب ہوا ہے بانظر　　جو کروں دنیا سے اسکا نام دور

بات ایسی بول کر وہ شہریار　　بند کے مارو کہا خوب استوار

باندھ کر

تا کہ جاوے تن اُپر سب پھاٹ پھاٹ　　سیر ہووے دھرتی سو خون سے پاٹ پاٹ

پس کہا شہ نے کہ کوٹی میں لیجاؤ　　کھال اسکی کاڑ کر سولی دلاو

لے جاو

یونہی لیگئے اُس کو جلدی کھینچکر　　تا جدا کر کھال دیویں دار پر

یہ خبر سنکر وزیر آیا وہیں　　خاک بھاتا پیٹتا دھایا وہیں

مارنیوالوں کے تیں منت کیا　　ہر یکس کو یک رتن بھاری دیا

پس کہا میں اس جوانکا کچھ گناہ　　اس پہ ہیگا مست کیفی بادشاہ

جائیگی جب کیف کی مستی اتر　　بعد ازاں پچھتائیگا دل لیے بھتر

پس جو اس کو آج مارینگے کوئی　　جیو بچانا اس سے منع ان کا ہوئی

پس دیے مارنہارے جواب　　یہ جو کچھ اب بولتا ہے ہے صواب

گر ابھی ہم. تے ہیں ہم اُت　　بادشاہ جیو سے نہ چھوڑیگا کسے

پس بندیخانے منے جا کر وزیر　　ایک واجب قتل لے لایا اسیر

کھال اس کی کاڑھ کر سولی دیا　　بعد ازاں بیٹے کے تیں پنہاں کیا

شاہ دوسرے دن ہوا ہشیار جب　　مارنے ہاروں کو پوچھا حال تب

سب نے بولا حکم جوں تھا یوں کیئے — پوست اس کا کھینچکر سولی دیے

بادشہ سن کر خوشی دل میں کیا — ہر یکیس کو نقد و زر خلعت دیا

پس کہا شہ نے کہ رہنے دو انے — تا جہاں میں ہووے عبرت ہر کسے

جب سنی یہ شہر کے لوگاں خبر — دیکھنے آنے لگے وے سربسر

غرق خوں میں دیکھکر اس گل تن کوں — حیف کھا رونے لگے افسوس ساں

چند روز اس شہر میں ماتم ہوا — درد سے اس کے گھر گھر غم ہوا

شاہ بھی آخر کو بعد از چند روز — دل منے پکڑا پشیماں ہو کے سوز

یاد کر باتاں کو اس دلدار کی — دلبر شیریں شکر گفتار کی

دمبدم غم اور غصہ کھانے لگا — دل سے آہ آتشیں لانے لگا

جوش مارا عشق غصہ کم ہوا — عیش جا کر درد و غم ہمدم ہوا

بادشہ کا عشق وہ اور یار وہ — وہ محبت اور خوشی دلدار وہ

وہ محبت اور وہ بزم شراب — جائے سب تو کیوں نہ ہوے شہ کباب

پس ہوا دل میں پشیماں بادشاہ — خار ہو سلنے لگا سینے میں آہ

دل سے سب جاتا رہا صبر و قرار — گلشن زیبا لگا دسنے کو خار

عاقبت کپڑے رنگا کر نیل سوں — جا کے بیٹھا ماتمی ہو سرنگوں

ترک ان پانی کیا یک بار کا — لے رہا سینے منے غم یار کا
آخرش یک رات کو وہ شہر یار — آپ آیا چلکے سولی کے کنار
دیکھکر اس بدنجر کو حیف کھا — دکھ سے رو رو سر پہ لیتا خاک بھا
بات یک یک اس جواں کی یاد کر — درد سے رونے لگا فریاد کر
دل پہ آسائے درد و غم بھاری ہوا — زخم شمشیر الم کاری ہوا
کاٹ کر لینے لگا دانتوں سے ہاتھ — صد ہزاراں آہ اور افسوس سات
لوٹنے بھوئیں پر لگا مچھلی نمن — ہوگئی لہو کی ڈبی رو رو نین
دیکھتا انجواں کو اس کے کوئی اگر — یاد ساون کی جھڑی کرتا مگر
رات ساری ایکلا دن ہوئے گیوں — شمع کے مانند جلتا سوز سوں
جب فلک تے صبح کی چلتی پون — شاہ جاتا اٹھ وہاں سے گھر کدن
پڑکے رہتا یہ کہیں پیاسا بھوکا — بند کر رکھتا زباں جیوں گونگا
کس کو یہ قدرت نہ تھی جو شاہ سات — کچھ کہے اور کچھ نکالے واں سے بات
اس طرح چھ ماس دن جب گئے گذر — سوکھ جا کانٹا ہوا شہ جھیج کر
از قضا اس سوز سے گرداب میں — اپنے دلبر کو دکھا شہ خواب میں
چاند سا چہرہ عرق میں غرق ہوں — غم سے لالے کے مثل تھا سرنگوں

بعد ازاں شہ نے کہا اے لربا | کیوں ہوا تو غرق خوں میں سر و پا
تب کہا اس نے کہ سن اے بادشاہ | جب کہ تو مارا ہے مجھ کو بیگناہ
خوں میں تیری آشنائی سے ہوں میں | یوں سو تیری بیوفائی سے ہوں میں
کیا کیا تھا میں جو تو نے یوں کیا | کھال میری کر جدا سولی دیا
یار سے یوں یار کرتے ہیں کہیں | جو کیا تو نے کرے کافر نہیں
میں نہ چھوڑونگا قیامت میں تجھے | داد نہ دیوے خدا جب تک مجھے
ہوویگا دیوان محشر کا جدھاں | میں اس کا داد سن لونگا تدھاں
جب سنا دلبر سے شہ نے یہ جواب | تاب دل سے گئی نکل انکھیوں سے خواب
جیو میں اس کے سوز و غم تازہ ہوا | درد دکھ بے حد و اندازہ ہوا
ہو گیا دیوانہ شدہ کو کھوئے کر | زندگی سے ہاتھ اپنے دھوئے کر
پس کہا اے مجھ دکھیاراں کے دکھی | ہو گیا ہے تو سو مر جا کر سکھی
ظلم سے میرے تو لئی دیکھا ہے دکھ | کیا دکھاؤنگا صبا (صبح) میں حق کو مکھ
نیں کیا میں نے ظلم تیرے اوپر | ہے وہ میرا ظلم سب میرے اوپر
کون ایسا کوئی کرے جو میں کیا | رگ پہ اپنے مار کر نشتر لیا
یہ نہ اپنے پر کیا ہوں خوب میں | مار کر ڈالا ہوں جو محبوب میں

گر تو اے دلبر آیا مجھ پر نظر — جو کیا ہوں میں سو تو ہرگز نہ کر

گر کیا ہوں میں جو تیرے سے بدی — تو بدی مجھ سے نہ کر ہرگز کدھی

میں تو یوں غمناک اور دل چاک چاک — خاک پا تیری کو مجھ سر پن ہے خاک

اب تجھے میں کس طرح ڈھونڈوں کہاں — رحم کر میرے اوپر تو جان جہاں

گر کیا میں بیوفائی سے جفا — تو تو بھی مجھ بیوفا سے کر وفا

میں کیا گر خون تیرا ظلم سوں — تو نکو کر غم سوں میرے دل کو خوں

مست ہو کر میں کیا ہوں یہ خطا — تو گذر جا اس خطا سے کر عطا

تو گیا ہے چھوڑ کر مجھ کو جہاں — میں یہاں تجھ باج رہتا ہوں کہاں

ہو رہا ہوں میں تو غم سے جاں بلب — تا یہ جیو دوں خونبہا میں لوں کب

نیں رہا جاتا ہے مجھ سے ایک دم — ایک دم اب ہے مرے پر صد ستم

موت کا کچھ ڈر نہیں مجھ کو اپنا — ہے مجھے تیری جفا کا ڈر جیتا (جینا)

عمر گر سب عذر خواہی میں بھروں — اس گنہ کا عذر آخر کیوں کروں

کاشکے کوئی کاٹتا میرا گلا — تا بچت اس غم سے میں رہتا بھلا

نیں رہا کچھ مجھ کو اب تاب فراق — جیو ہوا ہے تاب اور طاقت سے طاق

جیو میرا اے فضل سے اے داد گر — کچھ نہیں مجھ کو رہی طاقت مگر

کیا کروں تیں دکھ سوا بتنا بجھ ہے   جو تجھ سے نین دل ہے رتبا کیا کروں
یونہی بک بک کر ہوا خاموش جب   خاموشی میں ہو گیا بیہوش تب
پس ہوا ویسے تب بفضل کردگار   تھا کہیں نہاں وزیر نامدار
شاہ کو وہ دیکھ کر بیہوش و تاب   زود لایا شاہ کن میٹا شتاب
بعد ازاں بھیجا سے نزدیک شاہ   شہ نے انکھیاں کھول کر دیکھا وہ ماہ
لے گیا وہاں سے اپنے مندر پر   گئے خوشی سے بھر کے دونوں کے بتر
ایک ایکس سے ہوئے ہمراز وہیں   ہو گئے آپس منے دمساز وہیں
نیں کسے واں اس کی خبر ہے راز جو   کیا کہے اور کیا سنے آپس میں او
کوئی وہاں کا واقف اسرار نیں   رازداں ہیں ٹھار کے اغیار نیں
کس کو طاقت جو کرے کوئی وہاں کی بات   جو کرے وہ سر گنوا دے اور پاؤں ہات
وہاں سو عارف آپ سے گنگا ہو جائے   بات ہور بہرا سنے اندھا ہو جائے
واں سوائے خاموشی بغیر از بات نیں   بات کہنے کی رضا کس دھات نیں

خاتمہ کتاب

ہو گئی یاں سو یتیمی باچا تمام   کیا کہوں میں اس تے آگے والسلام
اصل میں یو تھا کلام فارسی   اہل معنی کو مثال آرسی

خوش ترین تصنیف شیخ نامدار | پیشوائے عارفان روزگار
شیخ صاحب دل فرید نامور | خاص جن کا ہے لقب عطار کر
وہ نکالے ہیں یو عطاری سخن | عطر پروردہ کیے ہیں نو کہن
ہر سخن یک خانۂ اسرار ہے | مغز جاں کو طبلۂ عطار ہے
فکر سوں جو کوئی کرے اس میں نظر | مقصد دینی سوں ہووے بہرہ ور
تھا ولے جو فارسی میں یو کلام | کم سمجھ سکتے تھے اس کو خلق عام
بلکہ بعضے فارسی خواں بھی کہیں | حرف مشکل کو سمجھ سکتے نہیں
گرچہ میں بھی کچھ نہیں معنی شناس | کاں مجھے اس کے سمجھنے کا قیاس
لیکن اس کے دیکھ کر دلچسپ بول | یک بہ یک یوں دل منے آیا طول
جو موافق فہم اپنے کے ضعیف | اس کتاب خاص کا نظم شریف
قصہ کر دکھنی زبان میں لے کے آوں | تا رہے دنیا منے میرا بھی ناوں
پس مدد منگ شیخ کی ارواح سوں | التجا کر عجز اور الحاح سوں
میں قلم جاری کیا اوراق پر | جب ہوا پورا یہ نظم تمتہ
ناوں اس کا پنچھی باچا رکھا | یادگار میں خلق عالم کو دیا
اس تجارت کا مجھے بس یو نفع | جو کریں مجھ کو دعا دل سوں صفا
تا کہ بخشے جائیں میرے سب گناہ | ہووے اجلا یو میرا نامہ سیاہ
اس منے ہو تلمب یا رب میرا کام | شکر ہے جو ہوئی پنچھی باچا تمام

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب | تب ہوا میزاں میں کیا خاصا کتاب

ضمیمۂ کتاب

تھا کہیں اک بادشاہِ کامگار | باطن و ظاہر ہنر تھا استوار
اس کو یک فرزند تھا روشن جبیں | حسن اسکا رشک حسنِ حورِ چین
زاہد اک صالح جوانِ پاک تھا | اسکی لڑکی نامزد اس کو کیا
مادرِ شہزادہ سنکر یہ خبر | شاہ سے بولی کہ اے والا گہر
وہ گدا ہے ہم بادشاہِ نامور | تو بخیلی سے کیا ایسا گر
شہ کہا مت بول تو اس کو گدا | جو کہ ہے صالح وہی ہے بادشاہ
جو کہ امرا ہیں اسیرِ حرص و آز | ہیں وہ فقرا سر بسر بے برگ و ساز
بندۂ شہوت ہو جو شاہ و امیر | ہیں حقیقت میں وہی بدتر فقیر
لیک برعکس اس کو سلطان تو نے | جس طرح کافور زنگی کو کہے
بادشاہ کہنا نہیں اس کو حلال | جو رہا پابندِ حبِ جاہ و مال
پس کیا شادی بڑی ہی چاہ سے | مشتری کو لا ملایا ماہ سے
حسن میں تھی یک قیامت وہ پری | حور بھی اسکی کرے تھی چاکری
چہرہ اس کا آفتابِ صبح گاہ | پھر ملاحت سے نمک مانگے پناہ

حسن اُس کا پاک نیک اخلاق تھی　　پھر شرافت میں بھی اپنے طاق تھی

شاہزادہ دیکھ یک بوڑھی چڑیل　　عشق میں اُس کے ہوا پڑ کر ذلیل

وہ نہیں زن بلکہ تھی یک بھوتنی　　شاہزادے کی کری جو رہزنی

بھوتنی جادوگری میں طاق تھی　　زن نہیں یک قحبۂ آفاق تھی

بھوتنی قحبہ کی صحبت کے سبب　　شاہزادہ ہو رہا تھا جاں بلب

یک برس تک شاہزادہ بے خبر　　پاؤں پر اُس کے ملے تھا اپنا سر

شاہ پہ عالم شبِ دیجور تھا　　یک شہزادہ بیٹ مسرور تھا

شاہ روتا دیکھ کر بیٹے کا حال　　باپ پر ہنستا تھا بیٹا بے ملال

شاہ بیچارہ ہوا ناداں کے ہات　　روز و شب دیتا تھا قربانی زکات

رات دن فریاد اور زاری کیا　　حق مناجات اُس کی کیا یکا منا

ایک جادوگر بڑا استاد کار　　شاہزادے کا کہیں سن اشتہار

چلکے آیا دور سے شہ کے حضور　　شاہزادے سے کیا وہ سحر دور

جب ہوا اُس رنج بیماری سے چاق　　قحبہ بڑھیا کو وہ دے بیٹھا طلاق

بھوتنی غصے سے کھا کر پیچ و تاب　　مر کے دوزخ کو گئی لینے عذاب

جا ملا اپنے عروس خاص سے　　دل لگایا اُس مہ ممتاز سے

بعدہ پھر باپ کی خدمت میں آ — معذرت چاہا زمیں بوسی کیا

شاہ بعد اک سال کے پوچھا کہ ہاں — وہ تری معشوقۂ ویرانہ ہے کہاں

شاہزادہ تب کہا انکار سے — میں ہوا بیزار اُس مردار سے

اب مجھے بخشا خدا دارالسرور — ہو گیا ہوں اُس بلائے بد سے دور

اب مجھے بخشا خدا آبِ حیات — اُس بڑھی قحبہ سے پایا ہوں نجات

جب ہوا مومن طریقت آشنا — نور پایا ترک ظلمت کو کیا

اے پسر بیشک وہ شہزادہ ہے تو — بوتنی دنیا نہ مل اُس سے کبھو

بوتنی دنیا ہے جادوگر چھنال — مرد کو جادو سے کرتی پائمال

رنگ و بو بتلا کے وہ تھمائے پیر — مکر سے کرتی ہے مردوں کو اسیر

اپنے جادو میں بہت ہشیار ہے — عقل اس کے مکر سے لاچار ہے

عقل اس مشکل کو حل کرتی اگر — انبیا کو حق نہ کرتا راہبر

ڈھونڈ لے کوئی راہبر عقدہ کشا — راز دانِ یَفعَلُ اللہُ مَا یَشَا

جب تلک تو ہے اسیرِ پیر زال — وہ عروسِ دین تجھے ملنا محال

پس وصالِ دین ہے دنیا کا فراق — جان ہے بیمار جب لگ تن ہے چاق

جب تجھے دنیا کی دوری سخت ہے — دین سے جو دور ہے بدبخت ہے

تو نہیں دنیا سے ہو سکتا صبور ۔ حیف ہے گر ہو خدا سے اپنے دور
ایک دم دیکھے اگر نور خدا ۔ جان و تن کو آگ دیویگی جلا
یہ جہاں دیکھیگا تو گُہ سے بتر ۔ جب تو دیکھا قرب حق کا کر و فر
جہد کر ہستی کو اپنے بھول جا ۔ تب تجھے ہاتھ آویگا حق کا لقا
جب تو اس رخسار کا دیکھے جھلک ۔ پھر تجھے سجدہ کریں جن و ملک
کر طلب ہر دم فروغ حسن یار ۔ ہاں نہ ہو قانع بحکم مستعار
عین دریا میں تو بیٹھا خشک لب ۔ دھوپ کرتا ہے پانی کو طلب
گر نہیں تو دور سے دیکھا سراب ۔ اس کو پانی بوجھ کرتا اضطراب
تشنہ لب پانی میں ہے تو نا امید ۔ آب اَقربُ منہُ من حبل الوَرید
بادشاہی ہے غلامی دوست کی ۔ بندگی حق کی ہے شاہی سے بھلی
دیو ہے تو گر اَنا خیرٌ کہے ۔ خود نمائی شان شیطان بوجھ لے
گر خودی کا ہے تجھے سودائے خام ۔ تو خدا سے دور تر ہے والسّلام
پس نہ ہو مغرور اپنی بود پر ۔ ڈھونڈھ لے جلدی کوئی اک راہبر
مونہ دوری سے اگر ہے تجھکو عار ۔ ہاں مبادا تو نہ ہو آگے پچار
بندگی پیروں کی کمتر بوجھ مت ۔ عشق حق تو کر طلب سلطان صفت

تو تکبر میں غلو اتنا نہ کر | یہ تکبر پل میں ہو زیر و زبر
جو ہوا انجام میں مسعود وار | عشق سے اس کو نہ ہوا یکدم قرار
خاک پا کو اُن کی تو سُرمہ بنا | تا کہ چشم دل کو تیرے ہو جلا
وہ بزرگی تجھ کو بخشے گا خدا | جوں کریں اہل جہاں شیوہ ترا
حق دیا ہے خاک کے پتلے کو تاب | ہے جہانگیری میں وہ جیوں آفتاب
رکھ خدا سے التجا ہر بات میں | تا نہ ہو منزل تیری درکات میں

مناجات در تنبیہ نفس خویش

بول اپنے ہاتھ اوٹھا اے کردگار | معصیت سے مجھ کو مت رکھ شرمسار
تجھ سوا ہم اے خدا کس پاس جائیں | تو نہیں چاہا تو ہم کس کے کہائیں
اس خودی میں ہے تجھے مستی حلال | جیسی ہیں عکس صفات ذوالجلال
بندگی میں حق کی باندھ اپنی کمر | تا کہ ہو فربہ ولے با کر و فر
نفس ہے فرعون اے کر سیرت | تا نہ ہو مغرور وہ کافر صفت
گرچہ روو ے یا پکارے زار زار | وہ نہ ہو آخر مسلمان ہوشیار
تن کو تو فربہ نہ کر بکرے مثال | تا کہ نہ ہو جاوے کوں تیرا احلال
خواب غفلت ہے یہ دنیا سر بسر | اس میں تو غافل ہو اے بیخبر

گر رہا یک شہر میں ساری عمر　　جو رہے پر اُس کو جاتا بھول کر
خواب میں جب شہر دُوسرا دیکھتا　　بوجھتا شہر قدیمی ہے میرا
شہر کا اپنے نہیں کرتا خیال　　خواب میں ایسا ہے ہر ہر کا خیال
روح ایسا ہے مقام اپنے کو بھول　　کیا عجب اس خواب میں گر ہو ملول

دربیان پیدائش انسان

آدمی تھا اصل میں اول جماد　　پھر نباتی میں کئے اس کے نہاد
سالہا وہ جھاڑ تھا یا گھانس پات　　بھول بیٹھا سب جمادی پن کی بات
پھر نباتی سے ہوا حیوان جب　　وہ نباتی پن بھلا اس کو اب
لیک تھوڑی رغبت اس کو رہ گئی　　باغ و بستان کے تماشے سیر کی
جسطرح مائل ہے کودک ماں طرف　　پھر نہ بوجھا سیر رغبت کی طرف
جزو کل اُس کو دیا وہ عقل کل　　وہ مثال سایہ ہے یہ شاخ گل
سایہ جب غائب ہو شاخ گل کے بیچ　　پس کرے معلوم وہ سیر پیچ
پھر وہ حیوانی سے انسانی لیا　　خلعت انسان اُسے خالق دیا
اسطرح ہر ہر مراتب سے گذر　　اب ہوا ہے عاقل و دانا مگر
کچھ خبر اُس کو نہ ان احوال سے　　پھر بدل جاتا ہے عقل و حال سے

جسطرح سویا تو بھولا اگلی بات — اس کو اس نسیاں سے پھر ہوگی نجات

جائے جب یہ عقل پر حرص و طلب — سو ہزاراں عقل دیکھے بوالعجب

خواب سے پھر اسکو تم جگوائینگے — پھر اسے سب تنکے کام یاد آئینگے

مر گئے کے بعد جان مستمند — اپنے قالب پر کریگا ریش خند

کیا سبب یہ خواب میں مدہوش تھا — اس تن فانی سے ہم آغوش تھا

کیا سبب اسکو نہیں جانا خیال — وہ سراسر خواب تھا اور تھا خیال

زندگی تیری خیال و خواب جان — خواب کو دائم تو ہرگز مت پچھان

ناگہاں جب آئیگی صبح اجل — جائینگے یہ سب خیالات و دغل

یاد کر اپنے غموں کو ہنس پڑے — جب نظر اپنی ٹھکانے پر کرے

خواب کے افعال تیرے سربسر — جبکہ تو جاگے تجھے آویں نظر

زندگی کے خواب میں جو کچھ کیا — حشر میں تجھ کو بتا دیگا خدا

خواب دنیا میں کیا جو کام تو — جاگنے سے آویں وہ سب روبرو

پس تیرا خندہ ہے رونے سے بتر — اس جہاں سے تو گیا ہے یداگر

اس جہاں کی گریہ زاری تیری — جاگنے پر بوجھ ہے وہ سب خوشی

گرچہ مارا ہے تو یوسف کو یہاں — بھیڑیا ہو خواب سے جاگیگا وہاں

یک یک افعال تیرے گرگ ہو — قہر سے پھاڑیں گے تیرے ہر عضو

قتل ناحق بعد مرنے کے تیرے — مت سمجھ گردن پہ تیرے نہ رہے

یہاں قصاص اس قتل کا آسان ہے — واں اگر ہو تو بلائے جان ہے

کیوں کہ اس عالم کا جینا ہے ادھورا — زندگی ہے آخرت کی پائدار

حق کہا دنیا مثال لعب ہے — انتقام اس آخرت کا صعب ہے

غیب رکھ اپنے پرت رکھ دین پر — دین کا سب کام حکمت ہے گر

مقام جمع

جب تلک تو دور خالق سے رہا — تب تلک ہے جان پر تیرے بلا

جب ہوا نزدیک تو دولت ملی — عشق میں حق کے نہ کر تو کاہلی

تخت پر جب بیٹھتا ہے بادشاہ — چو طرف گھیرے کھڑی رہتی سپاہ

نیزہ و شمشیر اور تیر و تبر — دیکھ کر پھٹتا ہے شیروں کا جگر

پھر کے جب لگتی ہے ان کی بزم خاص — کب وہاں ہووے مہابت یا قصاص

بلکہ حلم اور لطف رحمت ہے بجوش — واں نہیں غیر از صدائے نائے و نوش

رنج کب ذرے سے پاوے آفتاب — شمع پروانے سے کب دیکھے عذاب

تفرقہ اٹھ جاوے اور نہ کہ دوئی — عالم وحدت ہے وصل معنوی

موسیٰ و ہاروں رہیں یار بر زمیں ایک ہو مانند شیر و انگبیں